حضرت شیخ القرآن کی دینی خدمات بارے متعدد اہل علم وفضل کے مضامین پر مشتمل

مولانا سید محمد زبیر شاہ رحمۃ اللہ علیہ

(۱۹۳۵ء۔۱۹۹۸ء)

پیشکش

محمد حنیف رضوی

عابد حسین شاہ پیرزادہ

جامعہ اسلامیہ غوثیہ، تلہ گنگ روڈ، چکوال

حضرت شیخ القرآن کی دینی خدمات بارے متعدد اہل علم و فضل کے مضامین پر مشتمل

تذکرہ شیخ القرآن

مولانا سیّد محمد زبیر شاہ رحمۃ اللہ علیہ

(۱۹۳۵ء۔۱۹۹۸ء)

پیش کش

محمد حنیف رضوی

عابد حسین شاہ پیرزادہ

جامعہ اسلامیہ غوثیہ، تلہ گنگ روڈ، چکوال

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نام کتاب : تذکرہ شیخ القرآن
مولانا سید محمد زبیر شاہ رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق اہل علم کے
تاثرات (مجموعہ مضامین)
پہلی اشاعت: ۱۴۴۳ھ/۲۰۲۲ء
صفحات : 268
محرک و نگران: صاحبزادہ مولانا سید ریاض الحسن شاہ
ناشر : جامعہ اسلامیہ غوثیہ تلہ گنگ روڈ چکوال

فہرست

مقدمہ

شیخ الحدیث والتفسیر مولانا سید محمد زبیر شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے زندگی کا اکثر حصہ چکوال شہر میں دین حنیف اسلام کی خدمت میں بسر کیا۔ آپ نے عمر بھر، دن رات، درس و تدریس اور وعظ و ارشاد پر توجہ مرکوز رکھی اور امت مسلمہ کے رہنما انسان تیار کیے۔ جامعہ اسلامیہ غوثیہ چکوال کے تحت آپ کے سالانہ دورہ تفسیر قرآن کریم کو ملک گیر مقبولیت و شہرت ملی اور علم حدیث میں بھی آپ کی خدمات گراں قدر ہیں۔ چنانچہ آج جب کہ آپ کی وفات پر بائیس برس بیت چکے ہیں آپ کے بکثرت شاگرد ملک بھر میں مختلف اسلامی علوم پڑھاتے رہے اور یہ عمل جاری ہے۔ محض علم حدیث کو لیا جائے تو آپ کے لاتعداد شاگرد مختلف مقامات پر اس کی تدریس میں مشغول ہوئے۔ اور بعض نے علوم قرآن کریم نیز دیگر اہم موضوعات پر قلمی سرمایہ میں اضافہ کیا۔

حضرت شیخ کے احوال پر مجلہ ''شیخ الحدیث'' اور دیگر اخبارات و رسائل میں تحریریں شائع ہوتی رہی ہیں۔ اب اس عمل کو کسی قدر آگے بڑھاتے ہوئے میری گزارش و درخواست پر اہل علم نے توجہ فرمائی اور آپ کی شخصیت و خدمات پر مضامین لکھ بھیجے جو ان احباب کے شکریہ کے ساتھ اس کتاب میں پیش کیے جا رہے ہیں۔ ان شاء اللہ یہ اس جانب ہمارا پہلا قدم ہے۔ اگلے مرحلے میں ہم حضرت شاہ صاحب کی قائم کردہ جامعہ اسلامیہ غوثیہ چکوال کی کارکردگی و خدمات پر بھی کام کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں جس کے لیے مضامین کے کچھ ممکنہ عنوانات اس کتاب کے آخر میں دیے جا رہے ہیں اور اہل علم کو ان موضوعات پر لکھنے کی دعوت ہے۔

(مولانا) سید ریاض الحسن شاہ
ابن مولانا سید محمد زبیر شاہ رحمۃ اللہ علیہ
مہتمم جامعہ اسلامیہ غوثیہ چکوال

OOOO

شجرۂ نسب

مفتی سید لقمان شاہ (چکوال)

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے
بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

سیدی حضور شیخ القرآن والحدیث غزالی عصر علامۃ الدھر پیر طریقت رہبر شریعت حضرت علامہ الحاج پیر سید محمد زبیر شاہ رضوی قادری، خلیفہ مجاز حضور محدث اعظم پاکستان ۱۹۳۷ء میں ضلع کیمل پور حال اٹک کی تحصیل فتح جنگ کے ایک گاؤں لنگر شریف میں ایک علمی گھرانے میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد گرامی کا نام علامہ پیر سید مہدی شاہ صاحب ہے۔ آپ کا سلسلہ نسب مختلف واسطوں سے ہوتا ہوا امام حسین رضی اللہ عنہ کے وسیلے سے حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ تک پہنچتا ہے۔ جس کی تفصیل اس طرح ہے:

سید محمد زبیر شاہ ولد سید مہدی شاہ ولد سید علی شاہ ولد سید ظفر شاہ ولد سید عالم شاہ ولد سید زبردست ولد سید سیف الدین ولد سید صدر الدین ولد سید پیر حاجی رکن الدین ولد سید پیر طریقت وحقیقت محمود شاہ الملقب بہ پیر سباک ولد سید ابا بکر ولد سید شاہ اسماعیل ولد سید امیر علی ولد سید قلندر شاہ کریم ولد سید ولی اللہ ولد سید سلیمان شاہ ولد سید میر قطب الدین ولد سید علی اکبر ولد سید طاہر ولد سید یعقوب شاہ ولد سید ہاشم دریا ولد سید بہاء الدین الملقب بہ سید قطب عالم ولد سید جلال الدین الملقب بہ مخدوم جہانیاں ولد سید سلطان احمد کبیر ولد سید جلال الدین بخاری ساکن اوچ شریف ولد سید عبد اللہ شاہ ولد سید علی اولی ولد سید جعفر ولد سید محمد ولد سید محمود ولد سید علی اصغر ولد سید جعفر ثانی ولد سید امام علی نقی ولد سید امام علی تقی ولد امام علی رضا ساکن مشہد شریف ولد سید امام موسی کاظم (محب اللہ) ولد امام سید جعفر صادق (نجی اللہ) ولد امام سید باقر (معدن علم اللہ) ولد امام سید زین العابدین (سجاد) ولد سید امام حسین (سید الشہداء لدین اللہ) ولد امام حضرت علی المرتضی (حیدر کرار مشکل کشا، اسد اللہ الغالب مولی کل کائنات امام اولیاء، کرم اللہ وجہہ) رضی اللہ تعالی عنہم اجمعین۔

OOOO

تذکرہ سادات پیر سباک

تصنیف: ڈاکٹر سید چراغ حسین شاہ
تعارف و تلخیص: عابد حسین شاہ پیرزادہ

شیخ القرآن حضرت مولانا سید محمد زبیر شاہ رحمۃ اللہ علیہ کے بھانجا و شاگرد مفتی سید لقمان شاہ نے جو خاندانی شجرہ نسب بیان کیا، اس کے مطابق آپ کا سلسلہ نسب آٹھ واسطوں بعد عارف کامل حضرت پیر سید محمود شاہ الملقب بہ پیر سباک رحمۃ اللہ علیہ سے جا ملتا ہے۔ جن کا مزار موضع بلند خیل زد ٹل ضلع کوہاٹ میں واقع ہے۔

ان کے دست یاب حالات پر بنوں کے ایڈووکیٹ محمد سرفراز خان عقاب خٹک کی کتاب "پیر سباک" ۱۹۶۴ء میں شائع ہوئی۔ پھر آپ کی اولاد و نسل میں سے ایک شخصیت ضلع لکی مروت کے گاؤں تاجہ زئی کے باشندہ، میڈیکل ڈاکٹر سید چراغ حسین شاہ (پیدائش ۱۳۶۶ھ/ ۱۹۴۷ء) حال مقیم پشاور نے کتاب "تذکرہ سادات پیر سباک رحمۃ اللہ علیہ" تصنیف کی جو پہلی بار ۱۴۰۹ھ/ ۱۹۸۹ء میں عکاس پرنٹرز پشاور میں ۲۳۰ صفحات پر چھپی اور عرصہ دراز بعد مصنف کے بھائی محکمہ ڈاک کے سابق ڈائرکٹر جنرل سید الطاف حسین شاہ (پیدائش ۱۳۶۲ھ/ ۱۹۴۳ء) حال مقیم اسلام آباد نے اسے نئے سرے سے مرتب و مدون کیا اور جدید معلومات کا اضافہ کر کے ۱۴۳۸ھ/ ۲۰۱۷ء میں کمپیوٹر کمپوزنگ کے ساتھ ۲۲۳ صفحات پر شائع کی۔ ڈاکٹر سید چراغ حسین شاہ کی "تذکرہ سادات پیر سباک" کے دونوں ایڈیشن راقم سطور حذا کے پیش نظر، اور یہ حسب ذیل چار شخصیات کی تقریظات سے مزین ہیں۔ جمعیت علماء پاکستان کے اہم رہنما نیز خانقاہ قادریہ یکہ توت پشاور کے سجادہ نشین، مصنف و پندرہ روزہ "الحسن" کے بانی و ایڈیٹر مولانا سید محمد امیر شاہ گیلانی (وفات ۱۴۲۵ھ/ ۲۰۰۴ء)۔ بابائے جدید پشتو غزل لنڈی کوتل کے امیر حمزہ خان شنواری (وفات ۱۴۱۴ھ/ ۱۹۹۴ء) ایڈووکیٹ محمد

سرفراز خان عقاب خٹک اور اسلامیہ کالج پشاور کے شعبہ دینیات میں استاذ ڈاکٹر محمد حنیف۔ آئندہ صفحات پر اس کتاب کے مندرجات کے کچھ اقتباسات پیش ہیں۔

پیر سباک رحمۃ اللہ علیہ کے آباؤاجداد بخارا سے آئے اور علاقہ خوست میں "شکوہ" کے مقام پر بودوباش اختیار کی۔ چند نسلوں تک وہاں رہے۔اس کے بعد چند بزرگ بلند خیل علاقہ کوہاٹ میں آباد ہوئے، کچھ دوسرے خوست کو چلے گئے اور بعض اصل خوست میں رہ گئے۔دوسری روایت ہے کہ پیر سباک کے بزرگ بخارا سے اوچ شریف، وہاں سے ملتان اور ملتان سے خوست آئے۔

پیر سباک کے دادا کا نام شاہ اسمٰعیل تھا۔آپ سید میر علی کے فرزند تھے جو خود بھی مرشد کامل، ہادیٔ وقت اور مشہور ولی تھے۔قطب ارشاد، غوث زمان، حضرت سید اسماعیل بن محمد عمر بن میر علی سرمست گدائی قدس سرہم، اورگزئی علاقہ تیراہ کے رہنے والے تھے۔ملتان جا کر سہروردیہ سلسلہ کے کسی بزرگ سے بیعت ہوئے جو حضرت شیخ بہاء الدین زکریا ملتانی قدس سرہ کی اولاد سے تھے۔خوست علاقہ سمت جنوبی وزیرستان میں مجاہدے اور ریاضت میں مصروف رہے اور وہیں دسویں صدی ہجری میں وصال ہوا، وہیں مزار ہے۔حضرت سید شاہ اسمٰعیل کے حالات زندگی خواجہ محمد زاہد نے فارسی قلمی کتاب "قصۃ المشائخ" میں مولانا خواجہ ملنگ نے فارسی نظم میں قلمی کتاب "مناقب زین الدین" میں لکھے ہیں۔

حضرت پیر سباک کے والد شیخ ابابکر قدس اللہ سرہ العزیز حضرت شاہ اسمٰعیل کے بڑے بیٹے تھے۔اپنے والد کی وفات کے بعد ان کے قائم مقام مقرر ہوئے۔طریقہ عالیہ سہروردیہ میں اپنے والد سے مجاز اور ماذون تھے۔خلق خدا کو دعوت حق دیا کرتے تھے۔ان کے مریدوں میں حضرت شیخ رحمکار المعروف بہ کاکا صاحب قدس سرہ کے والد بزرگوار حضرت شیخ بہادر خان المعروف بہ ایک بابا، شیخ نسک خٹک دیوانہ کرلانی موضع ٹیری ضلع کوہاٹ اور ان کے بڑے بھائی شیخ حسن شامل تھے۔یہ تینوں بزرگ شیخ ابابکر کی صحبت میں درجہ کمال کو پہنچے۔شاہ ابابکر کا مزار اقدس خوست میں ہے،دوسری روایت کے مطابق موضع بیت الغریب میں دفن ہیں۔

سیدنا پیر سباک کی والدہ ماجدہ کا اسم گرامی بی بی حلیمہ تھا۔جو آفریدی قبیلے کی قمبر خیل

شاخ سے تعلق رکھتی تھیں اور موضع میدان کی رہنے والی تھیں۔

آپ کا اسم گرامی سید محمود یا محمود شاہ تھا۔ پیر سباک کے نام سے مشہور و معروف تھے اور ناصر الدین لقب تھا۔ پیر سباک کا سن ولادت باسعادت اور بچپن کے حالات، مولد و جائے اقامت اور ابتدائی زمانہ زندگی کے بارے میں ہماری معلومات اب تک نہ ہونے کے برابر ہیں۔ زیادہ سے زیادہ ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ وہ دسویں صدی ہجری کے اخیر میں علاقہ خوست میں جہاں ان کے والد مقیم تھے، پیدا ہوئے ہوں گے۔ یہ بات ہم وثوق سے کہہ سکتے ہیں کہ پیر سباک علاقہ خوست سے براستہ کابل یہاں آئے اور ان کے آنے کی وجہ یہ تھی کہ بہادر خان بابا نے ان کے والد شاہ ابو بکر سے درخواست کی کہ ان کے ساتھ ایک بیٹا روانہ فرمایا جاوے تاکہ اور لوگ بھی ان کے فیض سے فائدہ اٹھا سکیں۔ شاہ ابا بکر رحمۃ اللہ علیہ نے ان کی یہ درخواست مان لی تھی۔ اور اس طرح پیر سباک رحمۃ اللہ علیہ علاقہ خٹک پشاور تشریف لائے۔ پہلے پہل موضع ولئی میں ورود مسعود فرمایا جو نوشہرہ سے زیارت کاکا صاحب جانے والی سڑک کے عین وسط میں بجانب مشرق ایک میل کے فاصلے پر ہے۔ اور بعد میں دریائے کابل کے اس پار موضع شہر صفا کو اپنے قدوم میمنت لزوم سے رونق بخشی۔ شہر صفا، پیر سباک گاؤں کا پرانا نام ہے جو سرائے اکوڑہ خٹک تحصیل نوشہرہ ضلع پشاور کے پاس دریائے کابل لنڈے دریاب، کے بائیں کنارے واقع ہے۔ روایات سے ظاہر ہوتا ہے کہ پیر سباک ۹۹۴ھ/ ۱۵۸۶ء سے پہلے ہی اس علاقہ میں وارد ہو چکے تھے۔

شہر صفا، دلہ زاک قبیلے کی ملکیت تھا، اس قبیلے کو یوسف زئیوں نے مغل بادشاہوں کی امداد سے نکال باہر کر دیا تھا، اس کے بعد یہ علاقہ ویران اور بنجر پڑا تھا۔ نور الدین محمد جہانگیر اپنے مصاحبین کے ساتھ کابل کی سیر کے لیئے جا رہے تھے، دریائے کابل میں کشتی رانی کے دوران انہوں نے دیکھا کہ دریا کے کنارے دو جھونپڑیاں گھاس پھوس اور لکڑی کے ٹکڑوں کی بنی ہوئی ہیں۔ علاقہ ویران تھا، دور دور تک آبادی نہ تھی۔ دلہ زاک قبیلے کے یہاں سے نکالے جانے کے بعد اس ویرانے میں آبادی بادشاہ کے لیئے باعث حیرت تھی۔ خدام سے پوچھا کہ یہ "متوکل علی اللہ لوگ کون ہیں، جنہوں نے آبادی کی بجائے ویرانے میں رہنا پسند کیا

ہے" عرض کیا" حضور ایک سید ہے۔ نیکی اور پرہیزگاری کے پوشاک سے مزین ہے۔ رات دن عبادت وریاضت میں مشغول رہتا ہے۔ نہایت متوکل اور صابر بزرگ ہے"۔ بادشاہ نے خدام سے کہا" اس فقیر کو میرے پاس لاؤ" ملازم آنحضرت کے پاس گئے اور انہیں بادشاہ کی درخواست سے مطلع کیا، مگر انہوں نے ساتھ چلنے سے انکار کر دیا اور کہا" میں فقیر آدمی ہوں میرا بادشاہوں سے کیا کام" بادشاہ کے مصاحبین ہر قسم کی منت سماجت پر اتر آئے۔ آخر آنحضرت کو اولی الامر کے پاس جانے کے لیے راضی کر لیا۔ عادل و منصف بادشاہ نے عقیدت و احترام سے انہیں بٹھایا۔ چند نصائح سننے کے بعد بادشاہ نے ان سے دعا مانگی۔ آنحضرت نے بادشاہ وقت کے حق میں دعا کی اور رخصت ہو گئے۔ شہنشاہ جہانگیر نے اپنے ہفت ہزاری منصب دار صوبیدار کابل، خان دوران کو حکم دیا کہ نوشہرہ اور اکوڑہ کا درمیانی علاقہ آنحضرت کو بطور نذرانہ دیا جائے۔

شہزادہ سلیم نور الدین جہانگیر تخت نشینی سے دو سال قبل زمانہ شہزادگی میں غالباً مارچ ۱۶۰۳ء مطابق ۱۰۲۱ھ میں ہندوستان سے کابل جاتے ہوئے اس طرف سے گزرا۔ اس نے نوشہرہ میں قیام کیا۔ جاگیر دینے کا واقعہ غالباً اسی سال واقع ہوا ہوگا۔

پیر سباک رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کے بعد ان کے بیٹے اور جانشین پیر فرید الدین رحمۃ اللہ علیہ نے پہلی بار اس گاؤں کو آباد کرنے کے لیئے درخواست دی اور نئی آبادی" پیر سباک" کے نام سے مشہور ہوگئی۔ حضرت سید محمود شاہ عرف پیر سباک نے شہر صفا کے مغربی حصے میں صرف ایک مسجد بنائی تھی جو آج بھی" باباجی جمات" کے نام سے مشہور ہے، باقی موضع ویران تھا۔ کوہ خلوت، موضع پیر سباک کے مشرق کی طرف ایک پہاڑی کا نام ہے، پیر سباک اس پہاڑی پر خلوت میں رہا کرتے تھے۔ اسی پہاڑی کے مشرقی ڈھلوان میں" رحیمی غار" ہے جس میں آپ بمع اپنے ایک مرید" رحیم داد" کے عبادت کیا کرتے تھے۔

رحیم داد آپ کے خادم خاص تھے۔ موضع بیت الغریب سے جنوب مغرب کی طرف اس مقام پر جہاں پانی کا ہیڈ ہے اور جہاں سے نوشہرہ چھاؤنی کے لیئے نہر نکلتی ہے، ایک قبر ہے۔ لوگ زیارت اور دعا کے لیئے وہاں جاتے ہیں۔ کہتے ہیں یہ شیخ رحیم داد کی نشست گاہ تھی۔

پیر سباک کے خلفاء میں شیخ عبدالرحیم المعروف بہ شیخ میاں جی صاحب مشہور و معروف بزرگ ہیں۔ موضع شوکی ضلع کوہاٹ میں ان کا مزار پرانوار واقع ہے۔ لوگ دور دور سے ان کی زیارت کے لیئے آتے ہیں۔ ان کی اولاد "میانجی خیل" کہلاتی ہے۔ اور پیر سباک کے مریدین باصفا میں مشہور افغان شاعر، صاحب سیف وقلم خوشحال خان خٹک کے پر دادا ملک اکو کا نام ملتا ہے۔ اور شیخ رحمکار حضرت کاکا صاحب رحمۃ اللہ علیہ جو صوبہ سرحد (اب صوبہ خیبر پختونخوا) کے ان اولیاء نامدار میں سے ہیں جن کی شہرت آفتاب نصف النہار کی طرح عیاں ہے۔ تاریخ وفات ۲۴ رجب ۱۰۶۳ھ بروز جمعۃ المبارک ہے۔ ان کی اولاد کاکا خیل کہلاتی ہے۔ کاکا صاحب کی نظر پہلے پہل حضرت پیر سباک پر پڑی، وہ ان سے ملے، کئی بار ملاقاتیں کیں اور ان کی صحبت پاک سے فیض یاب ہوئے۔

مختلف کتب مناقب کے مطالعے سے پتہ چلتا ہے کہ پیر سباک رحمۃ اللہ علیہ سے کئی کرامات کا ظہور ہوا۔ ان کی حیات مبارکہ میں اور ان کے اس جہاں فانی سے کوچ کر جانے کے بعد بھی۔ آج بھی ان کی زیارت پر جانا فائدہ سے خالی نہیں۔

پیر سباک رحمۃ اللہ علیہ کا صحیح سن وفات معلوم نہیں لیکن ایسے قرائن موجود ہیں کہ آپ ۱۰۲۵ھ سے کچھ عرصہ پہلے ہی فوت ہو چکے تھے۔ چونکہ آپ کی زیارت پر ہر سال میلہ ماہ محرم کی نویں اور دسویں تاریخ کو لگا کرتا ہے اس لیئے قیاس غالب یہ ہے کہ آپ محرم کی نویں یا دسویں تاریخ کو فوت ہوئے۔ چونکہ آپ نے وصیت فرمائی تھی کہ میں یہاں مسافر ہوں اس لیئے جیسا کہ حضرت یوسف علیہ السلام نے وصیت کی تھی، جس کے مطابق ان کا جسدِ مبارک مصر سے کنعان لے جا کر دفن کیا گیا، اسی طرح مجھے بھی موضع بلند خیل ٹل ضلع کوہاٹ میں میرے عزیزوں کے پاس پہاڑی پر دفن کیا جائے۔

آپ کا مزار اقدس دریائے کرم کے کنارے ٹل سے بنوں جانے والی سڑک کے جانب غرب ایک پہاڑی پر واقع ہے۔ اس پہاڑی پر دو گنبد ہیں۔ ایک پرانا جس کو توپ کے گولے سے نقصان پہنچا ہے، وہ بلند خیل قوم کے مورث اعلیٰ کا بیان کیا جاتا ہے۔ دوسرے نسبتاً نئے گنبد کے اندر آپ آرام فرما ہیں۔ آپ کے ساتھ کی قبر آپ کی زوجہ محترمہ کی بیان کی جاتی

ہے۔ان قبروں کے پاؤں کی جانب ایک چھوٹی سی قبر ہے، جو روایت ہے کہ اس معمار کی ہے جس نے یہ گنبد تعمیر کیا۔ پیر سباک کی قبر بڑے پر فضا مقام پر واقع ہے۔ پہاڑوں کے نیچے دریائے کرم بہتا ہے جس پر پل بنایا گیا ہے، سامنے ٹل کا قلعہ نظر آتا ہے۔ آپ کی زیارت (مزار) پر آپ کے بیٹے پیر فرید الدین رحمۃ اللہ علیہ نے تعمیر کرایا۔ آپ کی زیارت پر ہر سال محرم الحرام کی نو اور دس تاریخ کو ایک بڑا میلہ لگتا ہے۔ ہر جمعرات کو معتقدین زیارت کے لیئے جاتے ہیں۔ اس علاقے میں مشہور ہے کہ جس فرد کو بھی اولاد کی خواہش ہو وہ وہاں جا کر دعا مانگے تو رب العزت اس کی مراد پوری کر دیتا ہے۔ ٹل میں ایک دینی مدرسہ ہے جس کے طلباء وہاں زیارت کے لیئے جاتے ہیں۔ گنبد کے باہر زمین دوز تہہ خانے ہیں جو اگلے وقتوں میں بطور خانقاہ اور چلہ گاہ استعمال ہوتے تھے۔ آج کل وہاں پر قرآن پاک اور فقہ و شرح کی کتابوں کے پھٹے پرانے نسخے رکھے جاتے ہیں تاکہ ان کی بے حرمتی نہ ہو۔

یہ تھے خاندان نبوت کے گل سر سبد، ایک بزرگ اور ممتاز شخصیت، متوکل، عابد اور زاہد مرد، شیخ المشائخ، وقطب الاقطاب، عمدۃ الصالحین، زبدۃ العارفین، قدوۃ السالکین، ناصر الملت والدین، پیر طریقت وشریعت حضرت پیر سباک رحمۃ اللہ علیہ۔

موضع بلند خیل ٹل ضلع کوہاٹ میں واقع آپ کے مزار کی تصاویر "تذکرہ سادات پیر سباک" کی جدید اشاعت میں دی گئی ہیں۔ اور مزار پر نصب کتبہ پر بسملہ نیز قرآنی آیت کے نیچے یہ عبارت لکھی ہوئی ہے:

"مزار پُر انوار سید السادات شیخ المشائخ قطب دوراں غوث الزمان تاج الفقراء حضرت سید محمود شاہ بخاری الملقب بہ حضرت پیر حاجی بابا رحمۃ اللہ علیہ۔ تاریخ وفات تقریباً ۱۰۲۳ھ"۔

پیر سباک رحمۃ اللہ علیہ کے تین بیٹے تھے۔ پیر فرید الدین، پیر حاجی رکن الدین، پیر رحیم الدین۔

حضرت سید فرید الدین نور محمد قدس سرہ اپنے والد بزرگوار حضرت سید ناصر الدین محمود قدس سرہ سے سلسلہ سہروردیہ میں اور حضرت شیخ سید آدم بنوری قدس سرہ سے سلسلہ قادریہ نقشبندیہ

مجددیہ میں اور حضرت شیخ عبدالوہاب اخون پنجو بابا قدس سرہ سے سلسلہ چشتیہ میں، اور حضرت سید سلیمان گیلانی اور ان کے فرزند حضرت سید یونس گیلانی قدس سرھما (ان دونوں بزرگوں کے مزارات خادہ تحصیل وضلع مردان میں ہیں) سے سلسلہ قادریہ میں مجاز طریقت ہوئے۔ آپ کا وصال ۱۰۵۹ھ/ ۱۶۴۹ء میں ہوا۔ پیر فرید الدین کا مزار اقدس نوشہرہ سے راولپنڈی جانے والی سڑک کے کنارے موضع سڑھیری کئی خیل کے قبرستان میں واقع ہے۔

پیر حاجی رکن الدین رحمۃ اللہ علیہ پیر سباک کے دوسرے فرزند تھے۔ ان کی اولاد کی ایک شاخ موضع لنگر تحصیل فتح جنگ ضلع اٹک میں ''حویلی پیراں'' کے نام سے مشہور ہے۔ اور پیر سباک کے تیسرے فرزند پیر رحیم الدین کی اولاد ''رحیم الدین خیل'' کے نام سے موضع پیر سباک میں موجود ہے۔

پیر سباک کے دوسرے فرزند حاجی رکن الدین کی اولاد میں عالم شاہ اور پیر مہدی شاہ کی زیارتیں آج بھی مرجع خلائق ہیں۔ عالم شاہ ولد سیف الدین کا مزار موضع کال ضلع اٹک میں واقع ہے۔ موضع کال، بسال اور فتح جنگ کے درمیان ایک چھوٹا سا ریلوے سٹیشن ہے۔ جب کہ حضرت فیض درجات، پیر طریقت، قبلہ عالم، سید مہدی شاہ رحمۃ اللہ علیہ کا مزار اقدس موضع لنگر شریف فتح جنگ، ضلع اٹک میں واقع ہے، جس پر ہر سال ایک عرس ہوتا ہے۔ ان کے فرزندوں میں علامہ محمد زبیر شاہ، جامعہ اسلامیہ غوثیہ چکوال کے بانی ہیں۔ دوسرے بیٹے صاحب زادہ محمد انور شاہ جامعہ اسلامیہ رحمانیہ ہری پور ہزارہ میں شیخ الحدیث ہیں۔

اور اس تحریر کے آغاز میں آچکا کہ ''تذکرہ سادات پیر سباک'' کے مصنف ڈاکٹر سید چراغ حسین شاہ ضلع لکی مروت کے گاؤں تاجہ زئی کے باشندہ اور ۲۰۲۲ء میں پشاور میں مقیم ہیں۔ کتاب کے آخری صفحات پر اپنے خاندان کے بارے میں بتایا کہ میرا نسب نامہ پیر سید زین الدین بن پیر فرید الدین بن حضرت پیر سید محمود شاہ پیر سباک سے جاملتا ہے۔ جن کی نسل سے میرے جد امجد اعظم شاہ موضع بیت الغریب سے اٹھ کر موضع بتی سر ضلع میانوالی علاقہ بھنگی خیل خٹک میں آباد ہوئے۔ کچھ عرصہ کے بعد ان کے والد حمید شاہ بھی ان کے پیچھے بتی سر آئے۔ میرے والد محترم حاجی الحرمین کیپٹن سید حلیم شاہ ۱۹۴۰-۴۱ء کے لگ بھگ بتی سر

سے چل کر موضع تاجہ زئی ضلع بنوں میں آباد ہوئے، وہ ۱۹۱۳ء میں پیدا ہوئے۔ تاریخ وفات والد بزرگوارم ۲۲ رمضان المبارک بمطابق یکم اگست ۱۹۸۱ء۔ میرے نانا کا آبائی وطن موضع لنگر ضلع کیمبل پور (اب ضلع اٹک) ہے۔ وہ ۳۰۔۱۹۲۹ء کے آس پاس موضع لنگر کو چھوڑ کر موضع خواجہ خیل ضلع بنوں تشریف لائے۔ کچھ سال وہاں رہنے کے بعد تاجہ زئی گاؤں میں مستقلاً آباد ہوئے۔

کتاب ''تذکرہ سادات پیر سباک'' میں بخاری سادات کی شاخ پیر سبا کی سادات کے جد اعلیٰ حضرت پیر سیّد محمود شاہ عرف پیر سباک رحمۃ اللہ علیہ مزار بمقام بلند خیل نزد ٹل ضلع کوہاٹ کے دست یاب حالات و کرامات، نیز ان کے چند خلفاء و مریدین، اور معاصر علماء ومشائخ، خاندان کی بعض شخصیات کے احوال اور شجرہ نسب دیئے گئے ہیں۔

آخر میں واضح رہے کہ نوشہرہ کے نزدیک ''پیر سباک'' نامی گاؤں جسے ''پیر سباق'' بھی لکھا جاتا ہے۔ وہاں اہل سنت علماء ومشائخ کا ایک اور جلیل القدر خاندان بھی آباد ہے، جن کا سلسلہ نسب حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے جا ملتا ہے۔ اس گھرانہ کے حضرت مولانا حکیم عبدالسلام بن حضرت محمد نور الحق بابا نور رحمہما اللہ تعالیٰ نے ۲۴ مئی ۲۰۰۴ء کو وفات پائی۔ ان کے مختصر حالات نیز مزار کی تصویر ''تذکرہ سادات پیر سباک'' کی جدید اشاعت کے ضمیمہ میں دیئے گئے ہیں۔ اور آپ ''پیر سباق ثانی'' کے لقب سے مشہور ہیں۔ آستانہ کے ساتھ عظیم الشان مدرسہ جاری ہے اور ان دنوں حضرت عبدالسلام فاروقی عرف پیر سباک ثانی کے فرزندان مولانا حافظ ہدایت احمد اور پروفیسر صاحب زادہ قاری محمد اقبال فاروقی خانقاہ و مدرسہ کا نظام بخوبی جاری رکھے ہوئے ہیں۔ سجادہ نشین مولانا حافظ ہدایت احمد کے فرزند صاب زادہ مجیب احمد بھی دینی علوم سے آراستہ ہیں۔ علاوہ ازیں ''اخوند سباک'' کے نام سے ایک دوسرے بزرگ ضلع مردان کے گاؤں رستم میں بھی مدفون ہیں۔

☆

عمدۃ المدرسین علامہ سیّد محمد زبیر شاہ، چکوال

مولانا محمد صدیق ہزاروی

[یہ تحریر مولانا محمد صدیق ہزاروی کی کتاب "تعارف علماء اہل سنت" صفحہ ۱۱۶ تا ۱۱۸ سے منقول ہے۔ جو حضرت شیخ القرآن کی زندگی میں ۱۳۹۹ھ/۱۹۷۹ء میں مکتبہ قادریہ لاہور سے شائع ہوئی۔]

استاذ العلماء حضرت علامہ مولانا سیّد محمد زبیر شاہ بن سیّد محمد مہدی شاہ، ضلع کیمبل پور کے موضع لنگر میں پیدا ہوئے۔ آپ نسباً سیّد ہیں اور آپ کے والد اور نانا رحمہما اللہ اپنے وقت کے جید عالم تھے۔

تعلیم و تربیت

آپ نے علوم اسلامیہ کی کتب متداولہ مختلف مساجد میں پڑھنے کے بعد جامعہ رضویہ مظہر اسلام فیصل آباد میں کتب حدیث پڑھ کر سند فراغ اور دستار فضیلت حاصل کی۔ آپ کو جن مایہ ناز اکابر اہل سنت کی شاگردی کا شرف حاصل ہے، ان میں محدث اعظم پاکستان حضرت مولانا محمد سردار احمد، مولانا محمد دین بدھوی المعروف بہ منطقی بابا رحمہما اللہ اور حضرت مولانا فضل حق خطیب فتح جنگ کے اسماء گرامی شامل ہیں۔

تائید غیبی

آپ چکوال میں مولوی محمد سلیمان (دیوبندی) کے ہاں زیر تعلیم تھے کہ محدث اعظم پاکستان مولانا محمد سردار احمد صاحب قدس سرہ ایک تبلیغی جلسہ سے خطاب کرنے کے لیے تشریف لائے، حضرت شاہ صاحب کو تقریر دل پذیر کا شوق سماع جلسہ گاہ میں جانے پر مجبور کر رہا تھا جب کہ مولوی محمد سلیمان نے آپ کو کمرے میں بند کر کے دروازے پر اپنی چارپائی بچھا لی۔ بایں ہمہ آپ کی سعادت مندی نے یاوری کی اور آپ حضرت محدث اعظم کی خدمت میں حاضر ہونے میں کامیاب ہو گئے۔ تقریر سے متاثر ہو کر شرف ملاقات حاصل کیا۔ حضرت

محدث اعظم نے آپ کو فیصل آباد میں حصول تعلیم کا مشورہ دیا اور یوں اہل سنت کا یہ مجاہد تائید ایزدی سے صحیح سمت روانہ ہوا اور اہل باطل کے لیے ننگی تلوار بن کر چمکا۔

تدریسی زندگی

آپ نے تدریس کا آغاز پاکپتن شریف سے کیا۔ کچھ عرصہ دارالعلوم اسلامیہ رحمانیہ ہری پور (ہزارہ) میں پڑھانے کے بعد ایک سال دارالعلوم اشرف المدارس اوکاڑہ میں مسند تدریس پر فائز رہے۔ کچھ مدت مدرسہ اشاعت العلوم چکوال میں تدریس فرمانے کے بعد چکوال ہی میں جامعہ اسلامیہ غوثیہ کے نام سے ایک دارالعلوم جاری فرمایا، جہاں چند سالوں سے علوم وفنون کا فیض جاری کیا ہوا ہے علاوہ ازیں تیس سال سے آپ رمضان المبارک میں قرآن کریم کی تفسیر (دورہ تفسیر) بھی پڑھا رہے ہیں۔

تبلیغ دین

آپ اہل سنت کے عظیم بے باک اور نڈر مبلغ ہیں، چنانچہ ہری پور میں قیام کے دوران آپ نے مخالفتوں اور سازشوں کے باوجود ہزارہ ڈویژن کے اطراف واکناف میں بڑی مؤثر تبلیغ فرمائی اور عقائد باطلہ کے پرچار کی وجہ سے مکدر ہونے والی فضا کو صاف کر کے گم گشتہ راہ لوگوں کو صراط مستقیم پر گامزن فرمایا۔

قاتلانہ حملہ

عقائد صحیحہ کی ترویج واشاعت مبتدعین کو ایک آنکھ نہ بھائی، چنانچہ اسی جلن کی وجہ سے چکوال کے مبتدعین نے ایک جامع منصوبے کے تحت آپ پر اس وقت حملہ کر دیا، جب آپ ایک دینی جلسہ گاہ سے خطاب کر کے واپس تشریف لا رہے تھے۔ اگرچہ کافی زخم آئے، لیکن اللہ تعالیٰ نے اس عظیم مبلغ کو اپنے فضل وکرم سے بچالیا اور دشمن خائب وخاسر ہوئے۔

بیعت وخلافت

آپ کو اپنے استاذ محترم حضرت محدث اعظم پاکستان مولانا محمد سردار احمد رحمہ اللہ سے

بیعت وخلافت کا شرف حاصل ہے۔

مشہور تلامذہ

فراغت کے بعد آج تک آپ کا وقت تدریس میں گزرا اور کافی تعداد میں علماء نے آپ سے شرف تلمذ حاصل کیا۔ چند تلامذہ کے اسماء گرامی درج ذیل ہیں۔

۱۔ مولانا مفتی محمد ریاض الدین مہتمم جامعہ غوثیہ معینیہ کیمبل پور۔

۲۔ مولانا قاری محمد افضل خطیب قلعہ پچھمن سنگھ لاہور۔

۳۔ مولانا سید محمد انور شاہ، صدر مدرس جامعہ نوریہ غوثیہ ہری پور ہزارہ۔

۴۔ مولانا محمد بشیر، مدرس جامعہ حنفیہ قصور۔

OOOO

آفتاب اہل سُنّت ، ماہتابِ طریقت

شیخ القرآن علامہ سید محمد زبیر شاہ صاحب قادری رضوی علیہ الرحمۃ
یکم مئی بروز جمعۃ المبارک ۸ بجے شام انتقال ہوا۔ (اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن)

مولانا محمد ضیاء اللہ قادری سیالکوٹی

(مولانا محمد ضیاء اللہ قادری رحمۃ اللہ علیہ کا یہ مضمون حضرت شیخ القرآن کی وفات کے موقع پر ماہنامہ "ماہ طیبہ" سیالکوٹ، شمارہ جون ۱۹۹۸ء صفحہ ۳۹ تا ۴۸ پر شائع ہوا، جو ہمیں علامہ محمد حبیب الرحمان سیالوی، چکوال نے فراہم کیا۔)

ولادت

آپ ۱۹۳۵ء میں تحصیل فتح جنگ ضلع اٹک کے ایک چھوٹے سے گاؤں لنگر شریف میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد ماجد سید محمد مہدی شاہ صاحب علیہ الرحمۃ ایک درویش صفت عالم اور بزرگ تھے۔ جو کھیتی باڑی کر کے گزر اوقات فرماتے۔ اور طلباء کو تعلیم دیتے اور ان کے خورد ونوش کا انتظام فرماتے۔

ابتدائی تعلیم

علامہ سید محمد زبیر شاہ صاحب علیہ الرحمۃ نے ابتدائی تعلیم اپنے والد ماجد سے حاصل کی۔ اس کے ساتھ فارسی کتب کی تکمیل بھی انہیں سے فرمائی۔ آپ کے گاؤں لنگر شریف سے چند میلوں کے فاصلہ پر کریما گاؤں تھا۔ وہاں علامہ فضل حق صاحب قریشی رہائش پذیر تھے اور ایک جید عالمِ دین تھے۔ آپ کے والد ماجد نے اپنے لختِ جگر کو صرف ونحو کے علوم کی تکمیل کے لیے ان کی خدمت میں پیش کیا۔ چنانچہ آپ نے شرح جامی تک کتابیں ان سے پڑھیں۔ شاہ صاحب ایک ہونہار طالب علم تھے۔ استاذ العلماء علامہ فضل حق قریشی علیہ الرحمۃ ان کی

ذہانت کے پیش نظر ان کو استاذ المناطقہ علامہ محمد دین علیہ الرحمۃ آف بڈھو کی خدمت میں خود لے کر حاضر ہوئے اور بقیہ کتب کی تکمیل کے لیے ان کی خدمت میں پیش کیا۔ علامہ محمد دین علیہ الرحمۃ کی علمی شہرت کا برصغیر معترف ہے۔ شیخ القرآن علیہ الرحمۃ کی ذہانت اور علم دین کے حصول میں لگن کے پیش نظر ان کو قبول فرمالیا۔ چنانچہ حضرت علامہ محمد دین علیہ الرحمۃ جہاں کہیں بھی تشریف لے گئے قبلہ شاہ صاحب (علیہ رحمۃ) کو بھی ساتھ لے گئے اور خصوصی توجہ سے آپ کو اسباق پڑھائے کیوں کہ آپ یہ جان گئے تھے کہ یہ ہونہار طالب علم ایک وقت دُنیائے اسلام کا ایک عظیم علامہ ہوگا جس کے علم وفضل سے ایک مخلوق فیض حاصل کرے گی۔ ان کا فیضان اس سیدزادے کے واسطے سے عرب وعجم میں پہنچے گا۔

درس نظامی کی کتب میں دسترس حاصل کرنے کے بعد آپ کے والد ماجد کی خواہش تھی کہ میرا لڑکا مولوی فاضل کا امتحان بھی پاس کرے، چنانچہ ان کے علاقہ کے مولوی سلیمان صاحب تھے۔ جو کہ اُس وقت چکوال میں مدرس تھے۔ مگر عقیدۃً دیوبندی تھے۔ انہوں نے آپ کے والد ماجد سید مہدی شاہ صاحب علیہ الرحمۃ سے کہا کہ یہ بچہ میرے حوالے کردو۔ میں اس کو مولوی فاضل کا کورس کراؤں گا۔ چنانچہ آپ کے والد نے ان کے پاس چکوال بھیج دیا۔

محدث اعظم کی زیارت

شیخ القرآن علیہ الرحمۃ وہاں مولوی فاضل کی تیاری کر رہے تھے کہ ایک دن چکوال کی مرکزی جامع مسجد حنفیہ میں جلسہ معراج النبی ﷺ کا اعلان ہوا، اس میں خطاب کرنے والے محدثِ اعظم پاکستان نائب اعلیٰ حضرت اُستاذ الاساتذہ علامہ الحاج ابوالفضل محمد سردار احمد علیہ الرحمۃ قادری رضوی لائل پوری کی شخصیت تھی۔ مولانا محمد اسحاق صاحب رضوی نے ان کو مدعو فرمایا تھا۔

شیخ القرآن علامہ سید محمد زبیر شاہ صاحب علیہ الرحمۃ نے ایک دفعہ خود یہ واقعہ سنایا کہ مولوی سلیمان صاحب نے تمام طلباء کو سختی سے کہا کہ کوئی طالب علم رات کو جلسہ سُننے کے لیے نہ جائے۔ شاہ صاحب علیہ الرحمۃ نے فرمایا، مجھے محدث اعظم پاکستان علیہ الرحمۃ کی تقریر سننے کا

اور زیادہ اشتیاق ہوگیا۔ میں رات کو چوری چھپے اُن کی تقریر سُننے کے لیے چلا گیا۔

حضرت محدّث اعظم پاکستان علیہ الرحمۃ کی جب زیارت کی تو طبیعت کو بہت سکون ملا۔ جب آپ کی تقریر سُنی تو دل کی کایا پلٹ گئی۔

تقریر کے بعد آپ کی دست بوسی کا شرف حاصل کیا تو آپ نے فرمایا کہ کون سی کتابیں پڑھتے ہو، تو میں نے اپنے اسباق عرض کیے۔ تو حضرت محدّث اعظم پاکستان علیہ الرحمۃ نے فرمایا، دورہ حدیث شریف کے لیے لائل پُور تشریف لے آؤ۔

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ محدث اعظم پاکستان علیہ الرحمۃ کی نگاہِ ولایت نے یہ جان لیا کہ یہ سیّد اہلِ سُنت کا آفتاب اور طریقت کا ماہتاب ہوگا۔

شاہ صاحب علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ اُس دن کے بعد میرا کہیں دل نہ لگا۔ اور بس یہی خواہش تھی کہ حضرت محدّث اعظم پاکستان علیہ الرحمۃ کے قدموں میں پہنچوں۔ چنانچہ چکوال سے میں گھر والد ماجد علیہ الرحمۃ کی خدمت اقدس میں حاضر ہُوا اور دورہ حدیث شریف لائل پور شریف پڑھنے کی خواہش کا اظہار کیا۔ تو آپ کے والد ماجد علیہ الرحمۃ نے آپ کے اُستاذ علّامہ فضل حق قریشی علیہ الرحمۃ کو ساتھ بھیجا۔

لائل پور شریف میں حاضری

چنانچہ آپ جب لائل پور شریف حاضر ہوئے تو سخت گرمی کا موسم تھا۔ شاہ صاحب علیہ الرحمۃ نے ایک دفعہ ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ جس کمرہ میں حضرت محدّث اعظم پاکستان علیہ الرحمۃ جلوہ افروز تھے۔ اس وقت شیر اہلِ سنّت علّامہ محمد عنایت اللہ صاحب قادری علیہ الرحمۃ سانگلہ ہل والے بھی وہاں کمرہ میں موجود تھے۔ دروازہ کے باہر ایک آدمی تھا، میں نے اُس سے پُوچھا کہ حضرت صاحب کہاں ہیں، تو کمرہ کے اندر ہی حضرت محدّث اعظم پاکستان علیہ الرحمۃ میری آواز کو پہچان گئے۔ فرمایا شاہ صاحب کو اندر آنے دو۔ قبلہ شاہ صاحب علیہ الرحمۃ نے فرمایا۔ آپ میری آواز سے پہچان گئے۔ جب کہ میری آپ سے ملاقات صرف ایک دفعہ ہی چکوال جلسہ پر ہوئی تھی۔

دورہ حدیث شریف کے دوران حضرت محدّث اعظم پاکستان علیہ الرحمۃ کی عنایات اور

توجہات نے حضرت قبلہ شاہ صاحب کو کندن بنا دیا۔ اعلیٰ حضرت عظیم البرکت امام اہل سنت مجدد دین وملت امام الشاہ احمد رضا خان بریلوی علیہ الرحمۃ کے عظیم، نڈر، بے لوث اور مخلص سپاہی بن گئے۔ شاہ صاحب علیہ الرحمۃ کی ساری زندگی اس حقیقت کی ایک کھلی ہوئی کتاب ہے۔ حضرت محدث اعظم علیہ الرحمۃ نے سند حدیث کے ساتھ آپ کو خلافت سے بھی نوازا۔

پاکپتن شریف اور اوکاڑہ میں تدریس

شاہ صاحب علیہ الرحمۃ علمی طور پر بہت مضبوط تھے آپ کو درسی کتابیں ازبر یاد تھیں۔ محدث اعظم پاکستان علیہ الرحمۃ کی نگاہ ولایت دیکھ رہی تھی کہ یہ سید علم وفضل کا ایک آفتاب بن کر چمکے گا۔ آپ نے دورہ حدیث سے فارغ ہونے کے بعد قبلہ شاہ صاحب علیہ الرحمۃ کی تدریس کے لیے خواجہ فرید الدین مسعود گنج شکر علیہ الرحمۃ کی نگری پاکپتن شریف میں ڈیوٹی لگا دی۔ آپ وہاں تشریف لے گئے اور تدریس کے فرائض سرانجام دیتے رہے۔

پاکپتن شریف کے بعد جامعہ حنفیہ اشرف المدارس اوکاڑہ حضرت شیخ القرآن علامہ غلام علی صاحب اوکاڑوی مدظلہ العالی کے مدرسہ میں تدریس فرمائی۔

مگر یہ اوکاڑہ، ساہیوال کے اضلاع آپ کے اپنے آبائی علاقہ تحصیل فتح جنگ سے بہت دور تھے۔ آپ کے والد ماجد حضرت سید مہدی شاہ صاحب علیہ الرحمۃ کیونکہ عمر رسیدہ تھے۔ آپ کی خواہش تھی کہ شاہ صاحب کہیں قریب تدریس فرمائیں، جب کہ لاہور کے کئی مدارس کے مہتمم حضرات نے قبلہ شاہ صاحب علیہ الرحمۃ کے لیے بہت خواہش کا اظہار فرمایا۔ تو انہیں دنوں ہری پور ہزارہ کے مدرسہ رحمانیہ کے مہتمم حضرات نے آپ کے والد ماجد علیہ الرحمۃ کی خدمت میں حاضر ہو کر شاہ صاحب کے لیے جامعہ رحمانیہ میں تدریس فرمانے کے لیے اپنی خواہش کا پُر زور اظہار کیا۔ تو آپ کے والد ماجد علیہ الرحمۃ نے بھی ضلع ہزارہ کے علاقہ میں آپ کی اشد ضرورت محسوس کرتے ہوئے اُن کی خواہش کے مطابق وعدہ فرمایا۔

ہری پور ہزارہ میں آمد

ہزارہ کا علاقہ دیوبندیوں کا گڑھ تھا۔ مگر شیخ القرآن علامہ سید محمد زبیر شاہ صاحب علیہ الرحمۃ کی تشریف آوری سے اور آپ کی تدریسی اور تبلیغی انتھک محنت سے ہزارہ مسلک حق اہل

سنت و جماعت کا گہوارہ بن گیا اور امام اہل سنت مجدد دین وملت الشاہ احمد رضا خان بریلوی کے مشن کی آماجگاہ بن گیا۔ جامعہ رحمانیہ کا نام روشن ہوا۔ دیو بندیت اور وہابیت قبلہ شاہ صاحب کے نام سے لرزتی تھی اور آج بھی لرزتی ہے۔ ضلع ہزارہ میں یارسول اللہ کے نعروں کی گونج اور الصلوۃ والسلام علیک یارسول اللہ کی صدائیں اس وقت سے گونج رہی ہیں۔ جس کے اپنے اور بیگانے سبھی معترف ہیں۔ سرحد کے علاقہ میں سینکڑوں آپ کے شاگرد ہیں۔ جو مسلک حق اہل سنت و جماعت کی تبلیغ اور تشہیر فرمارہے ہیں۔

مفسر قرآن علامہ پیر مفتی ریاض الدین صاحب آف اٹک

جامعہ رحمانیہ ہری پور ہزارہ کے دور میں ہی علامہ پیر مفتی محمد ریاض الدین صاحب نے آپ سے کتابیں پڑھیں۔ مفتی صاحب کے والد ماجد علیہ الرحمۃ نے اپنے صاحبزادہ کو قبلہ شاہ صاحب علیہ الرحمۃ کی خدمت میں پیش کیا۔ قبلہ شاہ صاحب علیہ الرحمۃ کی محنت اور شفقت کا نتیجہ ہے کہ آج قبلہ مفتی صاحب مفسر قرآن (تفسیر ریاض القرآن مکمل آپ نے پانچ جلدوں میں تحریر فرمائی ہیں) بھی ہیں۔ تفسیر کے علاوہ آپ نے کافی کتابیں تحریر فرمائی ہیں۔ جامعہ ریاض العلوم کے مہتمم بانی ہیں۔ اٹک میں آپ نے عظیم الشان دارالعلوم کی بنیاد رکھی جس میں سینکڑوں طلبہ پڑھ رہے ہیں اور سینکڑوں فارغ التحصیل ہو کر مسلک حق اہل سنت و جماعت کی خدمت سرانجام دے رہے ہیں۔

ہری پور میں محدث اعظم کی تشریف آوری

ہری پور ہزارہ میں آپ کی تدریس کے دوران حضرت محدث اعظم پاکستان علیہ الرحمۃ کئی دفعہ تشریف لے گئے بلکہ جس سال محدث اعظم پاکستان علیہ الرحمۃ کا وصال ہونا تھا۔ اس سال بھی آپ تشریف لے گئے اور کافی دن وہاں آپ قیام پذیر رہے۔ شاہ صاحب قبلہ علیہ الرحمۃ کو اپنے اُستاذ اور شیخ کی خدمت کرنے کی سعادت حاصل رہی۔ ان ایام کا تذکرہ قبلہ شاہ صاحب علیہ الرحمۃ بڑے محبت بھرے انداز سے فرماتے تھے۔

محدث اعظم پاکستان علیہ الرحمۃ بھی اپنی نگاہ انتخاب سے بہت ہی زیادہ خوش تھے۔ جس محنت اور لگن سے قبلہ شاہ صاحب تدریسی اور تبلیغی خدمات سرانجام دیتے تھے۔ اُس سے

آپ اور خوش تھے۔ بلکہ کئی دفعہ شاہ صاحب علیہ الرحمۃ کو حضرت نے ارشاد فرمایا کہ شاہ صاحب کچھ آرام کے لیے بھی وقت مخصوص فرمالیں۔ اپنی صحت کا بھی خیال فرمائیں۔

شاہ صاحب علیہ الرحمۃ ایک مدبر قسم کی شخصیت تھی آپ کی دُور رس نگاہیں دیکھ رہی تھیں کہ ہری پور ہزارہ میں TANDT کی جو فیکٹری ہے۔ یہاں ملک بھر سے لوگ ملازمت کے لیے آئیں گے۔ اور دوسرے طبقہ کے لوگ بہت ہوشیار ہوتے ہیں۔ ان کے مقابلہ میں اہل سُنت و جماعت کچھ نرم واقعہ ہوتے ہیں۔ تو وہاں پر آپ نے TANDT کالونی کے باہر بر لب سڑک عظیم الشان جامع مسجد نُور کی بُنیاد رکھی۔ جو اہل سُنت و جماعت کا مرکز ہے۔ آپ کے برادر اصغر علامہ سید محمد انور شاہ صاحب کی وہاں تقرری فرمائی۔ جو الحمد للہ رب العالمین بڑے احسن طریقہ سے مسلک حق اہل سنت و جماعت کی خدمت سرانجام دے رہے ہیں۔ خطابت کے فرائض بھی آپ فرما رہے ہیں اور وہاں دار العلوم بھی چلا رہے ہیں۔

جامعہ اسلامیہ غوثیہ چکوال کی زیر سرپرستی جشن میلاد النبی ﷺ اور شہداء کربلا علیہم الرضوان کے سلسلہ میں سالانہ دو عظیم الشان پروگرام ہوتے ہیں۔

ہری پور ہزارہ کے مضافات میں جتنے اجلاس اور تبلیغی پروگرام ہوتے ہیں۔ ان سب کی بنیاد اور لوگوں میں ذوق وشوق قبلہ شاہ صاحب علیہ الرحمۃ کی کوششوں کا نتیجہ ہے۔

علامہ یعقوب ہزاروی، جو کہ آج کل مرکزی دار العلوم جامعہ رضویہ ضیاء العلوم راولپنڈی میں مدرس ہیں۔ علامہ محمد صدیق ہزاروی جو آج کل مرکزی دار العلوم جامعہ نظامیہ میں مدرس ہیں۔ علامہ محمد ایوب صاحب ہزاروی جو آج کل انگلینڈ کے مشہور شہر لوٹن کی مرکزی جامع مسجد کے خطیب و مدرس ہیں۔ ان حضرات کو جامعہ رحمانیہ ہری پور ہزارہ میں آپ کے قیام کے دوران آپ سے شرف تلمذ کا شرف حاصل ہے۔

چکوال میں آمد

مدرسہ اشاعت العلوم کی انتظامیہ نے چکوال کی حالت کے پیش نظر شیخ القرآن علامہ سید محمد زبیر شاہ صاحب علیہ الرحمۃ کو چکوال تشریف لانے پر بضد مجبور کیا۔ آخر شاہ صاحب چکوال تشریف لے آئے اور مدرسہ اشاعت العلوم میں صدر مدرس کی حیثیت سے فرائض سنبھال

لیے۔شاہ صاحب علیہ الرحمۃ جہاں بہترین مدرس تھے۔ وہاں وہ ایک بہترین مقرر، خطیب اور بہترین مناظر بھی تھے۔ شاہ صاحب علیہ الرحمۃ کی رگ رگ میں ملی اور ملکی غیرت تھی۔ گلستان محدث اعظم علیہ الرحمۃ کے خوشبودار پھول تھے۔ وہ جہاں بھی تشریف فرما ہوتے تو وہ جگہ خوشبو سے مہک اٹھتی۔

شاہ صاحب علیہ الرحمۃ کی تشریف آوری سے چکوال کا سارا علاقہ مہک اٹھا۔ آپ نے قرآن وحدیث کی روشنی میں اہل سُنت و جماعت کے مسلک کو جب دلائل سے واضح فرمایا۔ تو دیو بندیت میں دراڑیں پڑنی شروع ہو گئیں۔ جب لوگوں کے سامنے آپ نے دیو بندی عقائد اور حقائق پیش کیے تو سادہ لوح مسلمانوں کی آنکھیں کھلیں۔ آپ نے جگہ جگہ اکابر علماء دیو بند کو چیلنج کیے مگر کسی کو آپ کے سامنے آنے کی جرأت نہ ہوئی۔ شہر اور مضافات شہر میں جب دیو بندیوں کو شاہ صاحب نے بے نقاب کیا اُن کی اصلیت اور حقیقت دلائل سے ان کی کتب سے واضح کی اور عوام کو بتایا کہ یہ اہل سنت و جماعت نہیں ہیں۔ اُن کا اہل سُنت کہلانا عیاری اور مکاری ہے۔ اور دیو بندی علماء میں سے آپ کے مقابلہ میں آنے کی بھی کسی کو جرأت نہ ہوئی۔ کیونکہ علم وفضل کے لحاظ سے بھی شاہ صاحب کے سامنے کسی کو آنے کی جرأت نہ تھی تو انہوں نے اہل سنت و جماعت میں اختلاف ڈالنے کی کوششیں شروع کر دیں۔ مگر شاہ صاحب علیہ الرحمۃ ایک ایسی شخصیت تھے جن کو مسلک و مذہب کے معاملہ میں کوئی چیز بھی ہٹا نہ سکتی تھی۔ ایک تو اُن میں حیدری خون تھا۔ دوسرا محدث اعظم پاکستان علیہ الرحمۃ کی صحبت نے ان کو پارے کا سونا بنا دیا تھا۔

شاہ صاحب علیہ الرحمۃ کی ۶۳ سالہ زندگی کی کتاب کا ایک ایک باب اس حقیقت کا روشن ثبوت ہے۔ ان کی زندگی کا اولین مقصد یہ تھا۔

کروں تیرے نام پہ جاں فدا نہ بس ایک جاں دو جہاں فدا
دو جہاں سے بھی نہیں جی بھرا کروں کیا کروڑوں جہاں نہیں

راقم الحروف جب حضرت قبلہ شاہ صاحب علیہ الرحمۃ کی زیر صدارت جلسہ میں اعلیٰ حضرت عظیم البرکت امام اہل سُنت مجدد دین وملت امام الشاہ احمد رضا خاں بریلوی علیہ

الرحمۃ کا یہ شعر پڑھتا تو حضرت خوب جھومتے تھے۔

اس دوران بعض حضرات نے شاہ صاحب علیہ الرحمۃ کی خدمت میں حالات کا بہانہ بنا کر اپنے مشن میں ذرا لچک پیدا کرنے کے لیے عرض کیا۔ تو آپ نے ان کو دوٹوک جواب دے دیا۔ آپ مخالفانہ سازشوں سے بھی باخبر تھے۔ ان کی کوشش تھی کہ کسی نہ کسی طریقہ سے یہ شیر اہل سُنّت قبلہ شاہ صاحب چکوال سے چلے جائیں۔ مگر شاہ صاحب علیہ الرحمۃ اور اُن کے عقیدت مندوں نے یہ تہیہ کر لیا تھا کہ چکوال شہر میں رضوی جھنڈا لہرائے گا۔ اب کوئی سازش بھی اس شیر کے مشن کو ختم نہیں کر سکتی۔

جامعہ اسلامیہ غوثیہ کی بنیاد

چنانچہ آفتاب اہل سُنّت علامہ پیر سید محمد زبیر شاہ صاحب علیہ الرحمۃ نے جنرل بس سٹینڈ کے قریب جامعہ اسلامیہ غوثیہ کے لیے وسیع و عریض جگہ حاصل کر کے وہاں مسلک حق اہل سنت و جماعت کا جھنڈا گاڑ دیا۔ الحمدللہ!

احمد رضا کے فیض کا دَر ہے کھلا ہوا
اور قادری فقیروں کا جھنڈا گڑھا ہوا

شاہ صاحب علیہ الرحمۃ کی شب و روز کی کوششوں سے جامعہ اسلامیہ غوثیہ کی بہترین عمارت ہے جس میں طلبہ کی رہائش کا معقول انتظام ہے۔ طلباء کے خورد و نوش کے لیے مطبخ ہے۔ لائبریری ہے، مہمانوں کے لیے مہمان خانہ ہے۔ یہ سب انتظامات قبلہ شاہ صاحب کی کوششوں سے ہیں، شاہ صاحب علیہ الرحمۃ نے جامعہ کے لیے کوئی سفیر مقرر نہ فرمائے تھے اور نہ ہی جگہ جگہ تعاون کی اپیل فرمائی۔ راقم الحرف نے قبلہ شاہ صاحب علیہ الرحمۃ کی زیر صدارت اور سرپرستی میں چکوال ضلع چکوال اور دیگر اضلاع اور شہروں میں سینکڑوں تقاریر کی ہیں۔ مگر شاہ صاحب علیہ الرحمۃ نے کبھی بھی جامعہ اسلامیہ کے لیے مالی تعاون کی نہ خود اپیل کی اور نہ ہی کسی مقرر یا خطیب یا خادم یا شاگرد کو فرمایا۔ بلکہ اشارۃً بھی کبھی نہ فرمایا۔

دورہ تفسیر القرآن کے اشتہار پر صرف اپیل کی جاتی تھی۔ وہ بھی میرا خیال ہے، مولانا محمد بشیر صاحب سیالوی جو اشتہار مرتب کرتے تھے۔ وہ ہی رواجی طور پر لکھ دیتے تھے۔

الغرض شاہ صاحب علیہ الرحمۃ کی ذات خود ہی ایک جماعت اور انجمن تھی۔ آپ نے اپنی زندگی دینِ اسلام اور مسلک اہل سنت و جماعت کے لیے وقف فرمائی تھی۔ راقم الحروف نے کبھی بھی قبلہ شاہ صاحب کو اپنی ذاتی غرض و مقاصد کے لیے سفر کرتے نہیں دیکھا۔

جب بھی نجی محفل ہوئی تو اُس میں بھی دینِ اسلام کے فروغ اور حبِ رسول اور عظمت رسول کا ہی تذکرہ مسلک کی اشاعت کا ہی تذکرہ تھا، اعلیٰ حضرت عظیم البرکت امام اہل سنت مجدد دین وملت امام الشاہ احمد رضا خان بریلوی علیہ الرحمۃ کی نعت کے اس شعر کے مطابق ہی آپ کی زندگی تھی۔ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ کا شعر حدیث رسول کی عکاسی کرتا ہے۔

"لَا يُؤْمِنُ اَحَدُكُمْ حَتّٰى اَكُوْنَ اَحَبَّ اِلَيْهِ مِنْ وَّالِدِهٖ وَ وَلَدِهٖ وَ النَّاسِ اَجْمَعِيْنَ"۔

شاہ صاحب علیہ الرحمۃ صبح سے لے کر قریباً ظہر تک لگا تار خود طلبہ کو اسباق پڑھاتے اور آپ کے پڑھانے کا انداز بہت ہی اعلیٰ تھا۔ غبی سے غبی طالب علم بھی سمجھ جاتا تھا۔ سبق پڑھاتے وقت سُستی کاہلی آپ کے قریب بھی نہ پھٹکتی تھی۔ آپ کو پڑھانے کا اتنا شوق تھا کہ کبھی بھی تھکاوٹ تک کا اظہار نہ فرمایا۔ پڑھانے کا یہ انداز شروع سے لے کر تادم آخر یہی رہا۔ طلبہ کے اسباق میں ناغہ نہیں ہونے دیتے تھے۔

تبلیغی خدمات

ضلع چکوال کے دیہاتوں میں بھی آپ نے کافی مقامات پر تبلیغی اجلاس کا سلسلہ شروع کر رکھا تھا۔ جو آپ کی زیرِ سرپرستی ہوتے تھے۔ آپ خود بھی تشریف لے جاتے تھے۔ مگر شاہ صاحب طلبہ کے اسباق میں ناغہ نہیں آنے دیتے تھے۔ تمام اسباق پڑھا کر اجلاس میں شرکت فرماتے، پھر اجلاس میں خود کرسی صدارت پر جلوہ افروز ہوتے تمام خطباء اور مقررین کی تقاریر دلچسپی سے سُنتے۔ راقم الحروف کو قریباً ہر اجلاس میں قبلہ شاہ صاحب مدعو فرماتے۔ میں نے کبھی بھی آپ کو جلسہ کی صدارت فرماتے ہوئے آپ کو سُستی اور کاہلی کا مظاہرہ فرماتے نہ دیکھا۔ آپ کا یہ سارا سلسلہ صرف اور صرف اسی لیے تھا کہ پیارے مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے دین اور مسلک کی سربلندی ہو۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے یہ جو زندگی عطا فرمائی وہ اس کا مقصد وحید یہی ہے۔ شاہ

صاحب علیہ رحمۃ کی ان تبلیغی، تدریسی اور تعلیمی خدمات اور کوششوں کا نتیجہ ہے کہ چکوال بلکہ ضلع چکوال میں اہل سنت و جماعت کا بچہ بچہ اس حقیقت کا معترف ہے۔ مخالفین نے شاہ صاحب کے خلاف کئی قسم کی سازشیں کرنے کی کوششیں کیں مگر وہ ناکام ہوئے شاہ صاحب علیہ الرحمۃ اپنے مشن میں کامیاب اور کامران ہوئے اور لوگوں کے سامنے دُودھ کا دُودھ اور پانی کا پانی کر دکھایا اور سادہ لوح مسلمانوں کو بھی پتہ چل گیا کہ اہل سُنت و جماعت کون ہیں اور ان کے عقائد کیا ہیں۔

ربیع الاوّل شریف کے مہینہ میں میلاد مصطفےٰ ﷺ اور محرم الحرام میں شہداء کربلا علیہم الرضوان کے سلسلہ میں اجلاس کی آپ نے بنیاد رکھی۔ کیونکہ چکوال میں شیعہ حضرات کی تعداد بھی کافی ہے اور وہاں دیو بندی حضرات نے یہ تاثر دے رکھا تھا کہ شیعہ حضرات کا رد اور ان کے عقائد کی تردید صرف ہم ہی کرتے ہیں۔ مگر شاہ صاحب علیہ الرحمۃ نے اُن پر واضح کر دیا کہ دیو بندی بھی غلط ہیں اور شیعہ بھی غلط عقائد والے ہیں۔ ہم اہل سُنت و جماعت ہی صحابہ کرام اور اہل بیت عظام علیہم الرضوان سے صحیح محبت رکھنے والے ہیں۔ بلکہ ہمارے عقائد وہی ہیں جو خلفاء راشدین صحابہ کرام اور اہل بیت عظام علیہم الرضوان کے تھے۔ آپ قرآن وحدیث اور شیعہ اور وہابی اکابر کی کتابوں سے بھی اپنے عقائد کو بہت احسن طریقہ سے بادلائل بیان فرماتے تھے۔ آپ کا مشن جنگ وجدل دہشت گردی اور لڑائی وغیرہ نہ تھا۔ آپ مثبت دلائل سے ہر ایک مکتب فکر کی تردید ان کے دعوؤں کی تکذیب اور مسلک اہل سُنت کی حقانیت پیش کرتے تھے۔ جس کا آج آپ کو ہر گاؤں میں اثر نظر آئے گا الحمدللہ رب العالمین۔

آپ کی تبلیغی تدریسی تعلیمی تمام پروگرام میں خلوص کارفرما تھا کسی قسم کا لالچ وخود غرضی ریا وغیرہ کا ذرہ بھر دخل نہ تھا جس کی گواہی ہر ایک سُنّی دے گا۔ یہی وجہ ہے کہ سُنّیت کو کامیابی حاصل ہوئی آج آپ کے وصال پر یہ سُنّی مغموم ہیں۔

راقم الحروف اچھی طرح جانتا ہے کہ تبلیغی اجلاس پر شاہ صاحب علیہ الرحمۃ اپنے پاس سے بھی اچھی خاصی رقم خرچ فرماتے تھے۔ مگر اس حقیقت کا اظہار شاہ صاحب علیہ الرحمۃ نے اشارۃً بھی کبھی نہ فرمایا۔ بعض علاقوں میں بے حسی ہے، مگر آپ نے اس کا بھی تذکرہ اشارۃً

کبھی نہ فرمایا۔ کہ لوگ تعاون نہیں کرتے وغیرہ، بلکہ آپ اجلاس میں فرمایا کرتے تھے کہ جلسہ والے دن آپ کا کام صرف کام کاج چھوڑ کر جلسہ گاہ میں اکٹھے ہونا ہے۔ باقی علماء کرام کو مدعو کرنا میرا کام ہے۔ آپ کوئی فکر نہ کریں۔

تمنا ہے کہ دُنیا میں کوئی کام کر جاؤں
اگر کچھ ہو سکے تو خدمت اسلام کر جاؤں

آپ کے اجلاس میں قریباً چار پانچ علماء کرام خطابات کے لیے مدعو ہوا کرتے تھے۔ اور آپ اُن کی آمد پر خوش ہوتے تھے اور اُن کی خدمت کر کے بھی خوش ہوتے تھے جب تک علماء کرام چکوال پہنچ نہ جاتے تھے، آپ مطمئن نہ ہوتے تھے۔

راقم الحروف حضرت قبلہ شاہ صاحب علیہ الرحمۃ کے نیاز مندوں میں اپنے آپ کو سمجھتا ہے جس کا قبلہ شاہ صاحب علیہ الرحمۃ کو بھی علم تھا۔ بلکہ فقیر ان کی دعوت پر شرکت کرنے کو اپنی سعادت سمجھتا تھا۔ یہ سمجھتا ہے کہ شاہ صاحب علیہ الرحمۃ کی دینی اور مذہبی کوششوں میں فقیر کا بھی کچھ حصہ ہو جائے تاکہ بخشش کا سامان ہو جائے مگر پھر بھی آپ کئی دفعہ فون پر تاکید فرماتے۔

شاہ صاحب علیہ الرحمۃ کی ساری زندگی مخلصانہ تھی۔ آپ کے ہاں کئی کئی دن ٹھہرنے کا اتفاق ہُوا۔ مگر وہاں پر قطعاً بوریت محسوس نہ ہوئی۔ دراصل شاہ صاحب علیہ الرحمۃ کے خلوص میں ہی ایسی مٹھاس تھی۔ اس حقیقت کی تصدیق شاہ صاحب علیہ الرحمۃ کے پاس ہر بیٹھنے والا کرے گا۔

شاہ صاحب علیہ الرحمۃ کو کسی کام کے کرنے یا کرانے کے لیے عرض کیا تو آپ کو اس سلسلہ میں بہت مخلص پایا آپ نے اس کام کو اپنا کام ہی سمجھا۔ جب تک کام نہیں ہوا۔ آپ کو سکون نہیں آیا۔

دورۂ تفسیر القرآن

جامعہ اسلامیہ غوثیہ میں آپ نے دورہ تفسیر القرآن شروع کیا اس دورہ کی بہت شہرت تھی۔ اسی لیے ملک کے طول وعرض سے طلبہ اس میں شریک ہوتے۔ جو اس دورہ میں شریک

ہوتا، وہ مسلک حق اہل سُنت و جماعت کا ایک مبلّغ اور سپاہی بن جاتا۔ اس دورہ کی خصوصیت یہ تھی کہ آپ قرآن وحدیث کی روشنی میں عقائد اہل سُنت و جماعت کی حقانیت اور فقہ حنفی کا حقانیت کے ساتھ ساتھ روز مرّہ کے نئے نئے مسائل کا حل بھی بیان فرماتے۔

دورہ میں شریک ملک کے مختلف مدارس کے منتہی طلبہ ہوتے تھے جو حضرت قبلہ شاہ صاحب کی علمی استعداد اور تدریسی انداز سے بہت متاثر ہوتے اور پھر وہ شاہ صاحب کے ہی ہوکر رہ جاتے۔

حضرت شاہ صاحب علیہ الرحمۃ کے ہزاروں شاگرد ہیں۔ جو ملک کے چاروں صُوبوں، آزاد کشمیر کے علاوہ بیرون ممالک میں بھی تبلیغ اور خدمتِ دین کا فریضہ سرانجام دے رہے ہیں۔ شاہ صاحب علیہ الرحمۃ نے تھوڑے ہی عرصہ میں دین اور مسلک کا بہت بڑا کام کیا کیو نکہ اُنہوں نے اپنی زندگی کا ہر لمحہ قیمتی سمجھا تھا۔ وہ یہ سمجھتے تھے کہ میرے والدین اور اساتذہ کرام نے میرے ذمہ جو فریضہ سونپا ہے۔ اُس میں کسی قسم کی کوتاہی نہ ہو۔ عملی لحاظ سے آپ کی زندگی اسلاف کا نمونہ تھی۔ معاملات میں آپ ایک مثالی شخصیت تھے۔ عبادات مین فرائض سنن اور مستحبات تک کا خیال فرماتے اور اپنے پاس بیٹھنے والوں کو تلقین فرماتے۔ اکثر بزرگان دین بالخصوص محدث اعظم پاکستان علیہ الرحمۃ کے زندگی کے واقعات اور معمولات بیان فرماتے بعض اوقات آپ کی آنکھیں پُرنم ہو جاتیں۔ نفلی عبادات اور شب بیدار تھے۔ مگر اس چیز کا اظہار نہیں ہونے دیتے تھے۔

شاہ صاحب علیہ الرحمۃ علماء میں اعلےٰ درجہ کے حامل تھے مدرّسین میں بلند پایہ مدرس تھے۔ خطباء میں بہترین خطیب، مناظرین میں کامیاب مناظر، دوستوں میں بہترین دوست، مبلغین، میں مخلص ترین مبلّغ، مشائخ میں اعلیٰ حیثیت کے حامل، اساتذہ میں مشفق ترین اُستاذ، مشیروں میں بہترین مشیر، عبادت گزاروں میں شب بیدار، عقائد کی پختگی میں پہاڑ۔

تحریک ختم نبوت میں محدث اعظم پاکستان علیہ الرحمۃ کے مشن کی پاسداری کرتے ہوئے عظیم الشان محرّک ثابت ہوئے۔ تحریک نظام مصطفےٰ ﷺ میں بھی اُصولوں کو مدنظر رکھتے ہوئے سوشلزم کے خلاف پُر زور تحریک چلائی اور خود بھی اور اپنے ہر شاگرد کو سوشلزم کے خلاف

کام کرنے کا حکم فرمایا اور تادمِ آخر تحریک نظامِ مصطفےٰ کے لیے کام کرتے رہے۔

شوگر کا مرض عرصہ سے تھا۔ مگر عرصہ دو سال سے اُس کے ساتھ گردہ کی مرض بھی لاحق تھی۔ مگر آپ نے اس دوران بھی درس و تدریس کا سلسلہ شروع رکھا۔ دورہ تفسیر القرآن بھی پڑھایا۔ احباب نے عرض کیا کہ آپ زیادہ بیمار ہیں اس لیے دورہ کا سلسلہ اس سال ملتوی فرما دیں، تو آپ نے فرمایا، اگر پڑھتے پڑھاتے میری روح پرواز کر جائے تو مجھے اور کیا چاہیے۔

عیدالاضحیٰ کے بعد زیادہ تکلیف ہوگئی تو آپ اپنے گاؤں لنگر شریف تشریف لے گئے۔ آپ کی بیمار پُرسی کے لیے وہاں آپ کے استاذ زادہ اور شیخ زادہ جگر گوشہ محدث اعظم پاکستان صاحبزادہ قاضی محمد فضل رسول حیدر رضوی سجادہ نشین فیصل آباد شریف تشریف لے گئے۔ آپ کے عزیز و اقارب نے گردہ کے اپریشن کا مشورہ دیا۔ صاحبزادہ صاحب نے بھی اس کی تائید فرمائی۔ حضرت صاحبزادہ قاضی محمد فضل رسول صاحب دامت برکاتہم العالیہ سے شاہ صاحب علیہ الرحمۃ کو بہت ہی عقیدت تھی۔ ان کے وجود کو محدث اعظم علیہ الرحمۃ کا وجود ہی سمجھتے تھے۔ آپ کے آستانہ کا کوئی فرد بھی آ جاتا تو بہت خوش ہوتے۔ شاہ صاحب علیہ الرحمۃ ان کا بہت احترام فرماتے۔

حضرت صاحبزادہ صاحب قبلہ کی رائے کے مطابق آپ کو راولپنڈی ہسپتال میں داخل کرایا گیا اور وہاں اپریشن ہوا۔ شاہ صاحب کے صاحبزادہ افتخار الحسن نے اپنا گردہ پیش کیا۔ آپریشن کامیاب ہو گیا۔

وصال

۴ محرم الحرام بروز جمعۃ المبارک آپ بعد نماز عصر بہت خوش و خرم تھے۔ نعت خوانی کی کیسٹ سُن رہے تھے کہ مغرب کی اذان ہوئی تو کیسٹ بند کرنے کا حکم فرمایا۔ اُس کے بعد فوراً طبیعت خراب ہوگئی۔ ڈاکٹر فوراً آ گئے۔ تو انہوں نے بتایا کہ آپ کو ہارٹ اٹیک ہوا ہے اور شدید حملہ تھا۔ ۸ بجے شب اپنے خالق حقیقی اور نبی مکرم ﷺ سے جا ملے۔ (اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن)

جنازہ

آپ کی وصیت کے مطابق آپ کو اپنے آبائی گاؤں لنگر شریف ضلع اٹک میں ان کے والدین مرحومین علیہا الرحمۃ کے پہلو میں دفن کیا گیا۔ جب کہ چکوال کے احباب کی پُر زور خواہش تھی کہ ان کا مزار مُبارک آپ کے مدرسہ جامعہ اسلامیہ غوثیہ میں ہوتا۔

آپ کا وصال راولپنڈی ہسپتال میں ہُوا تو آپ کے صاحبزادگان وعزیز واقارب آپ کی وصیت کے مطابق آپ کے جسدِ خاکی مُبارک کو لنگر شریف رات کو ہی لے گئے تھے۔

آپ کے وصال کی خبر چکوال شہر میں رات کو پہنچی اور مساجد میں اعلان کیا گیا۔ خبر سُن کر تمام عشاق رسول کو بہت صدمہ ہُوا اور آنکھیں اشک بار ہوگئیں اور دل مغموم ہوگئے۔ آپ کے انتقال کی خبر ٹیلیویژن پر صبح ساڑھے سات بجے کی خبروں میں سنائی گئی اور ۴ بجے سہ پہر جنازہ کا اعلان ہُوا۔ جنازہ میں پنجاب، صوبہ سرحد، ہزارہ اور آزاد کشمیر سے کثیر تعداد میں علمائے کرام مشائخ عظام نے شرکت فرمائی، اس کے علاوہ ہزاروں افراد شریک ہوئے۔ جب کہ وقت بہت قلیل تھا اور آپ کے گاؤں لنگر شریف میں پہنچنے کے لیے بھی لوگوں کو راستے کا علم نہ تھا۔ اس کے باوجود بھی ہزاروں لوگ شریک ہوئے۔

سارا دن بہت خوشگوار موسم رہا۔ بُوندا باندی بھی ہوتی رہی۔ جگر گوشہ محدث اعظم پاکستان پیر طریقت صاحبزادہ قاضی محمد فضل رسول صاحب حیدر رضوی فیصل آباد سے رات کو اطلاع ملتے ہی روانہ ہوگئے اور لنگر شریف تشریف لے آئے شاہ صاحب علیہ الرحمۃ کے وصال سے آپ کی عجیب طبیعت تھی۔ کیونکہ شاہ صاحب سے ان کا ایک گہرا تعلق اور رابطہ تھا۔ اس روحانی تعلق کے علاوہ شاہ صاحب ان کے بہترین دوست بھی تھے۔ نماز جنازہ سے قبل پیر طریقت مفکر اسلام علامہ سیّد عبدالقادر شاہ صاحب جیلانی آف راولپنڈی نے شیخ القرآن علامہ سیّد محمد زبیر شاہ صاحب علیہ الرحمۃ کی شخصیت کے متعلق جامع خطاب فرمایا۔

نماز جنازہ

پیر طریقت مخدوم اہل سنت جگر گوشہ محدّث اعظم پاکستان صاحبزادہ قاضی محمد فضل

رسول صاحب رضوی کے حکم کے مطابق مولینا حافظ محمد شفیع صاحب رضوی آف فیصل آباد نے پڑھائی۔

تعزیتی اجلاس

شیخ القرآن علامہ سید محمد زبیر شاہ صاحب علیہ الرحمۃ کے وصال پر پاکستان بھر میں تعزیتی اجلاس ہوئے۔ پاکستان کے علاوہ امریکہ، کینیڈا، برطانیہ، فرانس، ہالینڈ، انڈیا، دوبئی، شارجہ، کویت، قطر، مسقط اور مدینہ طیبہ، مکہ مکرمہ، جدہ شریف اور دیگر ممالک اور شہروں میں اجلاس ہوئے جس میں شاہ صاحب علیہ الرحمۃ کی خدمات کو خراج تحسین پیش کیا گیا اور ان کی روح کو ایصال ثواب کیا گیا۔

OOOO

مختصر حالات زندگی

مولانا قاری محمد حنیف رضوی، چکوال

(یہ مضمون حضرت شیخ القرآن کے چہلم کے موقع پر کتابی شکل میں طبع کرا کے تقسیم کیا گیا۔ اب فاضل مضمون نگار کے اضافات کے ساتھ پیش ہے)

مسلک حقہ اہل سنت و جماعت کے بے باک ترجمان، بحر تدریس کے شناور، فن خطابت کے عظیم شاہکار، ناموس رسالت کے نگہبان، عظیم علمی، مذہبی اور روحانی شخصیت، سچے عاشق رسول، شیخ الحدیث والتفسیر حضرت مولانا الحاج ابوالظفر پیر سید محمد زبیر شاہ رحمۃ اللہ علیہ خلیفہ مجاز حضور محدث اعظم پاکستان وسجادہ نشین آستانہ عالیہ لنگر شریف 1935ء میں ضلع اٹک کے قصبہ لنگر شریف میں عظیم علمی وروحانی گھرانے میں پیدا ہوئے۔

آپ کے والد محترم حضرت علامہ پیر سید مہدی شاہ رحمۃ اللہ علیہ ممتاز عالم دین اور نہایت روحانی شخصیت کے مالک تھے۔ آپ نے ابتدائی تعلیم اپنے والد ماجد سے حاصل کی، اس کے بعد علامہ فضل حق قریشی رحمۃ اللہ علیہ سے موضع کریما میں متوسط کتابیں پڑھیں۔ تلہ گنگ، چکوال، ٹیکسلا، واہ فیکٹری بدھو وغیرہ کی مشہور دینی درسگاہوں میں درس نظامی کی تعلیم مکمل کرنے کے بعد دورہ حدیث پڑھنے کے لئے اپنے دور کی عظیم علمی، مذہبی اور روحانی شخصیت عاشق رسول پیر طریقت محدث اعظم پاکستان حضرت علامہ مولانا الحاج محمد سردار احمد رحمۃ اللہ علیہ کے مدرسہ "جامعہ رضویہ مظہر الاسلام" فیصل آباد میں تشریف لے گئے۔ اور درجہ حدیث تک تعلیم مکمل کی۔ اس دوران حضور محدث اعظم پاکستان رحمۃ اللہ علیہ نے آپ پر خصوصی شفقت فرمائی آپ کو اپنے حلقہ ارادت میں لے کر خلافت سے نوازا، آپ نے حضور محدث اعظم پاکستان رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت سب سے پہلے جامع مسجد حنفیہ رضویہ چکوال میں کی۔ حضور محدث اعظم رحمۃ اللہ علیہ عشاء کی نماز کے بعد عظیم الشان جلسہ سے خطاب فرما رہے

تھے۔ حضور محدث اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی پہلی زیارت کا ذکر اکثر پرنم آنکھوں سے کیا کرتے تھے۔ دوران گفتگو حضور محدث اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا ذکر آتے ہی آپ کی آواز بھر جاتی تھی، آنکھوں سے آنسو جاری ہو جاتے تھے اور بھری ہوئی آواز میں فرماتے تھے "جب حضور محدث اعظم پاکستان رحمۃ اللہ علیہ کا تذکرہ ہوتا ہے تو میں بے اختیار ہو جاتا ہوں میرے ضبط کے بندھن ٹوٹ جاتے ہیں" پھر دیر تک یہی کیفیت رہتی تھی۔ کافی ضبط کے بعد گفتگو کا سلسلہ دوبارہ شروع ہوتا تھا۔ آپ فرمایا کرتے تھے کہ جب میں نے پہلی مرتبہ حضور محدث اعظم پاکستان رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت کی تو میرا دل بے ساختہ پکار اٹھا۔ "واللہ یہ کسی عاشق رسول کا چہرہ ہے"۔

حضور محدث اعظم رحمۃ اللہ علیہ اپنی بیماری کے آخری ایام میں پورا ایک ماہ آپ کے پاس ہری پور میں قیام پذیر رہے۔ وہاں آپ کی طبیعت کافی بہتر رہی۔ فارغ وقت میں کتب کا مطالعہ فرماتے تفاسیر اور احادیث شریف کی شروح اکثر زیر مطالعہ رہتیں بعض مفید عبارات کی نشان دہی فرما دیتے۔ جب عصر کی نماز کے بعد آپ اسباق سے فارغ ہو کر حاضر ہوتے تو فرماتے "شاہ صاحب فقیر نے آج فلاں فلاں عبارات پر نشان لگا دیا ہے وہ نوٹ فرمالیں کبھی کام آئیں گی" حضور قبلہ شیخ الحدیث رحمۃ اللہ علیہ نے ان کتب کو نہایت احتیاط سے سنبھال کر رکھا اور دوران تدریس جب وہ نشان زدہ عبارت سامنے آتی تو طلباء کو بھی وہ عبارات دکھاتے۔ ہری پور میں حضور محدث اعظم رحمۃ اللہ علیہ سے متعدد کرامات کا ظہور ہوا اور بہت سے اسرار و رموز بھی آپ کو عنایت فرمائے جن کا ذکر حضور قبلہ شیخ الحدیث رحمۃ اللہ علیہ تقاریر وغیرہ میں فرمایا کرتے تھے۔

تعلیم مکمل کرنے کے بعد آپ حضور محدث اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے حکم سے پاکپتن تشریف لے گئے جہاں سے آپ نے اپنی تدریس کا آغاز کیا اس کے بعد "جامعہ اسلامیہ رحمانیہ" ہری پور میں تدریس کا سلسلہ شروع کیا اس دوران آپ نے تمام علاقہ ہزارہ میں عشق رسول ﷺ کی شمع فروزاں کرنے کے لئے تبلیغ حق کا سلسلہ شروع کیا جس سے لوگ آپ کے عقیدت مندوں میں شامل ہو گئے اور آپ کے مشن کو اپنا کر عشق رسالت مآب سے سرشار ہو گئے۔ آپ

کی موجودگی میں باطل مذہب کو اپنے ناقص عقائد پھیلانے کا موقع نہ مل سکا۔ ہری پور میں سال قیام کے بعد آپ اوکاڑہ میں ایک سال تک درس وتدریس اور تبلیغ دین کے فرائض بطریق احسن سرانجام دینے کے بعد ۱۹۶۲ء میں چکوال تشریف لائے اور حضور محدث اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے عظیم مشن اور فیضان عام کرنے کے لئے سرگرم ہوگئے۔

۱۹۷۰ء میں چکوال شہر میں آپ نے ایک قطعہ زمین حاصل کر کے " جامعہ اسلامیہ غوثیہ " کے نام سے ایک عظیم الشان دار العلوم کی بنیاد رکھی جو بلا شبہ پورے عالم اسلام بالخصوص اہلیان ضلع چکوال پر آپ کا عظیم احسان ہے۔

مخالفین کی مخالفت کے باوجود حضور غوث اعظم جیلانی رضی اللہ عنہ کی نگاہ ناز کے صدقے بحمد اللہ تعالیٰ "جامعہ اسلامیہ غوثیہ" پوری دنیا میں عظیم علمی، مذہبی اور روحانی درس گاہ کی حیثیت سے معروف ومشہور ہے۔ جامعہ میں حفظ و ناظرہ مع تجوید، درس نظامی تا موقوف الیہ درجہ حدیث تا موقوف الیہ عربی فاضل شہادۃ العالیہ (تنظیم المدارس پاکستان) کے علاوہ بی۔اے تک علوم جدیدہ کی تعلیم دی جاتی ہے۔

مذکورہ علوم کے علاوہ حضور شیخ الحدیث والتفسیر رحمۃ اللہ علیہ جامعہ میں شعبان المعظم کے آخری عشرہ سے رمضان المعظم کے جمعۃ الوداع تک "دورہ تفسیر القرآن" پڑھاتے تھے جس میں ملک کے مختلف گوشوں سے علماء وطلباء، وکلاء، دانشور، صحافی وادیب ڈاکٹر، تاجر اور انجینئر غرضیکہ مختلف شعبہ ہائے زندگی سے تعلق رکھنے والے حضرات شامل ہوتے تھے۔ اور اپنی علمی پیاس بجھانے کے ساتھ ساتھ اپنے قلوب واذہان کو عشق خدا اور حب مصطفےٰ سے معمور کرتے تھے۔ شرکاء دورہ تفسیر القرآن دوران تدریس ہر قسم کے سوالات کرتے تھے، سوالات کرنے کی نہ صرف اجازت ہوتی تھی بلکہ سوالات کرنے کو خود حکم دیتے تھے۔ جن کے جواب آپ اتنے تسلی بخش طریقے سے دیتے تھے کہ جیسے آپ کے سامنے کتاب کھلی ہوئی ہے، بعض اوقات سوالات اتنے زیادہ ہوتے تھے کہ نصف سے زیادہ وقت سوالات کے جوابات میں گزر جاتا تھا۔ جواب ارشاد فرمانے کے بعد آپ سائل سے پوچھتے تھے " آپ مطمئن ہوئے ہیں یا نہیں جب تک آپ مطمئن نہ ہوں میں ایک قدم بھی آگے نہیں چلوں گا نہ آپ مجھے آگے چلنے دیں"

"دورہ تفسیر القرآن" آپ بغیر وقفے کے آٹھ آٹھ گھنٹے پڑھایا کرتے تھے لیکن ذوق اور دلچسپی میں آخر تک کمی نہ آتی تھی اس کا ثبوت آپ کے اس ارشاد سے بھی ملتا ہے، آپ بھی بھی ذوق سے فرماتے تھے۔

"مجھے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ شائد آٹھ گھنٹے نہیں پندرہ منٹ گزرے ہیں" رمضان المبارک کے کچھ ایام آپ کے برادر مکرم حضرت علامہ مولانا سید محمد انور شاہ صاحب مدظلہ العالی ہری پور سے تشریف لا کر دورہ تفسیر القرآن پڑھا کرتے تھے آپ کا درس بھی انتہائی معلوماتی اور دلچسپی کا باعث ہوتا تھا اور رہے گا۔ان شاء اللہ!

آپ کے وصال سے دو سال پہلے جگر گوشہ شیخ الحدیث والتفسیر حضرت علامہ صاحبزادہ سید ریاض الحسن شاہ اور صاحبزادہ سید مراتب علی شاہ سرپرست اعلیٰ بزم غوثیہ پاکستان، بقیہ علوم کے ساتھ ساتھ دورہ تفسیر القرآن کا بھی ایک ایک پیریڈ پڑھانے لگے۔صاحبزادگان کی تدریس اور مدرسہ کے نظم ونسق اور انصرام سے آپ بہت مطمئن تھے۔

عام مدرسین چھ سات اسباق پڑھانے کے بعد تھکاوٹ محسوس کرتے ہیں لیکن آپ رحمۃ اللہ علیہ کو قدرت نے وہ عظیم ہمت اور کمال عطا فرمایا تھا کہ کافی عرصہ تک آپ نے ۳۵ اسباق تک ایک دن میں پڑھائے ہیں۔اس کے ساتھ ساتھ ملک بھر میں محرم الحرام میں عرس امام حسین رضی اللہ عنہ، صفر المظفر میں عرس امام اعلیٰ حضرت و دیگر اکابرین امت، ربیع الاول شریف میں میلاد شریف کی محافل، نیز ۱۲ ربیع الاول شریف کو جشن میلاد النبی ﷺ کے عظیم جلوس کی قیادت اور سرپرستی فرماتے تھے۔جلوس شہر بھر کا چکر لگا کر جب "میلاد چوک" پہنچتا تو وہاں عظیم الشان جلسہ جشن میلاد النبی ﷺ کی صدارت فرماتے۔اپنے خطبہ میں اس دن کی مناسبت سے "عظمت مصطفیٰ ﷺ" واضح فرماتے۔ربیع الآخر میں گیارھویں شریف اور دیگر بزرگان کی تقاریب آپ کی سرپرستی میں ہر سال باقاعدگی سے منعقد ہوتی تھیں۔اس کے علاوہ معراج النبی ﷺ اور ایام خلفائے راشدین کی محافل بھی آپ کے دینی پروگرام کا حصہ تھیں۔ ان پروگراموں میں ملک کے مقتدر اور ممتاز علماء کرام کو دعوت دی جاتی، جو تشریف لا کر خطاب فرمایا کرتے تھے۔آپ کا خطاب ہر چھوٹے بڑے کے لئے انتہائی دلچسپی اور توجہ کا باعث ہوتا

تھا۔ مشکل سے مشکل مسئلہ کو نہایت سادہ اور آسان انداز میں سمجھانا آپ کے فن خطابت کا خصوصی کمال تھا۔ مختصر سے وقت میں بے شمار بنیادی دینی مسائل پر روشنی ڈالتے تھے۔

آپ ایک عظیم مناظر اسلام بھی تھے۔ اپنے خطابات میں باطل عقائد رکھنے والوں کو چیلنج کرتے تھے کہ قوم کے ذہنوں کو تم نے پریشان کر رکھا ہے۔ آؤ میدان میں آؤ تا کہ قوم کو واضح ہو جائے کہ حق پر کون ہے۔ میرے سامنے بخاری شریف کی ایک حدیث کوئی ٹھیک پڑھ دے تو میں اس کا مذہب اختیار کر جاؤں گا۔ بیس رکعت نماز تراویح کے متعلق آپ کا اعلان تھا کہ نماز تراویح بیس رکعت ہیں۔ اگر بیس احادیث سے ثابت نہ کروں تو تقریر کرنی چھوڑ دوں گا۔ متعدد بار بدعقیدہ لوگوں نے اہل سنت سے مناظرہ کا وقت مقرر کیا۔ جب انھیں معلوم ہوا کہ مناظرے میں آپ تشریف لا رہے ہیں تو موقع مناظرہ سے راہ فرار اختیار کیا۔ جھنگ، میانوالی، تھوہا بہادر، گورسیاں، فتح جنگ، لنگر شریف اور کئی دیگر مقامات پر ایسے واقعات رونما ہوئے۔ کریما سے لے کر بخاری شریف تک ہر فن کی کتاب پڑھاتے اور ایسا معلوم ہوتا تھا کہ یہ آپ کو زبانی یاد ہے۔ حق کو قبول کرنے کے بجائے اہل باطل کی طرف سے آپ پر قاتلانہ حملے ہوئے مگر اس شیر خدا کے پائے استقامت میں ذرا بھر لغزش نہ آئی۔ مذہب باطلہ کا رد حضور محدث اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی مکمل تصویر بن کر کیا کرتے تھے۔ آپ کی تشریف آوری سے قبل علاقہ چکوال میں یارسول اللہ کا نعرہ اور گیارہویں شریف کا علی الاعلان انعقاد ایک مشکل کام تھا لیکن آپ کی تبلیغ حق کے سبب اب چکوال کا چپہ چپہ "یارسول اللہ" اور "یاغوث اعظم" کے نعروں سے گونج رہا ہے۔

آپ نے ہزاروں مبلغین اور مدرسین پیدا کیے جن میں سے کئی شیخ الحدیث ہیں۔ آپ کے شاگرد نہ صرف ملک پاکستان بلکہ دنیا بھر کے دیگر ممالک میں بھی دینی خدمات سرانجام دے رہے ہیں، آپ کے فیضان نظر سے متعدد جامعات اندرون و بیرون ملک خدمت دین متین سرانجام دے رہے ہیں۔

آپ کے صاحبزادے

۱۔ صاحبزادہ سید فیض الحسن شاہ صاحب

۲۔ صاحبزادہ سید ریاض الحسن شاہ صاحب

۳۔ صاحبزادہ سید ضیاء الحسن شاہ صاحب

۴۔ صاحبزادہ سید افتخار الحسن شاہ صاحب

۵۔ صاحبزادہ سید مراتب علی شاہ صاحب

۶۔ صاحبزادہ سید زاہد علی شاہ صاحب

ماشاء اللہ دینی علوم سے آراستہ ہیں جناب پروفیسر صاحبزادہ سید فیض الحسن شاہ صاحب (ایم اے گولڈ میڈلسٹ) اٹک کالج میں تعینات ہیں۔

۱۹۹۶ء کے وسط سے حضور شیخ الحدیث رحمۃ اللہ علیہ کو گردے کی تکلیف شروع ہوئی مئی ۱۹۹۷ء میں آپ الشفاء انٹرنیشنل ہسپتال اسلام آباد داخل ہوئے، ایک گردے کا اپریشن ہوا اپریشن کے بعد گردے کی تکلیف ختم ہوئی لیکن کمزوری غالب آگئی۔ اپریل ۱۹۹۸ء کو دوسرے گردے کا کامیاب اپریشن ہوا، اس کے بعد کئی حضرات نے ہسپتال میں آپ سے ملاقات کی اور آپ کی صحت کے متعلق کافی اطمینان کا اظہار کیا۔

بالآخر یکم مئی ۱۹۹۸ء بمطابق ۴ محرم الحرام ۱۴۱۹ھ بروز جمعۃ المبارک بوقت ساڑھے سات بجے رات جب آپ کی زبان پر مصرعہ جاری تھا۔ "یارب تو کریمی و رسول تو کریم" اس دارفانی سے پردہ فرما گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔

آپ کی وفات سے عالم اسلام عظیم مفسر، محدث، مفکر، شفیق استاد، مخلص دوست، عالم باعمل متقی و پرہیز گار، اپنے پرائے کا غم کھانے والا، باکمال مرشد، باحیا سید، خطیب دلپذیر، مناظر اسلام، مجاہد ملت، سچے عاشق رسول سے محروم ہو گیا آپ کی عمر مبارک ۶۳ برس تھی۔

آپ کی نماز جنازہ جگر گوشہ محدث اعظم پاکستان کے ارشاد پر ممتاز عالم دین حضرت علامہ حافظ محمد شفیع رحمۃ اللہ علیہ (فیصل آباد) نے پڑھائی۔

نماز جنازہ ۵ محرم الحرام ۲ مئی ۱۹۹۸ء آپ کے آبائی گاؤں لنگر شریف (اٹک) میں شام ۴ بجے ادا کی گئی۔ نماز جنازہ میں ہزاروں علماء و مشائخ اور کثیر تعداد میں عوام الناس نے شرکت کی جن میں جناب صاحبزادہ پیر فضل رسول رضوی، علامہ پیر سید عبدالقادر شاہ۔ حضرت علامہ

غلام محی الدین ۔ حضرت علامہ محمد دین ۔صاحبزادہ پیر ندیم سلطان ۔ حضرت علامہ سید حسین الدین شاہ۔ حضرت علامہ مفتی ریاض الدین۔ حضرت علامہ سید ریاض حسین شاہ۔ حضرت علامہ ضیاء اللہ قادری ۔صاحبزادہ امین الحسنات ۔ حضرت علامہ قاضی منظور احمد اور دیگر قابل قدر ہستیاں شامل ہیں۔

آپ کے معمولات

آپ کی خوراک بالکل سادہ تھی۔صبح کے ناشتے میں ایک کپ دودھ مٹی کے برتن میں استعمال فرماتے۔کبھی ساتھ ابلے ہوئے انڈے کو بھی استعمال فرما لیتے ۔ساتھ ہی ادویات کا استعمال باقاعدگی سے فرماتے۔

صبح اذان سے بہت پہلے اٹھنے کا معمول تھا۔نماز تہجد ادا فرماتے،موٹے دانوں والی لکڑی کی تسبیح استعمال فرماتے،نماز فجر کے ساتھ ساتھ ہی اپنے وظائف مکمل فرما لیتے۔نماز باجماعت کے لئے اکثر طلباء کی ذمہ داری لگاتے،خود بھی طلباء کے پیچھے نماز پڑھتے ہوئے عار محسوس نہ فرماتے۔

نماز فجر کے فوراً بعد ہی صفائی کا بہت اہتمام ہوتا۔طلباء کے ذمہ لگایا گیا صفائی کا حصہ ہر وقت صاف ستھرا ہوتا۔

آپ کے وصال کے بعد ایک محترمہ نے اپنا خواب بیان کیا کہ شاہ صاحب اپنے مدرسے کے باہر کی جانب سے صفائی فرما رہے ہیں کسی نے عرض کی حضور یہ جھاڑو مجھے دے دو میں صاف کر دیتا ہوں،تو فرماتے ہیں ابھی میرے ہاتھوں میں طاقت ہے میں صفائی خود کر سکتا ہوں۔اللہ اکبر!

آپ کا لباس ہمیشہ سادہ اور صاف ستھرا ہوتا تھا۔مدرسے کے اندر بعض اوقات چادر بطور تہبند کے استعمال فرماتے تھے۔

دینی تعلیم کے ساتھ ساتھ جدید تعلیم کا بھی اہتمام فرماتے۔سکول اور کالج جانے والے چند طلباء کے لئے صبح ناشتے میں چائے الگ بنوائی جاتی تاکہ طلباء بروقت سکول یا کالج پہنچ جائیں اور ان کا تعلیمی حرج نہ ہو۔

جو طلباء مدرسے میں رہ کر جدید تعلیم حاصل کرتے ان کے لئے دن ساڑھے دس گیارہ بجے سے بارہ ساڑھے بارہ بجے تک موقع دیا جاتا۔ راقم الحروف کو بھی کچھ عرصہ جدید تعلیم کے لئے طلباء کی راہنمائی کے لئے موقع عطا فرمایا۔

قرآن مجید کی تعلیم صحیح مخارج کے ساتھ ادا کرنے کے لئے آپ ہمیشہ ایک قاری صاحب کا اہتمام فرماتے۔ جو علماء کرام تعلیم مکمل فرما لیتے ان کو مدرسے میں بطور استاد پڑھانے اور تعلیم دینے کے مواقع فراہم فرماتے۔ صبح کی اذان کے ساتھ نعت شریف لازمی پڑھواتے۔

معاشرتی اعتبار سے آپ تعاون کی ایک عظیم مثال تھے۔ اگر کوئی ضرورت مند آپ سے کچھ رقم ادھار لیتا تو آپ اپنی ذاتی رقم سے عنایت فرما دیتے۔ جب وہ رقم واپس کرتا تو آپ اس میں سے کچھ رقم یا ساری معاف فرما دیتے اور وصول نہ فرماتے۔ کسی نے پوچھا کہ اگر آپ نے قرض کی رقم معاف ہی فرمانی ہے تو شروع دن سے ہی عنایت فرما دیں۔ تو جواب میں آپ فرماتے مقروض کے ساتھ نرمی کرنا اور کسی کو ادھار دینے میں ثواب صدقہ کرنے سے بھی زیادہ ہے۔ میں یہ ثواب حاصل کرنے کے لئے ادھار معاف کرتا ہوں۔ سبحان اللہ!

احادیث پڑھاتے ہوئے سامعین و حاضرین کو اُس دور میں پہنچا دیتے۔ تحریر کے آغاز میں برائے حصول برکت ۷۸۶/۹۲ ضرور تحریر فرماتے، خط کے لفافے پر پتہ تحریر فرمانے کے بعد آخر میں ایک کونے میں "قطمیر" تحریر فرماتے۔

دورہ تفسیر القرآن کا آغاز اور ایسے دیگر پروگراموں کا آغاز "بدھ" سے فرماتے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نام اقدس کے ساتھ پورا درود شریف تحریر فرماتے۔ صرف "ؐ" کی مذمت فرماتے۔ اسی طرح "ﷺ" اور "صلعم" درست نہ سمجھتے تھے۔ آپ نے کتب کا ایک عظیم الشان ذخیرہ جمع فرمایا جس میں بہت قیمتی اور نادر نسخے موجود ہیں۔ جگر گوشہ شیخ القرآن پیر سید ریاض الحسن شاہ صاحب قادری رضوی نے ان کتب کی حفاظت کا خاص اہتمام فرمایا۔ جامعہ کی موجودہ تعمیر میں مغرب کی جانب لائبریری قائم فرما کر عوام اہل سنت اور خواص اہل سنت پر احسان عظیم فرمایا جس سے صاحب علم و دانش اپنی علمی پیاس بجھاتے ہیں اور بجھاتے رہیں گے۔ اور اس

کے نظارے سے ایک کیفیت اور سرور حاصل کرتے ہیں۔

قبلہ شیخ الحدیث رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی مسلک حق اہل سنت کی خدمت میں مصروف ترین زندگی تھی۔ سحری جاگنے سے لے کر رات گئے تک دینِ متین کی خدمت میں ایک لمحہ بھی ضائع کئے بغیر وقف ہوتا۔ دن کو شاید ہی کبھی آرام کرنے کا موقع ملتا۔ اکثر اوقات دن 11 اور 12 بجے تک درس و تدریس، فتاویٰ جات کی تحریر، مساجد میں ائمہ کرام کا تقرر اور ان کے مسائل کے حل، مدرسے کی تعمیر و ترقی اور صفائی ستھرائی اور دیگر اہم معاملات و مسائل کا حل فرماتے۔ اس کے بعد چکوال کے مضافات میں جلسوں میں شرکت فرماتے۔ رات گئے تک یہ سلسلہ جاری رہتا۔ جلسے رسمی نوعیت کے نہ ہوتے بلکہ آپ کے خطابات نے ایک انقلاب برپا کر دیا۔ اگر کسی علاقے میں عوام اہل سنت کے کسی شخص یا گروہ نے مصلحت سے کام لے کر شاہ صاحب کا خطاب نہ کرایا وہاں بدعقیدہ لوگوں نے قدم جمائے۔ اب ان کو شاہ صاحب کے خطابات کی قدر محسوس ہوتی ہے۔

ضلع کی انتظامیہ آپ کی شخصیت کی انتہائی قدر کرتی تھی۔ ان کے اجلاسز میں بوقت ضرورت شرکت فرماتے اور مسلکِ حق اہل سنت و جماعت کا بھرپور دفاع فرماتے۔

آپ نے بہت سی مساجد کو بدعقیدہ اور گمراہ لوگوں سے آزاد فرمایا۔ شہر اور اس کے مضافات میں اکثر مساجد میں آپ کے شاگرد بطور امام اور خطیب تعینات ہوئے۔ آپ کی بہترین حکمتِ عملی کی بنا پر بہت سے بدعقیدہ اور گمراہ لوگوں نے مسلکِ حق اہل سنت و جماعت اختیار کیا۔ اور گمراہی سے توبہ کی طلباء کے ساتھ آپ کا رویہ انتہائی مشفقانہ اور نرم تھا۔ اکثر ائمہ مساجد نماز جمعہ کے بعد آپ کی زیارت کے لئے اکٹھے ہوتے اور انتہائی باذوق محفل سجتی تھی کہ اٹھنے کو دل نہ کرتا تھا۔ آپ علماء کرام اور ائمہ اور علماء کے مسائل سنتے اور انتہائی آسان حل ارشاد فرماتے جس سے طلباء کے ذوق میں اور اضافہ ہوتا، اور وہ مساجد میں انتہائی محنت سے نماز با جماعت کے علاوہ درس و تدریس اور مسلک حق کا کام سرانجام دیتے۔ اپنے گھروں اور ماں، باپ، بہن، بھائیوں اور رشتہ داروں کو چھوڑ کر دینِ متین کی خدمت میں وقف رہتے۔ یہ سارا عمل استاد محترم پیر کامل شاہ صاحب کی زندہ کرامت ہے۔

آ تجھ کو بتاؤں در فقیر سے کیا ملتا ہے
نظر کرے جو کرم کی تو خدا ملتا ہے

جشن عید میلاد النبی ﷺ کے جلوس اور دیگر اہل سنت و جماعت کے مرکزی پروگرام ترتیب دینے میں آپ خاص اہتمام فرماتے۔ جس کا اثر یہ ہوا کہ آج ہر طرف سے لبیک یارسول اللہ صلی اللہ علیک وآلک وسلم کی صدا بلند ہوتی نظر آتی ہے۔ درود وسلام کی پرنور فضا، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، اہل بیت عظام رضی اللہ عنہم اور اولیاء کرام رحمہم اللہ کی عظمت وتوقیر کا درس آپ نے ارشاد فرمایا۔ جو دین و دنیا اور قبر وحشر میں کامیابی کا ذریعہ ہے۔

آپ کا اہم کارنامہ مسلکِ حقہ اہل سنت کے ماننے والوں کو ایک پلیٹ فارم پر جمع فرمانے اور انہیں متحد کرنا ہے۔ آپ شخصیات پر بحث وقت کا ضیاع تصور کرتے بلکہ نظریات پر بحث ہی ضروری سمجھتے تھے۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ جامعہ اسلامیہ غوثیہ چکوال سے تعلق رکھنے والوں کا سر ہمیشہ بلند رہا۔

آپ فرماتے تھے اپنوں کا مقابلہ مشکل ہوتا ہے لہٰذا اپنے مسلک کے لوگوں سے لڑنے جھگڑنے اور اُلجھنے کی بجائے بدعقیدہ لوگوں کا مقابلہ کرو اور عوام کو گمراہی سے بچاؤ۔ جس طرح کہ دانشور اور ماہرین تعلیم کا قاعدہ ہے کہ انسان اپنی مادری زبان میں زیادہ اور جلد سیکھتا ہے۔ اسی قاعدے کو مدنظر رکھتے ہوئے آپ عوام اہل سنت کی مادری زبان میں خطابات اور تقاریر فرمایا کرتے تھے۔ سامعین وناظرین کے ذوق کو برقرار رکھنے کے لئے اور انہیں بیدار رکھنے کے لئے لطائف کا خوبصورت اور برمحل استعمال فرماتے تھے۔

آپ کے سارے کردار اور عمل میں محبت رسول ﷺ کی جھلک نمایاں نظر آتی تھی۔ سنت مصطفےٰ ﷺ پر عمل پیرا تھے۔ کبھی الٹے ہاتھ سے کھانا تناول نہ فرمایا۔ اکثر لوگوں کو دیکھا گیا کہ چائے گرم ہو تو الٹے ہاتھ سے پرچ (پیالی کے ساتھ والے برتن) میں ڈالتے اور دائیں ہاتھ سے پی لیتے ہیں۔ لیکن قبلہ شاہ صاحب ہمیشہ دائیں ہاتھ سے ہی پرچ میں ڈالتے اور دائیں سے ہی نوش فرماتے۔ جوتا پہننے میں سنت یہ ہے کہ پہلے دائیں جوتے میں قدم ڈالا جائے۔ اس سلسلے میں اکثر نمازی اور بڑے بڑے صاحب علم جب مسجد سے باہر نکلتے ہیں، اپنا دایاں

قدم اٹھا کر دائیں جوتے میں ڈالتے ہیں۔اس طرح ایک سنت پر عمل ہو جاتا ہے اور دوسری سنت کہ بایاں قدم مسجد سے باہر رکھا جائے رہ جاتی ہے۔قبلہ شاہ صاحب مسجد سے باہر الٹا قدم رکھتے اور جوتے میں ڈالنے کے بجائے بائیں جوتے کے اوپر رکھ لیتے پھر دائیں جوتے میں دایاں قدم ڈال کر دونوں سنتوں پر عمل فرماتے۔

آپ علم کی قدر فرمانے والے تھے اور صاحب علم صحیح العقیدہ کی تعظیم وتوقیر بھی فرماتے۔ رمضان المبارک کے دورہ تفسیر القرآن میں علم کی فضیلت کا خوبصورت تذکرہ موقع بموقع فرماتے رہتے۔اس میں آپ اس بات کا تذکرہ بھی کبھی فرما دیتے کہ طالب علمی کے زمانے میں جب طلباء گھروں سے مانگ کر اپنے کھانے کا اہتمام کرتے،آپ عزت نفس اور خاندانی غیرت کو ملحوظ رکھتے ہوئے طلباء کے ساتھ مانگنے نہیں جاتے بلکہ اس دوران باہر کھلی فضا میں ریل کی لائن کے ساتھ ایک محفوظ مقام پر کتابیں ساتھ لے جاتے اور تنہائی میں کتب کا مطالعہ فرماتے،اپنے اسباق یاد فرماتے۔اس طرح آپ فرماتے تھے دو ماہ تک میں نے صرف ایک وقت کا کھانا کھایا۔اللہ اکبر!اللہ اکبر!

کیا ہی استقامت اور صبر علم دوستی اور دین متین کی خدمت کا جذبہ تھا۔آج کا طالب تو شاید ایک دن بھی ایسا نہ کر سکے۔کبھی شہر میں ضروری کام ہوتا تو آپ اکیلے ہی کسی ایک طالب علم کو ساتھ لے کر تانگے میں بیٹھ کر شہر تشریف لے جاتے،واپسی پہ اکثر پیدل ہی تشریف لاتے۔نہ سیکیورٹی نہ گارڈ۔

خدا کے فضل سے ہم پر ہے سایہ غوثِ اعظم کا
ہمیں دونوں جہاں میں ہے سہارا غوثِ اعظم کا

آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے صاحبزادگان کو بھی سادگی عزتِ نفس،دینی غیرت اور دنیوی جاہ جلال سے بے رغبتی کا درس دیا۔دوران طالب علمی آپ کے صاحبزادگان دوسرے طلباء کے ساتھ مل کر کھانا کھاتے۔جب عام طلباء کا کھانے کا وقفہ ہوتا یا آرام کا وقت ہوتا۔آپ اپنے صاحبزادگان کو اپنے پاس دفتر میں بلا کر مزید علم سے نوازتے تھے۔

اس محنت ومشقت کا نتیجہ یہ ہوا آپ کے تشریف لے جانے کے بعد اہل سنت وجماعت

پر جو پھر کڑا وقت آیا۔ جو صدمے کا پہاڑ ٹوٹا۔ خطرہ تھا کہ اہل سنت کا شیرازہ بکھر جاتا۔ کیونکہ دشمن اسلام کے حملوں نے زور پکڑا۔ مائی معظمہ دربار پر ڈی ایس پی محمد یوسف کی شہادت کا واقعہ اس بات کا ثبوت فراہم کرتا ہے کہ بدعقیدہ اور گمراہ لوگوں نے میدان خالی سمجھا۔

ایسے حالات میں آپ کے صاحبزادگان استقامت کا کوہ گراں بن کر مسلک حقہ اہل سنت و جماعت کی خدمت کے لئے ڈٹ گئے اور اہل سنت و جماعت کی کشتی کو سہارا دیا۔ بعد وصال قبلہ شاہ صاحب کی یہ زندہ کرامت تھی کہ مخالفین اہل سنت صفحہ ہستی سے مٹتے ہوئے نظر آنے لگے۔

جگر گوشہ شیخ القرآن والحدیث صاحبزادہ پیر سید ریاض الحسن شاہ صاحب قادری رضوی مدظلہ العالی نے انتہائی ذمہ داری کے ساتھ اس فریضے کو سرانجام دیا، جدائی کے اس صدمے کو برداشت کرنے کا حوصلہ دیا۔

اللہ تعالیٰ آپ کا سایہ تادیر اہل سنت و جماعت پہ قائم دائم فرمائے۔ (آمین)

OOOO

یادداشتیں وتاثرات متعلقہ قبلہ استاد صاحب رحمۃ اللہ علیہ

مولانا حافظ سردار علی خان
مدرس جامعہ رضویہ انوار العلوم آفیسرز کالونی واہ کینٹ

سید محمد زبیر شاہ رحمہ اللہ علیہ کا نام نامی اسم گرامی میرے برادر اکبر حضرت علامہ مولانا محمد احمد علیہ الرحمہ کو ساتھیوں نے بتایا کہ آپ ہری پور میں ہیں بہت اعلیٰ درجہ کے مدرس ہیں تم وہاں جاؤ۔ چنانچہ پھر ایک دن ساتھیوں نے کمرہ میں آکر بتایا کہ قبلہ شاہ صاحب تو یہاں (فیصل آباد) آئے ہوئے ہیں اور باہر لان میں کھڑے ہیں۔ بھائی صاحب فوراً اٹھے تو دیدار کی چاہت لئے میں بھی ساتھ ہولیا۔ لان میں دیکھا تو دراز قد خوش لباس شخص جس کے سر پر قراقلی ٹوپی تھی اور کندھے پر سیاہ دھاریوں والا سفید رومال تھا، کھڑا ہے۔ بھائی صاحب نے آگے بڑھ کر دست بوسی کا شرف پایا مگر بندہ ذرا فاصلے پر سامنے جا کر کھڑا ہوگیا، تو حسن جمال اور رعب وجلال کا مجسمہ نظر آیا کہ میں حیران ہوگیا کہ اتنا صحت مند وحسین آدمی شاید ہی اس سے پہلے دیکھا ہو۔ اور دست بوسی کی ہمت نہ ہوئی۔ اس ملاقات کا ثمر یہ حاصل ہوا کہ اگلے سال ہم دونوں ہری پور جا پہنچے، وہاں میں نے دیکھا کہ جامعہ رحمانیہ کی شان اور آن بان قبلہ استاد صاحب ہیں۔ لوگ پروانوں کی طرح آپ کی رہائش گاہ پر منڈلاتے ہیں، جو جامعہ رحمانیہ کے جنوب مغربی کونے میں تھی۔ مگر ہم تو وہیں قریباً دو ماہ رہے کہ قبلہ استاد صاحب عازم اوکاڑہ ہوگئے چنانچہ تقریباً (چالیس) بڑے بڑے طلباء آپ کے ساتھ اوکاڑا چلے گئے جس میں میرے بھائی صاحب بھی تھے۔ یہ غالباً 1964ء تھا کہ صدر ایوب خان اور محترمہ فاطمہ جناح کے انتخابات تھے اور میں نے صدر ایوب خان کو اوکاڑہ ریلوے اسٹیشن پر عوام سے خطاب کرتے انتہائی قریب سے دیکھا جو ریل گاڑی کے ڈبہ میں دروازے پر کھڑے ہو کر خطاب کر رہے تھے۔ آپ ذوالحج سے شعبان تک اشرف المدارس اوکاڑہ میں رہے پھر سالانہ

چھٹیاں مل گئیں۔ آپ اوکاڑہ میں علامہ محمد شعیب صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی آبائی مسجد میں جمعہ پڑھاتے رہے۔ جو اوکاڑہ شہر کے مرکزی چوک سے مشرق میں قریب تھی۔

اگلے سال کے لیے گاؤں میں ہی جب میں نے پوچھا تو بتایا اس سال چکوال جانا ہے۔ چنانچہ عید الفطر کے کچھ دنوں کے بعد بھائی صاحب میرے علاوہ چند دیگر رشتہ دار لڑکوں کو بھی ہمراہ لے کر چکوال کے لیے عازم سفر ہوئے تو ہم نماز عشاء کے بعد چکوال اڈہ پر اترے۔ ہمیں اشاعت العلوم نزد اسلامیہ ہائی سکول بھون روڈ جانا تھا جبکہ سردیوں کا موسم تھا اور بارش خوب ہوئی تھی۔ ہمیں قدرت نے حافظ غلام حبیب صاحب کے مدرسہ میں پہنچایا تو وہاں ایک کتری ہوئی داڑھی اور موٹے جسم یا بھرے جسم والا جوان ملا اور اس نے بتایا کہ زبیر شاہ صاحب چکوال نہیں آرہے، اشاعت العلوم کی انتظامیہ نے شاہ صاحب کو رکھنے سے معذرت کر لی، کیونکہ اشاعت العلوم کا ایک مقامی مدرس ہے، جس کی شاہ صاحب کے ساتھ زمانہ طلبی سے ہی ان بن چلی آرہی ہے اور شہر میں اس کا بڑا اثر رسوخ ہے۔ چنانچہ اس نے مدرسہ والوں کو متنبہ کیا کہ اگر تم نے شاہ صاحب کو مدرس رکھا تو میں تم سے الگ ہو کر مقابلہ میں اپنا ادارہ بناؤں گا۔ اس لیے انھوں نے مجبوراً شاہ صاحب کو جواب دے دیا۔ لہٰذا آپ نہیں آرہے ہیں۔ جب کہ ہمارے پاس (دار العلوم حنفیہ چکوال میں) تکی مروت سے مولانا حمد اللہ جان صاحب کچھ طلباء سمیت امسال تدریس کے لیے آرہے ہیں بلکہ ابھی مجھے لڑکے نے آپ کا بتایا تو میں سمجھا کہ وہی مولانا صاحب آگئے۔ لہٰذا یہاں ہمارے ہاں رہیں مولانا صاحب کے اسباق سنیں یقیناً آپ کو پسند آئیں گے۔ اسے یہ معلوم نہ تھا کہ اس لڑکے نے تو تکی مروت میں اس مولوی صاحب کے اسباق سنے ہیں۔ اب تو یہ حضور قبلہ شاہ صاحب کا شیدائی ہے۔ بہر حال ہم سو گئے صبح نماز فجر کے لیے وضو کر رہا تھا کہ سامنے بھائی آکر وضو کرنے لگے اور بڑے مسرور انداز سے مجھے کہتے ہیں کہ رات کو استاد صاحب نے خواب میں بتایا کہ یہ وہابی ہے، اس کے مہتمم کا بیٹا اور مدرسہ کا ناظم ہے، یہ جھوٹ بولتا ہے میں چکوال میں ہوں تم آؤ۔ اس لیے اب نماز پڑھتے ہیں اور نکلتے ہیں۔ نماز کے بعد ایک فربہ جسم دراز قد اور دراز ریش سفید عمامہ والے صاحب نے درس قرآن کا آغاز کیا تو اتنا یاد ہے کہ اس نے پڑھا والضُّحیٰ ' واللیل

اذا سجی الخ..... یعنی ظاد پڑھا اور گفتگو کیا کی مجھے کچھ یاد نہیں اور غلط بیانی جائز نہیں۔ بعد میں بھائی صاحب اس سے ملے تو وہ کہنے لگا، جمعہ میں یہ تھوڑا مضمون رہ گیا تھا اس واسطے بیان کر رہا ہے پھر اس لڑکے (جوان) نے بھائی صاحب کا بتایا تو اس نے بھی ترغیب دی۔ مگر استاد گرامی خواب میں شاگردوں کو تسلی دے چکے تھے۔

بہرحال ہم پہلی فرصت میں مسجد اور پھر فوراً مدرسہ سے نکل کر بھون روڈ پر راہی اسلامیہ سکول ہوئے۔ ابھی تھوڑی دور گئے تھے کہ وہی جوان پیچھے سے دوڑا آیا اور پرزور طریقہ سے چائے پی کر جانے کا اصرار کرنے لگا مگر بھائی صاحب استاد صاحب کے دیدار کی چائے کے لیے بے تاب تھے۔ لہذا نہ مڑنا تھا اور نہ ہی مڑے بالآخر اسلامیہ ہائی سکول کے قریب پہنچے تو سرگودھا روڈ کے چوک پر سکول کے لڑکوں کے رش میں ہمیں چند اپنے ساتھی طلباء نظر آئے تو سکون ملا۔ اور پھر جب انھوں نے بتایا کہ استاد صاحب ایک ہفتہ بعد آئیں گے تو تسلی ہوگئی۔ چنانچہ اشاعت العلوم میں داخلہ لے کر استاد صاحب کا انتظار کرنے لگے۔ ایک دن ہم بھائی صاحب کے ساتھ بازار گئے جب ہم ظہر کے وقت واپس مدرسہ پہنچے اور گیٹ سے داخل ہوئے تو سامنے استاد صاحب کو بان کی بُنی ہوئی خالی چارپائی پر بیٹھے ہوئے دیکھا جبکہ دو تین ساتھی آپ کو دبا رہے تھے، تو بھائی فوراً بولے اب میرا خواب پورا ہوگیا۔ میں نے کہا جی کس طرح، کہا میں نے خواب میں استاد صاحب کو اسی پوزیشن میں دیکھا تھا۔ کچھ مدت گزرنے پر ہمیں معلوم ہوا کہ داڑھی کترا جوان عبدالرحمن قاسمی صاحب ناظم دارالعلوم حنفیہ تھے۔ اور وہ سفید ریش دراز قد بوڑھے ان کے والد حافظ غلام حبیب صاحب نقشبندی تھے جو دارالعلوم حنفیہ کے مہتمم تھے۔

(اب غالباً ان کا چھوٹا بیٹا عبدالرحیم نقشبندی گدی نشین ہے) یعنی قبلہ استاد صاحب نے جو خواب میں بھائی صاحب کو بتایا تھا وہ حرف بہ حرف سچ تھا۔ اور کم از کم میرے لیے یہ قبلہ استاد صاحب کی پہلی کرامت تھی۔ چکوال میں صورت یہ تھی کہ یہاں مدرسہ میں درجہ حفظ نہ تھا جس کی وجہ سے میں بھائی صاحب سے ہی حفظ کرنے لگا۔ نیز طلباء میں میرے سوا کوئی چھوٹا لڑکا نہ تھا جس کا فائدہ مجھ (راقم) کو یہ ہوا کہ جو بھی چھوٹا موٹا کام ہوتا استاد صاحب راقم کو

ارشاد فرماتے مثلاً کپڑے دھوبی سے استری کرانے، درزی بلانا، درزی سے سلے کپڑے لانا، دہی کبھی کبھی لانا۔ کسی کو بلا کر لانا، آپ کے کمرے کی خاکروبی وغیرہ یہ کام میرے ذمے تھے۔ جس سے راقم کو انتہائی قریب سے آپ کو دیکھنے کی سعادت ہوئی۔ اور جب تکمیل حفظ کے بعد آپ سے ''صرف'' شروع کی تو بالخصوص ہم تینوں، راقم اور دو سگے بھائی حافظ نذیر صاحب اور حاکم دین صاحب شام کی روٹی کے بعد دیر تک آپ کو باری باری گردانیں (باب) سنا کر اور آپ کے ہاتھ، پاؤں دباتے سر کی مالش کرتے، جب کہ باقی طلبا ایک جگہ گرمیوں، میں اور سردیوں میں اپنے اپنے کمروں میں محو مطالعہ ہوتے۔ ہمیں حکم ہوتا کہ چلو سب وضو کرو، نماز پڑھیں اور باجماعت عشاء کی نماز ادا کرتے پھر حکم ہوتا سب سو جاؤ۔ چنانچہ آپ کئی مرتبہ راؤنڈ لگاتے کہ طلباء سوئے کہ نہیں لہذا خوف سے ہر لڑکا فوراً سو جاتا کہ استاد صاحب ناراض ہوں گے۔ صبح نماز کے لیے ہمیشہ آپ ہی سب کو جگاتے، نماز باجماعت ادا کی جاتی اسی طرح تمام نمازیں باجماعت ہوتیں۔ جماعت کے لیے کسی ساتھی کو حکم ہوتا، استاد صاحب خود شاذ و نادر ہی جماعت کراتے۔

اس کے باوجود کہ طلباء پر آپ کا ناقابل یقین حد تک رعب تھا اور طلباء دل و جان سے احترام کرتے۔ آپ بھی طلبہ کا انتہائی خیال فرماتے خبر گیری اور مدد فرماتے۔ راقم جب بھی چھٹیوں سے واپس آکر دست بوسی کرنے حاضر ہوتا تو پوچھتے کیا حال ہے، گھر میں سب خیریت ہے، سب چھوٹے بڑے ٹھیک ہیں؟ تو یقیناً باقی طلباء کے لیے بھی آپ کا یہی معمول تھا۔ مجھے یاد ہے ہمارے بڑے طلباء میں سے صوفی غلام رسول صاحب جو بڑے خوش گلو نعت خوان بھی تھے، ایک مرتبہ گرمیوں میں سب طلباء باہر لان میں سوئے تھے جبکہ قبلہ استاد صاحب اپنے کمرے کے آگے چھت پر محو آرام تھے، اچانک صوفی غلام رسول صاحب نے زور زور سے چیخنا چلانا شروع کر دیا تو ساتھیوں نے اُٹھ کر ان کو ابھی صحیح طور پر سنبھالا بھی نہ تھا کہ قبلہ استاد صاحب چھت کے اوپر سے سروں پر آن کھڑے ہوئے اور فرمایا کیوں؟ کون ہے؟ کیا ہوا؟ طلباء نے عرض کی "جی صوفی غلام رسول ہے" فرمایا اسے تسلی دو اور ایک دو ساتھی چارپائی اس کے قریب کرلو اور اسے کہو آیۃ الکرسی پڑھ کر لیٹ جائے۔ اور اگر کوئی طالب علم بیمار ہوتا تو

باقاعدہ اس کا علاج کراتے اور ساتھیوں سے اس کا خیال رکھنے کا فرماتے۔ کسی جاننے والے ڈاکٹر صاحب کے ہاں رقم دے کر بھیجتے۔

جزاء وسزا: اسباق و ماحول کے متعلق آپ انتہائی سخت گیر تھے۔ سبق باقاعدہ سننے یا پوچھنے، اگر کوئی سستی کرتا تو انتہائی سختی فرماتے۔ جس کا فائدہ راقم کو بعد فراغت دوران تدریس نظر آیا، چنانچہ اب بھی بے ساختہ دعائیں زبان سے آپ کے حق میں نکلتی ہیں اور آنکھوں میں آنسو مچلنے کو تیار ہو جاتے ہیں۔

طنز ومزاح: باایں ہمہ قبلہ استاد صاحب بڑے زندہ دل انسان تھے چنانچہ جمعرات کے دن خصوصاً پچھلے پہر یا شام کے بعد چند ساتھی گپ شپ کے لیے حاضر ہو جاتے اور استاد صاحب مسکراہٹیں بکھیرتے اور طلباء کو ہنساتے مگر تہذیب واخلاق اور شریعت کی حدود میں۔

بات ذہن میں سوال اٹھنے کی چلی تو راقم کے ذہن میں ایک سوال یہ بھی پیدا ہوا کہ اہل سنت جب العیاذ باللہ اپنا مذہب بدل دیتے ہیں تو امیر ہو جاتے ہیں حالانکہ پہلے غریب ہوتے ہیں۔ چنانچہ کئی اساتذہ کرام سے یہ سوال پوچھا بھی اور انہوں نے جواب بھی مرحمت فرمایا مگر تشفی نہ ہوئی۔ مگر جب یہ روایت نظر سے گزری کہ: "روی عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ عن النبی ﷺ انہ قَالَ اَللّٰھُمَّ مَنْ اَحَبَّنِیْ فَارْزُقْہُ الْعَفَافَ وَالْکَفَافَ وَمَنْ اَبْغَضَنِیْ فَاَکْثِرْ مَالَہٗ وَوَلَدَہٗ" (بستان العارفین ص ۱۰۵ حاشیہ تنبیہ الغافلین)۔

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا اے اللہ! جو مجھ سے محبت کرے اس کی عزت کی حفاظت فرما اور اسے گزارہ کی روزی عطا فرما (اسے لوڑی تھوڑ نہ دے) تو دل مطمئن سا ہو گیا کہ اصل وجہ دعائے محبوب ﷺ ہے۔ ہر کسی کا اپنا مقدر (اور جو مجھ سے بغض رکھے اس کا مال وعیال زیادہ کر) اور تفریح طبع کے لیے دوران تدریس وتقریر بھی لطیفے سنا کر طلبا وسامعین کو محظوظ فرماتے مگر خود صرف مسکراہٹ پر اکتفاء فرماتے۔ جس کی بدولت آپ کا رعب قائم رہتا اور اسباق میں سنجیدگی بھی۔

تدریس وتقریر! آپ بنیادی طور پر ایک قابل ترین مدرس تھے۔ آپ کا کافیہ مشہور تھا یعنی یہ کہ آپ کافیہ بہت ہی عمدہ پڑھاتے ہیں۔ آپ کی آواز گرج دار تھی اور ہر سبق بہت

باریکی سے پڑھاتے اور دوران تدریس آواز کی گھن گرج آخری سبق تک قائم رہتی۔ بعض اوقات خصوصاً موسم سرما کے دنوں میں جب ہم اسلامیہ ہائی سکول کے سرگودھا روڈ کی طرف والے لان میں باہر بیٹھے ہوتے اور آپ بھی باہر بیٹھ کر پڑھا رہے ہوتے تو کئی بار راہ چلتے لوگ اندر آجاتے اور پوچھنے پر کہتے ہم نے سمجھا شاید جلسہ ہو رہا ہے اور استاد صاحب تقریر فرما رہے ہیں۔ آپ کا معمول تھا کہ ممکنہ طور پر ہر طالب علم کے روزانہ چار اسباق (چار کتابیں) رہیں۔ نئی کتاب ہمیشہ بروز بدھ شروع فرماتے، مطالعہ اور تکرار کی سخت پابندی کراتے، دوران سبق متعلقہ خارجی اعتراضات خود کرتے اور جواب دیتے، زبان مبارک میں تیزی کی حد تک روانی تھی جو نئے آنے والے طلباء کو پریشان کرتی مگر پرانے ساتھیوں کی تسلی و یقین دہانی پر وہ مطمئن ہو جاتے، اور خود ہی کہتے کہ اب ہم عادی ہو گئے اور کوئی تیزی محسوس نہیں ہوتی۔ کئی مرتبہ راقم کے ذہن میں دوران سبق اعتراض آیا مگر استاد صاحب نے خود ہی وہ ذکر کر کے جواب بھی دے دیا۔ نیز اگر کوئی مقام مشکل ہوتا تو ایک سے زیادہ پیرائے میں تقریر کر کے سمجھاتے اور طالب علم سے پوچھتے اگر وہ کہتا نہیں سمجھ آئی تو نئے انداز سے اس کو بیان کرتے اور بعض طلبہ سے فرماتے کہ بیان کرو میں نے کیا کہا؟ اور طالب علم بیان کرتا تو تب سبق آگے چلتا۔ چنانچہ راقم کے برادر اکبر مولانا محمد احمد خان علیہ رحمۃ الرحمان کے ایک ہم سبق "حاجی صالح" صاحب تھے جن کا تعلق کوئٹہ سے تھا جو اردو نہیں بول سکتے تھے۔ ان سے استاد صاحب فرماتے "حاجی صاحب سمجھ آگئی؟" تو وہ کہتے جی! آپ فرماتے "بیان کرو" تو وہ مخصوص لہجے میں کہتے "سمجھ تو آگیا خو بیان نہیں کر سکتا ہایا" استاد صاحب تبسم فرماتے اور سبق آگے شروع کر دیتے۔ راقم نے اپنے دو ساتھیوں حافظ نذیر صاحب اور حاکم دین صاحب کے ہمراہ استاد صاحب سے صرف بہائی اور نحو میر وغیرہ اسباق شروع کیے، چنانچہ ہم تینوں کو غلام نبی رحمۃ اللہ علیہ جو استاد صاحب کی روٹی لاتے تھے وہ روٹی کے برتن واپس لاتے ہوئے فرماتے کہ چلو استاد صاحب بلاتے ہیں۔ ہم حاضر ہوتے تو عموماً آپ مطالعہ بھی فرماتے اور ہم سے ابواب بھی سنتے اور غلطی پر گرفت بھی فرماتے۔ ہم سبق سناتے تو ساتھ ہی آپ کے سر کی مالش اور ٹانگیں، ہاتھ دباتے اور کچھ مدت بعد پھر آپ نے ہم سے صیغے بھی پوچھنے شروع کر دیے۔ راقم

کو یاد ہے کہ ایک رات آپ بی۔بی۔سی سن رہے تھے کہ خبر پڑھنے والے نے "اقوام متحدہ" کا لفظ بولا تو آپ نے راقم سے پوچھا "متحدہ" کونسا صیغہ ہے؟ یہ آپ کا مجھ سے پوچھا جانے والا پہلا صیغہ تھا۔

آپ تدریس کے بے تاج شہنشاہ تھے اور آپ کی شہرت ملک بھر یعنی طلباء میں بحیثیت مدرس تھی تاہم آپ کی تقریر میں دلائل کی بھرمار اور گھن گرج کے ساتھ ساتھ مناظرانہ للکار ہمیشہ موجود ہوتی، نیز مجسمہ جمال وجلال ہونے کی وجہ سے عوام خود بخود کھنچی چلی آتی۔ چکوال میں جب تک آپ اشاعت العلوم میں رہے نماز جمعہ قاضی صاحبان کی مسجد میں پڑھاتے رہے جو تقریباً آدھا کلومیٹر دور اسی سرکلر روڈ پر ہے۔

چنانچہ ایک جمعہ کی تقریر میں آپ نے روایت بیان فرمائی کہ حدیث قدسی ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ، ترجمہ: ہر شئی کا ایک قبلہ ہے اور میرا (رب کا) قبلہ اے میرے حبیب تو ہے" اوکما قال۔ پھر کیا تھا قاضی مظہر صاحب دیوبندی جن کے سینے پر سانپ لوٹ رہے تھے اور اپنے مسلک کی ترقی معکوس نظر آرہی تھی انہوں نے آسمان سر پر اٹھالیا کہ، دیکھو جی رب بھی نعوذ باللہ نماز پڑھتا ہے اس کا قبلہ بھی ہے، یہ ہے، وہ ہے۔ چنانچہ استاد صاحب حضرت علامہ قاضی محمد اسرار الحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ آف راولپنڈی جو آپ کے گہرے دوست تھے ان سے انور شاہ کاشمیری کی فیض الباری شرح صحیح بخاری شریف کی متعلقہ جلد منگوائی اور اگلے جمعہ ساتھ مسجد میں لے گئے اور دوران خطاب عبارت ترجمہ سمیت پیش فرمائی اور فرمایا جو بھی یہ عبارت دیکھنا چاہے دیکھ سکتا ہے۔ یہاں مسجد میں یا مدرسہ اشاعت العلوم میں عبارت دکھانے کو حاضر ہوں۔ لیکن اگر قاضی مظہر صاحب یا ان کا کوئی نمائندہ دیکھنا چاہے گا تو یہ شرط ہوگی کہ اگر عبارت کتاب میں نہ ہوئی تو میرا ناک کاٹ دیا جائے اور اگر ہوئی تو میرا یہ شاگرد خان صاحب (محمد احمد خان کو آپ خان صاحب کہتے تھے) اس کا کان کاٹے گا۔ اور یہ للکار پانچ، چھ جمعہ مسلسل جاری رہی۔ اور وہ کتاب تو کئی ماہ چکوال میں رہی مگر موصوف قاضی صاحب اینڈ کمپنی کو سانپ سونگھ گیا۔

قاتلانہ حملہ: مگر حق دشمنی کی جو آگ پہلے زبانوں سے نکل رہی تھی وہ جب غائب ہوئی تو

یہ لاوا اندر اندر پکنے لگا چنانچہ سال 68-1967 غالباً 6 ستمبر کو سنہری جامع مسجد چکوال جو اُن دنوں نئی بنائی جارہی تھی اس میں حضرت علامہ مولانا محمد شریف نوری قصوری صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا خطاب رکھا گیا۔ ان کی تقریر سے قبل قبلہ استاد صاحب نے 15,10 منٹ خطاب فرمایا، بعد میں قبلہ نوری قصوری صاحب نے خطاب شروع کیا تو فرمایا آج قبلہ شاہ صاحب کے خطاب کو "متن" کہو تو میری تقریر شرح ہے اور اگر ان کی تقریر کو شرح کہو تو میری تقریر حاشیہ ہے۔ چنانچہ نوری قصوری صاحب علیہ الرحمۃ نے غالباً اڑھائی گھنٹے مدلل و جامع اور جان دار خطاب کیا۔ قبلہ نوری قصوری کے انداز خطاب کو علامہ پیر محمد ابوبکر چشتی نے اپنایا اور خوب نبھایا اور مدت دراز تک عوام و خواص کو محظوظ فرما کر اس کا گویا حق ادا کیا۔ جلسوں میں عموماً طلباء جاتے اپنے اپنے طور پر مگر واپس اکثر و بیشتر استاد صاحب کے ساتھ آتے۔ شومئی قسمت یا نوشتہ تقدیر کہ راقم کو یاد ہے قبلہ استاد صاحب نے فرمایا تم جاؤ میں آجاؤں گا۔ اور پھر اشاعت العلوم کے قریبی قبرستان کے سامنے والی پلاٹ جہاں سے کچھ فاصلے پر شادی کی تقریب تھی رات کے تقریباً ایک بجے حسین کے خون کو یزیدی غنڈوں اور وحشت گردوں نے ہاکیوں اور ڈنڈوں سے گھیر لیا جس سے آپ شدید زخمی ہوئے دائیں ہاتھ کی ہڈی ٹوٹی اور سر پر چار بڑے زخم جن میں سے ایک تو قریباً 3-4 انچ تھا اور آپ کے دو طالب علم حاجی صالح محمد اور احمد یار رضوی بھی شدید زخمی ہوئے اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن بہر حال راتوں رات زخمیوں کو سول ہسپتال چکوال جو اندرون شہر مرکزی جامع مسجد کے قریب تھا پہنچایا گیا۔ جو بھی صاحب علم آپ کو دیکھ کر روتا تو آپ فرماتے یہ کون سی رونے کی بات ہے، اسلام کے لیے خون بہہ جانا تو مسلمان کی سعادت ہے۔ دعا کرو یہ خون بارگاہ الٰہی میں قبول ہو جائے۔ مرکزی جامع مسجد کے خطیب علامہ محمد اسحاق صاحب آئے تو پھوٹ پھوٹ کر رونے لگے تو آپ نے انہیں تسلی دی اور رونے سے منع کیا۔ آپ کے انتہائی گہرے دوست ڈاکٹر محمد مظہر صاحب آئے تو ان کے بھی آنسو تھمنے کا نام نہیں لے رہے تھے

آپ نے ان کو بھی تسلی دی اور رونے سے منع فرمایا۔ آپ بجائے ہائے یا فریاد کرنے کے فرماتے "اللہ"۔ رات کو مرہم پٹی لیڈی ڈاکٹر صاحبہ نے کی کہ وہی موجود تھیں۔ صبح جب

بڑے ڈاکٹر صاحب جن کا نام محمد افضل تھا آئے اور صورت حال دیکھی اور حالات معلوم کیے تو کہا میری ڈاکٹری معلومات میں یہ پہلے شخص ہیں جن سے اتنا وافر مقدار میں خون نکلا اور بیہوش نہیں ہوئے یہ خلاف عقل وتجربہ ہے۔ بعد میں ان یزیدیوں کے سربراہ جلسوں میں بر سر منبر قسمیں اٹھا اٹھا کر کہتے تھے کہ ہمارا اس واقعہ سے کوئی تعلق نہیں یہ ہم نے نہیں کیا۔ تو جواب میں قبلہ استاد صاحب فرماتے، ان کے بڑے نے ہمارے باپ اور ماں کے سامنے جنت میں قسم کھائی تھی وہ سچی نہ تھی تو یہ قسمیں کیسے سچی ہوسکتی ہیں۔ نیز آپ فرماتے کہ پہلے تو ممکن تھا میں چکوال سے چلا جاتا اب تو میرا خون یہاں گر گیا ہے اب تو میں نے چکوال کی سرزمین کو خون دے دیا ہے اب میں یہاں سے نہیں جاؤں گا۔ چنانچہ آپ نے اپنی بات کو سچ کر دکھایا۔ اور بحمدہ تعالیٰ علی رغم عنف اعداء آپ کا جامعہ اسلامیہ غوثیہ اور آپ کی اولاد امجاد زادھم اللہ شرفا وفیضا چکوال میں قائم دائم ہیں خدائے ذوالجلال تا قیام قیامت سلامت رکھے۔

"ایں دعا از من واز جملہ جہاں آمین باد"

مقصد وجدوجہد یا آرزو اور کاوش: آپ کا مقصود و مدعا اشاعت دین اور مسلک حق اہل سنت و جماعت کی ترویج واشاعت تھا۔ چنانچہ آپ گردونواح کے دیہات میں تقاریر بھی فرماتے تھے مگر روزمرہ اسباق میں خلل نہیں آنے دیتے بلکہ بروقت پہنچ کر حتی المقدور اسباق پڑھاتے نیز مختلف دیہات میں جلسے کراتے۔ گاؤں میں کسی واقف، عقیدت مند سے فرماتے، کیا خیال ہے تُو چار پانچ یا اتنے مولویوں کو روٹی کھلا دے گا؟ وہ بخوشی بلکہ سعادت سمجھتے ہوئے "ہاں" کرتا تو اس گاؤں میں جلسہ رکھ دیتے۔ جس کے علماء کی خدمت اپنی جیب سے فرماتے۔ بعض دیہات میں لاؤڈ سپیکر نہ ہوتا تھا تو اس مقصد کے لیے آپ نے لاؤڈ سپیکر خریدا اور بیٹری جو بندہ ناچیز کی ذمہ داری ہوتی چنانچہ بیٹری چارج کرائی اور پھر نماز ظہر کے بعد لاؤڈ سپیکر شام سے پہلے پہلے اس گاؤں میں اس آدمی کے ہاں پہنچانا یا ظہر سے قبل وہاں پہنچانا میری ذمہ داری ہوتی، بایں ہمہ اسباق کا ناغہ یا اسباق میں رعایت بالکل نہ ہوتی۔ چنانچہ ایک دفعہ موضع ڈھوک ڈھیری میں جلسہ تھا، واپسی پر بندہ لاؤڈ سپیکر سمیت استاد صاحب علیہ الرحمہ کی معیت میں آ رہا تھا تو بس میں سوار ہوئے تو میں نے تین آدمیوں والی سیٹ لی چنانچہ میں

ایک کونے میں دبک کر بیٹھا کہ ادب اور رعب وجلال کا یہی تقاضا۔ غالباً ابھی بس روانہ بھی نہ ہوئی تھی کہ آپ نے ڈرائیور کے سامنے والے شیشہ کے نیچے لکھا ہوا مصرعہ پڑھ کر مجھے محظوظ فرمایا، مصرعہ یہ تھا "بندے ہوا گر رب کے چھوڑ دو سب سہارے" فرمایا، بیوقوف عقل کا دشمن، بس میں نہ جائیں تیز ڈرائیور کا سہارا ابھی نہ لیں بس خود چلے؟ وغیرہ۔ آپ کی دلی خواہش اور کاوش یہ تھی کہ چکوال و گردونواح کی ہر مسجد تک آپ پہنچیں اور اپنا مشن وہاں جاری کریں کہ پانچ وقت اذان کے ساتھ صلوۃ وسلام کی صدا ہر مسجد سے بلند ہو۔ الحمدللہ آج سارا علاقہ اس کا شاہد عادل ہے۔ نہ صرف گردونواح بلکہ چکوال میں آپ نے مسلک حق اہل سنت وجماعت بریلوی کی خوب آبیاری فرمائی اور ملک بھر سے نامی گرامی علماء وخطباء بلوا کر بڑے بڑے جلسے کرائے۔

آپ کے دور میں چکوال آنے والے علماء وخطباء کے چند اسمائے مبارک، حضرت علامہ محمد عبدالغفور ہزاروی، حضرت مولانا محمد شفیع اوکاڑوی، حضرت علامہ مولانا محمد عمر اچھروی، حضرت علامہ محمد عنایت اللہ سانگلہ ہل والے، حضرت مولانا سید حامد علی شاہ سرگودھا والے، مولانا محمد شریف نوری قصوری صاحب، حضرت علامہ اورنگ زیب قادری آف راولپنڈی، حضرت مولانا صوفی محمد حسین گوجرہ والے، علامہ پیر سید شبیر شاہ صاحب کھیوڑہ، مولانا تاج رسول صاحب، مولانا تاج ملوک کھیوڑہ وغیرھم رحمۃ اللہ علیھم۔ اشاعت العلوم میں پہلے گروپ نے آپ سے دورہ حدیث شریف پڑھا، جس میں آپ کے برادر اصغر سید محمد انور شاہ صاحب، آپ کے بھانجے سید حامد علی شاہ، آپ کے استاذ محترم کریمہ والے کے صاحبزادے جناب عبدالغفور قریشی۔ سید نذر حسین شاہ، میرے برادر اکبر جناب محمد احمد خان وغیرھم شامل تھے۔ ان حضرات کی دستار بندی کے موقع پر حضرت علامہ مولانا محمد عبدالغفور ہزاروی علیہ الرحمۃ تشریف لائے تھے۔ میری یادداشت کے مطابق یہ جلسہ محلہ خواجگان کی جامع مسجد میں ہوا تھا (سال یاد نہیں) ان کے علاوہ چند علماء کرام ایسے بھی تھے جنہیں جب بھی بلایا جاتا وہ تشریف لا کر عوام اہل سنت کو اپنے مواعظ حسنہ سے مستفید فرماتے اور قبلہ استاد صاحب سے وفا کا ثبوت بھی دیتے۔ جن میں مولانا تاج رسول، مفتی احمد عزیز اللہ، علامہ اورنگ زیب قادری، سید شبیر

شاہ کھیوڑہ، مولانا قاضی منظور احمد اور علامہ محمد بشیر سیالوی صاحب شامل ہیں یہ حضرات گویا قبلہ استاد صاحب کی جیب کی گھڑی اور ہاتھ کی چھڑی تھے۔ رحمہم اللہ اجمعین " خدا رحمت کند ایں عاشقان پاک طینت را"

دورہ تفسیر القرآن: آپ نے رمضان شریف کی سالانہ چھٹیوں کا یہ بہترین مصرف نکالا کہ دورہ تفسیر القرآن شروع فرمایا جس میں نہ صرف علماء وطلباء کو شرکت کی دعوت دی بلکہ زندگی کی ہر شعبہ کے افراد کو اجازت ودعوت سے نوازا۔ اس طرح آپ نے قرآن مجید کو سمجھنے کا ہر ایک کو سنہری موقعہ دیا جو تا حال حسب معمول وسابق جاری وساری ہے جن سے آپ کا جامعہ اسلامیہ غوثیہ کا اور علماء اہل سنت کا فیض عام سے عام تر ہوا اور آپ کے ادارہ و نام نامی کو دوام ملا۔ بقول اقبال

ہر گز نمیرد آنکہ دلش زندہ شد بعشق
ثبت است بر جریدہ عالم دوام ما

OOOO

استاذی واستاذ العلماء سیّد محمد زبیر شاہ صاحب قدس سرہ العزیز

مولانا محمد بوستان ملک
مدرس دارالعلوم محمدیہ غوثیہ بھیرہ

میری ابھی ابتدائی عمر تھی نہ علمی موشگافیوں کا پتہ اور نہ ہی دلائل کی حقیقت تک رسائی، تا ہم چھوٹی عمر سے گھریلو ماحول اور گاؤں کی زندگی کے طور اطوار کی وجہ سے نماز اور روزہ سے دلچسپی تھی۔ ہمارے گاؤں میں کسی دور میں تحفیظ القرآن کا درس رہا اسی لیے حفاظ کی کثرت تھی اور وقتاً فوقتاً شبینہ کی محافل ہوتی رہتی تھیں۔ ابتدائی دنوں میں میں نے یہ بھی دیکھا کہ حفاظ نوافل کی صورت میں پورا قرآن ایک رات میں پڑھتے اور کثیر تعداد نوافل میں شامل ہوتی اور کچھ لوگ خاموشی کے ساتھ بیٹھ کر سنتے۔ گاؤں میں للہ شریف کی خانقاہ کے سجادہ نشین حضرات کا کافی حلقہ تھا، میرے ننہال کا تمام خاندان اس خانقاہ سے منسلک تھا۔ جب یہ حضرات تشریف لاتے تو جمعۃ المبارک کے موقع پر کافی بڑا اجتماع ہوتا اور علماء کی تقاریر ہوتیں اس موقع پر پورے گاؤں کے لوگ گاؤں سے باہر ایک جگہ نماز جمعہ پڑھا کرتے۔

انہیں مواقع پر انتہائی وجیہ شخصیت تشریف لاتی جو پاٹ دار آواز میں گفتگو کرتی، لوگ بڑے ذوق وشوق سے اس کا خطاب سنتے اور بعد میں ان کی بڑی تعریف کی جاتی لیکن بچپنے کی وجہ سے ان کا کچھ تعارف نہ تھا۔

ہمارے گاؤں کے حافظ عبدالحلیم صاحب جو حفاظ کے خاندان کے چشم وچراغ ہیں، اس وقت بھی چکوال میں دینی تعلیم کے ادارے کو چلا رہے ہیں، چکوال میں اشاعت العلوم میں پڑھتے تھے۔ ان کی وساطت سے وہ جلیل القدر عالم تشریف لاتے، بعد میں معلوم ہوا کہ یہ حافظ صاحب کے استاذ ہیں اور ان کا اسم شریف سید محمد زبیر شاہ صاحب ہے۔

بھیرہ شریف میں تعلیم کے دوران وہاں دارالعلوم میں ایک پروفیسر صاحب تھے۔ جن کا

نام چوہدری محمد افضل صاحب تھا وہ چکوال سے متصل بستی تترال کے رہائشی تھے وہ اسلامیہ ہائی سکول چکوال میں پڑھتے رہے تھے۔ انہوں نے ذکر کیا کہ شاہ صاحب جب اشاعت العلوم میں طلباء کو پڑھا رہے ہوتے تھے تو ان کی آواز کی گونج متصل اسلامیہ سکول میں سنائی دیتی تھی شاید یہ دور اشاعت العلوم کی تدریس کا شاندار دور تھا۔

سید منظور الحق شاہ صاحب جو "علاول شریف" کے رہائشی تھے۔ آپ سیال شریف سے نسبت رکھتے تھے۔ بھیرہ شریف بھی پڑھتے رہے اور قبلہ سید محمد زبیر شاہ کے ہاں بھی زیر تعلیم رہے۔ وہ ذکر کرتے تھے کہ میرے تعلیمی دور میں ایک طالب علم سید احمد سعید کاظمی رحمۃ اللہ علیہ کے دار العلوم سے اکتساب فیض کرنے کے بعد چکوال میں اشاعت العلوم میں داخل ہوا۔ وہ طالب علم انتہائی ذہین اور کتب میں گہری نظر رکھتا تھا اور سوال کرنے کا بھی بڑا ملکہ تھا اور اساتذہ سے سبق کے دوران خوب بحث کرتا۔ قبلہ شاہ صاحب کے پاس منطق کی ایک کتاب کا سبق تھا۔ ایک مسئلہ میں سوال و جواب کا سلسلہ شروع ہو گیا، قبلہ شاہ صاحب نے سبق کی خوب وضاحت کی مگر طالب علم کو تسلی نہ ہوئی، سبق کا وقت ختم ہوا اگلے دن پھر اسی پر بحث ہوئی طالب علم کو تسلی نہ ہوئی۔ تیسرے دن پھر اسی سبق پر بحث ہوئی اور اس طالب علم کی تشفی ہوئی۔ ان تین دنوں میں قبلہ شاہ صاحب کی زبان سے علم کے دریا بہتے رہے اور طالب علم حسب استطاعت اپنے خالی دامن بھرتے رہے۔

اس واقعہ کو ذکر کرنے سے قبلہ شاہ صاحب کی شخصیت کے ایک پہلو کو اجاگر کرنا ہے۔ عمومی طور پر یہ دیکھا جاتا ہے کہ طالب علم سوال کرنے سے حجاب محسوس کرتا ہے، اگر سوال کرے تو بعض اوقات استاذ کی طبیعت میں تکدر پیدا ہو جاتا ہے۔ اس کی وجہ سے یہ بھی ہو سکتی ہے کہ وہ سوال تحصیل حاصل کے ضمن میں آتا ہے یہ بھی ہو سکتا ہے کہ طالب علم کی نیت میں فتور آیا اور اس نے تمام طلباء کا سبق برباد کرنے کے لیے ایک بحث چھیڑ دی۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ وہ سوال بحث سے کچھ تعلق نہ رکھتا تھا، یہ تمام اسباب ایسے ہیں جو ایک ذہین مدرس کی طبیعت میں تکدر پیدا کر دیتے ہیں اور فیضان کا سلسلہ منقطع ہو جاتا ہے۔

بعض اوقات یہ بھی ہوتا ہے کہ مدرس اس سبق کے حوالے سے علمی بے مائیگی کا شکار ہوتا

ہے اور کوئی سوال بھی اس کی طبیعت میں تکدر پیدا کر دیتا ہے۔

حضرت شاہ صاحب نے تین دفعہ اس سبق پر کئی زاویوں پر بحث کی۔سوال کرنے کے حوالے سے طالب علم کی حوصلہ افزائی کی اور کسی بھی حوالے سے اکتاہٹ کا اظہار نہ کیا۔ میرا یقین ہے کہ وہ طالب علم یا جو طلباء اس کے ساتھ اس درس میں شریک تھے ہمیشہ ان کے ذہنوں میں قبلہ شاہ صاحب کے علمی تبحر، تدریس سے شغف اور اپنے طلباء سے کمال وابستگی کا نقش محفوظ رہے گا۔

اشاعت العلوم میں تدریس کے فرائض سرانجام دینے سے قبل شاہ صاحب جامعہ رحمانیہ ہری پور ہزارہ میں تدریس کے فرائض سرانجام دیتے رہے۔ دارالعلوم محمدیہ غوثیہ میں بے شمار طلباء اس علاقہ سے تعلق رکھتے ہیں۔ اس علاقہ سے متعلقہ بے شمار لوگوں نے قبلہ شاہ صاحب کی تدریسی اور تبلیغی خدمات کو خراج تحسین پیش کیا اور اچھے الفاظ سے ذکر کیا۔

میرا دارالعلوم محمدیہ غوثیہ کی تعلیم کے دورانیہ کے آخری سال تھے اور گرمیوں کی تعطیلات میں رمضان شریف کا مہینہ بھی تھا، قبلہ شاہ اس وقت اپنا ادارہ بنا چکے تھے اور وہاں دورہ قرآن پڑھایا کرتے تھے۔ میں نے بھی اس دورہ میں شرکت کا ارادہ کیا اور رہائش حافظ عبدالحلیم صاحب کے پاس محلہ لائن پارک میں رکھی۔ اسی دوران جہاں حضرت شیخ الحدیث سید محمد زبیر شاہ صاحب کے تبحر علمی کا اندازہ ہوا وہاں آپ کی اپنے مسلک کے احیاء کے لیے جو تڑپ موجود تھی اس کا نقش بھی ذہن میں مرتسم ہوا، ساتھ ہی ساتھ آپ کے اخلاق کریمانہ سے آگاہی نصیب ہوئی اور یہ تعلق آپ کی زندگی کے آخری لمحات تک قائم دائم رہا۔ آخری ملاقات بھیرہ شریف میں اس وقت ہوئی جب آپ حضور ضیاء الامت کے وصال کے موقع پر تعزیت کے لیے بھیرہ شریف تشریف لائے تھے اس وقت شوگر بلڈ پریشر کے اضافہ کے ساتھ گردوں کے عارضہ میں مبتلا ہو چکے تھے۔ آپ کے وصال کے موقع پر قبلہ امین الحسنات شاہ پرنسپل دارالعلوم محمدیہ غوثیہ کی قیادت میں جنازہ میں شرکت نصیب ہوئی، اللہ تعالیٰ آپ کے درجات بلند فرمائے۔

آپ کی شخصیت کے بنیادی اوصاف میں سے ایک وصف یہ بھی تھا کہ اپنے استاذ محترم

شیخ الحدیث مولنا سردار احمد صاحب قدس سرہ العزیز کی شخصیت کے گرویدہ تھے اور اپنے تمام کمالات کو ان کا فیضان سمجھتے تھے۔

اسی ضمن میں آپ اس امر کا ذکر فرماتے کہ جب حضرت شیخ الحدیث مولنا سردار احمد صاحب کی طبیعت ناساز ہوتی تھی تو آپ نے میرے پاس ہری پور ہزارہ میں قیام فرمایا تھا آپ سارا دن مطالعہ فرماتے اور اہم مقامات کو نشان زد کرتے پھر مجھے حکم ہوتا کہ میں تمام حوالہ جات اپنے پاس محفوظ کرلوں اور پھر انہیں دکھاؤں۔قبلہ شاہ صاحب ذکر فرماتے اگرچہ تدریسی ذمہ داریوں اور دوسرے مشاغل کی وجہ سے وقت کم ملتا لیکن پھر بھی آپ کے حکم کی تعمیل میں کوئی دقیقہ ضائع نہ کرتا اور تمام حوالہ جات لکھ کر آپ کو دکھاتا آپ اس کی تحسین فرماتے۔

قبلہ شاہ صاحب ذکر فرماتے کہ میرے لیے ان دنوں کی مشقت ایک خزانہ ثابت ہوئی۔ پھر کسی موقع پر بھی مجھے ان مسائل میں زیادہ جستجو کی ضرورت محسوس نہ ہوئی۔آپ مختلف مسائل پر حوالہ جات اپنے ان عام طلباء کی لکھوانے کا اہتمام کرتے جو آپ کے پاس دورہ کیا کرتے تھے۔

اس وقت آپ کے صاحبزادے سید ریاض الحسن شاہ صاحب آپ کی مسند نشین ہیں اور ادارہ کا انتظام وانصرام چلا رہے ہیں اللہ تعالیٰ آپ کو ہمت وتوفیق نصیب فرمائے کہ وہ یہ ذمہ داریاں باحسن سرانجام دیتے رہیں۔

OOOO

شیخ القرآن والحدیث پیر سیّد محمد زبیر شاہ رحمۃ اللہ علیہ

مولانا حافظ عبدالحلیم نقشبندی
جامعہ انوار الاسلام غوثیہ رضویہ، لائن پارک چکوال

خواجگان نے جب اسلامیہ سکول اور مدرسہ اسلامیہ اشاعت العلوم چلانے کا عزم کیا۔ اس وقت خواجہ فضل کریم چشتی مدرسہ اسلامیہ اشاعت العلوم کے صدر تھے۔ قاضی غلام مہدی مرحوم اور حافظ غلام ربانی مرحوم نے پیر سیّد محمد زبیر شاہ صاحب کو اوکاڑہ سے چکوال تشریف لانے کے لئے گزارش کی جس کو شاہ صاحب نے قبول فرمایا اور چکوال تشریف لائے۔ پیر سیّد محمد زبیر شاہ صاحب نے مدرسہ اسلامیہ اشاعت العلوم میں تدریس شروع کر دی۔

حضرت شاہ صاحب صبح اسلامیہ ہائی سکول میں روزانہ ایک گھنٹہ اساتذہ اور طلباء کو درسِ قرآن دیا کرتے تھے۔ شاہ صاحب کی تشریف آوری سے مدرسہ میں نئی بہار آگئی۔ اس وقت مدرسہ میں منتہی طلباء بھی موجود تھے۔ حضرت شاہ صاحب کی آمد کی وجہ سے طلباء اور عوام کا رجحان مدرسہ اسلامیہ اشاعت العلوم کی طرف بڑھ گیا۔ سارا دن طلباء اور عوام کا تانتا بندھا رہتا۔ کوئی سبق کیلئے آ رہا ہوتا تو کوئی مسائل پوچھنے کیلئے۔ محترم شاہ صاحب اور مفتی اکرام الحق صاحب نے مدرسہ کی رونقیں نئے سرے سے دوبالا کر دیں۔ طلباء دور دراز سے جامعہ میں حصول علم کے لئے داخل ہوئے۔ صبح کے وقت جب طلباء اپنی رہائش سے مدرسہ اسلامیہ اشاعت العلوم کی طرف جاتے تو سڑک پر عجیب سماں ہوتا۔ شیخ الحدیث پیر سیّد محمد زبیر شاہ صاحب نے میر زاھد، ملا جلال، قطبی، ملا حسن، کنز الدقائق، وقایہ، حدایہ، منطق و فلسفہ وغیرہ کے علاوہ دورہ حدیث شریف کی کتب کی تدریس فرماتے۔ زور بیان کا یہ عالم تھا کہ آپ مدرسہ کے ہال میں پڑھاتے تو آواز سڑک تک صاف سنائی دیتی تھی۔ اس ماحول اور ان واقعات کو قلم بند کرنا محال ہے۔

انوار آباد میں مدرسہ کے صدر حاجی فضل کریم چشتی میروی حضرت غوث پاک رحمۃ اللہ علیہ کا سالانہ عرس پاک منعقد کرتے۔

حضرت خواجہ فضل کریم صاحب اللہ کے ایسے نیک بندے تھے کہ علماء کرام بھی آپ سے ملنے کا اشتیاق رکھتے۔ ایک مرتبہ مسجد خواجگان میں شیخ القرآن علامہ عبدالغفور ہزاروی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا معراج شریف کے موضوع پر خطاب تھا۔ اور ایسا کمال کا بیان کہ کیفیت بیان نہیں کی جا سکتی۔ جلسہ کے بعد واپسی پر آپ نے مدرسہ اسلامیہ اشاعت العلوم میں قیام کیا۔ صبح کی نماز کے بعد علامہ ہزاروی صاحب نے شاہ صاحب سے کہا کہ مجھے حاجی فضل کریم چشتی صاحب سے ملنا ہے۔ حاجی صاحب کو بھی پیغام بھیج دیا گیا ہم (طلباء) نے دونوں حضرات کا انوار آباد میں استقبال کیا۔ انوار آباد میں جس جگہ نماز فجر کے بعد ذکر و اذکار اور درود شریف پڑھا جاتا۔ وہاں ہزاروی صاحب اور قبلہ شاہ صاحب کو بٹھایا۔ یاد رہے انوار آباد میں مسجد کے ساتھ ایک کمرہ تھا جس میں روزانہ بعد از نماز فجر نمازی حاجی فضل کریم صاحب کے پاس بیٹھتے اور درود شریف پڑھتے۔ حاجی صاحب روزانہ درود شریف پڑھنے والوں کی تواضع گڑ والی چائے سے کرتے۔ درود شریف کی نسبت سے اس کمرہ کو کمرۂ درود کہا جاتا تھا۔ اس کمرہ میں قبلہ شاہ صاحب، ہزاروی صاحب اور حاجی فضل کریم صاحب صوفیاء کی گفتگو میں محو رہے۔ اور حضرت خواجہ احمد میروی رحمۃ اللہ علیہ کا ذکر کثرت سے کرتے رہے۔ جتنا وقت وہاں رہے ذکر چلتا رہا۔ پھر علامہ عبدالغفور ہزاروی صاحب اور پیر صاحب تانگے پر بیٹھ کر وہاں سے رخصت ہوئے۔

ایک دفعہ میں (عبدالحلیم نقشبندی) نے قبلہ حاجی صاحب سے گزارش کی کہ سالانہ عرس مبارک کے موقع پر باہر سے کسی مقرر کو بلوایا جائے، میرا خیال تھا کہ علامہ فضل حق صاحب (کریما والے) کو بلوایا جائے۔ قبل ازیں شیخ الحدیث پیر سید محمد زبیر شاہ صاحب سے اس کی اجازت لی جا چکی تھی۔ اور آپ نے فرمایا، حاجی صاحب سے اس حوالے سے بات کر لیں۔ جب حاجی صاحب سے بات کی تو فرمانے لگے کہ "شاہ صاحب سے بھی کوئی بڑا عالم ہے؟" آپ سے ہی گزارش کریں گے اور آپ خطاب فرمائیں گے۔ پھر ۱۱ ربیع الثانی کی صبح عرس

کے موقع پر پیر صاحب نے خطاب فرمایا،اس کے بعد ہر عرس مبارک کے موقع پر حضرت شاہ صاحب کا ہی خطاب ہوا۔

قبلہ شیخ الحدیث والتفسیر حضرت علامہ سید محمد زبیر شاہ صاحب کے آنے سے جشن عید میلاد النبی ﷺ کی رونق دوبالا ہوگئی۔کیونکہ آپ کے تشریف لانے سے مولانا حافظ محمد اسحاق صاحب خطیب جامع مسجد حنفیہ رضویہ ہسپتال روڈ چکوال ،ہسپتال روڈ سے جلوس شروع کرتے ،پھر مدرسہ اشاعت العلوم سے حافظ غلام ربانی صاحب، شیخ عبدالغفور صاحب مرحوم اور چوہدری علی اکبر بھون اپنے اپنے اعتبار سے میلادِ مصطفیٰ ﷺ کا جلوس نکالتے ،جب سے شاہ صاحب مدرسہ اسلامیہ اشاعت العلوم میں تشریف لائے جشن عید میلاد النبی ﷺ کے جلسوں اور جلوسوں کی رونقوں اور اجتماعات میں بے حد اضافہ ہوا۔قبلہ شاہ صاحب کی وجہ سے مختلف علماءِ کرام اور پیرانِ عظام مختلف شہروں سے تشریف لاتے اور بارہ ربیع الاول کے دن ہر طرف کیا خوب سماں ہوتا۔قبلہ شاہ صاحب کی وجہ سے متعدد علماء کرام پیرانِ عظام تشریف لاتے ،ان میں سے چند کے اسماء گرامی مندرجہ ذیل ہیں۔صاحبزادہ پیر آفتاب احمد چورہ شریف ،پیر اولیاء بادشاہ موہڑہ شریف ،پیر محبوب احمد چشتی میرا شریف ،مولانا تاج رسول صاحب راولپنڈی۔

شاہ صاحب کا یہ بھی کمال تھا کہ پاکستان میں بڑے بڑے علماء سے آپ کے روابط تھے اور مختلف محافل پر آپ کی وساطت سے علماء کرام کو چکوال بلایا جاتا۔جن میں علامہ عبدالغفور ہزاروی صاحب ،مولانا محمد عمر اچھروی صاحب ،علامہ صاحبزادہ فیض الحسن صاحب آلومہار شریف ،علامہ احمد سعید مجددی صاحب ،مولانا محمد بخش مسلم صاحب ،مولانا محمد صادق جہلمی صاحب ،مولانا محمد شریف نوری صاحب ،مولانا محمد بشیر صاحب کوٹلی لوہاراں ،عطاء المصطفےٰ جمیل صاحب ،پیر ارشاد حسین صاحب چورہ شریف ،ان کے علاوہ بھی نامور علماء کرام اور پیرانِ عظام کے نام قابلِ ذکر ہیں۔

حضرت شاہ صاحب دینی مسلکی اور اعتقادی لحاظ سے بہت متحرک تھے۔ضلع بھر میں مختلف مقامات پر محافل کا انعقاد کرواتے اور علماء کرام کو مدعو کرتے۔متعدد مقامات پر خود بھی کیا

ہی خوب وعظ فرماتے۔

علامہ حافظ محمد مطلوب الرسول صاحب سجادہ نشین للہ شریف سال میں ایک مرتبہ چکوال کا دورہ فرماتے۔ آپ کی آمد سے مریدین کثیر تعداد میں آپ کے ہاں جمع ہوتے۔ اور جس جگہ پر آپ جمعہ ادا فرماتے، اس مسجد میں قبلہ شاہ صاحب اور مفتی عبدالقدوس حاشمی رتہ شریف والوں کا خطاب ہوتا۔ کھوکھر زیر، جنگا، ٹھٹی، چکوال، چکوڑہ اور بھون کے علاوہ کئی مقامات پر حضرت صاحب للہ شریف والے تشریف لائے۔ اور پھر کئی مرتبہ حضرت شاہ صاحب للہ شریف تشریف لے جاتے اور وعظ فرماتے۔ للہ شریف تحصیل پنڈ دادنخان میں معراج النبی ﷺ کی سالانہ محفل پاک کا انعقاد ایک صدی سے زائد عرصہ سے ہو رہا ہے قبلہ شاہ صاحب بھی کئی مرتبہ معراج النبی ﷺ کی محفل پاک میں شامل ہوئے۔ اور اپنے خطاب سے علماء، صوفیاء، فقراء اور عوام کو خوب محظوظ کیا۔

وہاں کی ایک اور خاص بات یہ بھی تھی کہ ایک نابینا حافظ صاحب تھے جن کو اللہ تعالیٰ نے یہ کمال عطا فرمایا تھا کہ جب بھی وہ کوئی تقریر سنتے۔ تقریر کے اختتام پر وہ ساری تقریر اشعار میں مکمل سنا دیتے۔ قبلہ شاہ صاحب کی تقریر کے اختتام پر بھی انہوں نے ہر بار آپ کی پوری تقریر اشعار میں سنائی اور ہر ایک کو حیران کر دیا۔

حضرت قبلہ شیخ التفسیر والحدیث سیّد محمد زبیر شاہ صاحب ان چند علماء میں سے تھے جنہوں نے تدریس کو عبادت سمجھ کر اپنایا۔ قبلہ شاہ صاحب نے عمر عزیز کے شب و روز تدریس میں صرف کرنے کے ساتھ ساتھ وعظ و نصیحت دعوت و تبلیغ اور عقائد و مسلک کی طرف بھی بہت توجہ فرمائی۔

خصوصیات

صحیح بات تو یہ ہے کہ قبلہ شاہ صاحب کی تدریس کی خصوصیات اور انداز کو ضبط تحریر میں لانا ناممکن ہے لیکن چند خصوصیات زینت قرطاس کیئے دیتا ہوں۔

(1) بارہا مرتبہ درسی کتب کو پڑھانے کے باوجود آپ باقاعدہ مطالعہ کر کے پڑھاتے اور ہر مرتبہ نئے نکات بیان فرماتے۔

(2) مشکل سے مشکل مقام کو بڑے خوبصورت اور سہل انداز میں بیان فرماتے، انداز ایسا خوبصورت اور اتنا آسان ہوتا کہ ہر بات دل ودماغ میں اترتی ہوئی محسوس ہوتی۔

(3) طلباء سے مطالعہ کی سخت پابندی کرواتے۔ اگر کوئی طالب علم مطالعہ میں سستی کرتا تو اس کو خوب سرزنش فرماتے، اسی وجہ سے غیر محنتی طلباء کی وہاں ٹھہرنے کی گنجائش نہیں ہوتی تھی۔

(4) طلباء کے سامنے ان کی تعریف نہ فرماتے۔ چاہے طالب علم کتنا ہی لائق وفائق ہی کیوں نہ ہو۔ جو طالب علم قبلہ شاہ صاحب کی خدمت زیادہ کرتا اس کی بہت کم رعایت فرماتے۔ اس کا فائدہ یہ ہوتا کہ طلباء میں غرور بھی پیدا نہ ہوتا۔

(5) درمیانی ذھانت کے طلباء کو بلاوجہ بحث میں الجھانے سے گریز فرماتے، اگر فطین طلباء آپ سے کسی مسئلہ پر یا عبارت کے کسی حصہ پر بحث کرتے تو آپ تشفی فرماتے کیونکہ وسیع مطالعہ کے ساتھ ساتھ آپ کی نظر عبارت کے ہر گوشہ پر ہوتی۔

(6) طلباء کو تعلیم دینے کے ساتھ ساتھ عملی اصلاحی، اخلاقی اور اعتقادی تربیت پر خاص توجہ فرماتے۔ اکثر کمزوریوں کی نشاندہی فرما کر اعمالِ صالحہ اور اخلاقِ حسنہ کی ہدایت فرماتے۔

(7) دورانِ اسباق مقام کی مناسبت سے اخلاقی مسائل کی تحقیق بیان کرنا آپ کی خصوصیت اور امتیازی شان تھی۔

اہل سنت و جماعت کے دلائل اور مخالفین کے شبہات کا زوردار طریقے سے بیان فرماتے تھے۔ اس کے علاوہ علم غیب شریف، حاضروناظر، مسئلہ نوروبشر اور امتناع کذب باری تعالیٰ کو بڑے مدلل انداز میں بیان فرماتے تھے۔ اسی بناء پر آپ کے تلامذہ نہایت راسخ الاعتقاد واقع ہوئے اور مسلک حقہ اہل سنت و جماعت کے پرجوش مبلغ اور ترجمان ثابت ہوئے۔

حضرت قبلہ شاہ صاحب اپنے زمانے میں معقولات ومنقولات میں یکتائے روزگار

تھے۔ ہر سال معقولات ومنقولات کی انتہائی اوراوق کتب کا درس دیتے تھے۔ آپ کی مقبولیت کا یہ عالم تھا کہ ملک بھر سے علم کی معراج پانے والے بھی حضرت شاہ صاحب کے کمال تدریس کے معترف اور مداح نظر آئے۔ حضرت قبلہ شاہ صاحب کی طبیعت پر علوم عقلیہ کا ذوق غالب رہا اسی لئے آپ کی شہرت معقولات میں رہی۔ معقولات کی طرح منقولات کے پڑھانے میں بھی آپ اپنی مثال آپ تھے۔ جس قدر مدلل گفتگو فرماتے وہ آپ ہی کا خاصہ ہے۔ یہ کہنا بھی بے جا نہ ہوگا کہ علوم دینیہ کی تدریس سے آپ کو عشق کی حد تک لگاؤ تھا۔ سلف صالحین کی طرح نام ونمود سے دور تک کا واسطہ نہ تھا۔

دورہ حدیث

حضرت قبلہ شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ دورہ حدیث کے اسباق جس حسن وکمال کے ساتھ پڑھاتے وہ اپنی مثال آپ تھا۔ حضرت شاہ صاحب، بخاری شریف، مسلم شریف، ترمذی شریف، نسائی شریف، ابوداؤد شریف، ابن ماجہ شریف پڑھاتے۔ خوب حدیث رسول ﷺ بیان فرماتے اور حدیثِ رسول ﷺ سے مسائل وعقائد کا کیا خوب اظہار ہوتا۔ حضرت قبلہ شاہ صاحب احادیثِ مبارکہ سے فقہی جزئیات بھی کیا خوب بیان فرماتے۔ اور مسلک حنفیہ کو احادیث کی روشنی میں خوب اجاگر فرماتے۔ حدیث مبارکہ بیان فرمانے کا انداز ایسا تھا کہ طلباء وعلماء کے دلوں میں گھر کر جاتی۔ مدرسہ اسلامیہ اشاعت العلوم کے ہال سے سڑک تک آواز اس قدر بلند اور صاف ہوتی کہ صاف پتہ چل جاتا کہ قبلہ شاہ صاحب دورہ حدیث شریف کی تقریر کر رہے ہیں۔

جامعہ اسلامیہ غوثیہ کا قیام

پھر حضرت شاہ صاحب ۱۹۷۳ء میں مدرسہ اسلامیہ اشاعت العلوم سے تشریف لے گئے۔ اور تلہ گنگ روڈ لاری اڈہ چکوال کے قریب جامعہ اسلامیہ غوثیہ کی بنیاد رکھی اور وہاں حفظ القرآن اور شعبہ درس نظامی قائم کیا اور ساتھ دورہ تفسیر القرآن شروع کیا۔ دورہ تفسیر القرآن سے استفادہ کرنے کے لیے دور دراز سے حضرات آتے اور قبلہ شاہ صاحب کے بحرِ علم

سے فیض یاب ہوتے۔قبلہ شاہ صاحب نے تادم آخر قرآن ، تفسیر القرآن ، حدیث ، تفسیر الحدیث اور دیگر علوم اسلامیہ کی خدمت میں خود کو محو رکھا۔آج بھی شاہ صاحب کے بعد دورہ تفسیر القرآن آپ کے صاحبزادگان کی نگرانی میں رمضان المبارک کی مقدس ساعتوں میں علماء کرام کی توجہ کا مرکز ہوتا ہے۔حفظ القرآن اور درس نظامی کے اسباق بھی سارا سال جاری رہتے ہیں۔

حضرت قبلہ شاہ صاحب ،شہداء کربلا ،معراج النبی صلی اللہ علیہ وسلم کانفرنس اور دیگر اجتماعات کا بھی انعقاد فرماتے۔اس کے علاوہ شہر کے مضافات میں مختلف مقامات پر جلوس اور جلسوں کا انعقاد کیا جاتا جوکہ آپ کے بعد آپ کے صاحبزادگان نے بھی جاری رکھا ہوا ہے۔قبلہ شاہ صاحب کی وفات کے بعد صاحبزادہ پیر سید ریاض الحسن شاہ صاحب نے جامعہ اسلامیہ غوثیہ کی باگ ڈور سنبھالی اور دن رات تگ ودو کر کے علمی ، تحقیقی ، فکری اور مسلکی خدمت کر کے علماء وعوام کی سوچ وفکر کا مرکز ومحور بنے ہوئے ہیں۔

OOOO

تاثرات

مولانا ابوالحسن سید شبیر احمد خوارزمی سیالوی
خطیب اہل سنت کھیوڑہ

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے
بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

شرف ملت، محسن اہل سنت، آفتاب شریعت، ماہتاب طریقت، مجسمہ اخلاص ومحبت، عالم نبیل، جامع معقول ومنقول، حضرت علامہ پیر سید محمد زبیر شاہ صاحب قادری رضوی رحمۃ اللہ علیہ کی ذات کے ساتھ میں کم وبیش نصف صدی سے وابستہ رہا ہوں۔ اور قبلہ شاہ صاحب کی شخصیت معدودے چند فضلائے کرام میں سے ایک ہے جن پر علم وتقوی کو بھی ناز ہے۔ اللہ کریم نے قبلہ شاہ صاحب کو شخصی وجاہت کے ساتھ ساتھ علم قرآن وسنت، فن خطابت، وسعت قلب ونظر، جود وسخا، مہمان نوازی، حسن اخلاق، قادر الکلامی، جہد مسلسل، درس و تدریس میں مہارت، ہر ایک سے خیر خواہی کے جذبات رکھنے، حسد، کینہ، نخوت وتکبر سے پاک، نفع رسانی کے جذبہ سے سرشار، فہم وفراست سے مالا مال، تواضع ومنکسر المزاجی سے متصف اور بہت سی خوبیوں سے مزین فرمایا تھا۔

حضرت موصوف کا نام ان قابل رشک لوگوں کی فہرست میں شامل ہے جن کے شب وروز قرآن وحدیث پڑھنے پڑھانے اور اللہ اور اس کے رسول کے احکام پر عمل کرنے میں صرف ہوتے ہیں، کہ ان ہستیوں کا نام مرنے کے بعد بھی قیامت تک زندہ جاوید رہے گا۔ ان شاء اللہ۔

میں دورہ حدیث شریف مکمل کر کے اپنی مادر علمی مانگٹ شریف میں تدریس کے فرائض سرانجام دے رہا تھا کہ کھیوڑہ میں مجھے خطابت کے فرائض سونپے گئے، جہاں پر میرے پیر

بھائی ملک محمد یوسف صاحب سے ملاقات ہوئی جو ہری پور میں PTCL میں ملازم تھے اور ان دنوں قبلہ شاہ صاحب جامعہ رحمانیہ ہری پور میں تدریس کے فرائض سرانجام دے رہے تھے۔ ملک صاحب چونکہ شاہ صاحب کے بہت عقیدت مند تھے، اس لیے میرے سامنے کئی بار قبلہ شاہ صاحب کا ذکر بڑی عقیدت اور محبت کے ساتھ کیا اور خواہش ظاہر کی کہ کھیوڑہ شہر کی محافل و مجالس میں قبلہ شاہ صاحب کو مدعو کیا جائے۔ قبلہ شاہ صاحب اور میری ملاقات اللہ اور اس کے رسول کے ذکر کے سبب سے ہوئی جو بہت گہری دوستی اور محبت میں تبدیل ہوگئی، جو شاہ صاحب کے آخری وقت ظاہری حیات تک قائم رہی اور ان کے ساتھ روحانی تعلق الحمد للہ آج بھی قائم ودائم ہے۔ اللہ کریم نے حضرت موصوف کو صورت کے لحاظ سے تو حسن و جمال عطا فرمایا ہی تھا مگر حسن و جمال ظاہری میں آپ کی سیرت نے وہ رنگ بھر رکھے تھے کہ جو بھی آپ کو دیکھتا آپ کا گرویدہ اور آپ کی رفاقت میں ہو جاتا۔

مجھے زندگی میں اکثر سفر و حضر میں شاہ صاحب کے ساتھ رہنے کا اتفاق ہوا۔ کشمیر سمیت پنجاب بھر میں اکٹھے سفر کیے شب و روز ساتھ بسر ہوئے مگر کبھی اکتاہٹ محسوس نہیں ہوئی اور نہ آپ سے جدا ہونے کا دل کرتا تھا۔

آپ کی محفل و مجلس ہمہ وقت کشت زعفران بنی رہتی تھی اور ملک بھر کے علماء و فضلاء آپ کے پاس بیٹھنے اور آپ کے پاس رہنے کو باعث افتخار سمجھتے تھے۔ میں نے بہت گہرائی سے مشاہدہ کیا کہ حضرت کی محبت الحُبُّ لِلّٰہِ و البغضُ لِلّٰہ کا صحیح مصداق تھی۔

چکوال شہر کی شہرت و عظمت کو چار چاند اس وقت لگے جب آپ جامعہ اشاعت العلوم چکوال میں صدر مدرس کی حیثیت سے تشریف لائے۔ قبلہ شاہ صاحب ایک بہترین مدرس ہونے کے ساتھ ساتھ بہترین مقرر خطیب اور مناظر بھی تھے اور آپ کا انداز تدریس و خطابت بالکل یکسر ہوتا تھا تاکہ طلباء کی طرح سامعین بھی گفتگو کو اچھی طرح سمجھ سکیں۔

آپ کی چکوال تشریف آوری سے پورا علاقہ مہک اٹھا، آپ نے تمام عقائد باطلہ کی دلائل کے ساتھ سرکوبی کی اور عوام اہل سنت پر ان کی فریب کاریوں کو واضح اور اجاگر فرمایا۔ کچھ عرصہ کے بعد آپ نے جامعہ اسلامیہ غوثیہ چکوال کی بنیاد رکھی اور بہت جلد طلباء کے لیے ایک

دلکش اور دیدہ زیب سادہ طرز بلڈنگ تعمیر کروائی اور پھر صبح شام ہر وقت طلباء کو پڑھانے میں مصروف رہتے۔ یہاں تک کہ اگر کہیں خطاب کے لیے جانا ہوتا تو بھی اسباق کی چھٹی نہ ہونے دیتے، پڑھا کر تشریف لے جاتے۔ شعبان اور رمضان المبارک کی تعطیلات میں آپ نے باقاعدہ طور پر دورہ تفسیر القرآن کا آغاز فرمایا جس میں طلباء قرب وجوار و دور دراز سے جوق در جوق حاضر ہوتے۔ آپ کے اس مشن کو اس قدر شہرت حاصل ہوئی کہ عالم اسلام کی عظیم دینی و مذہبی شخصیت علامہ عبدالغفور ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کو دورہ تفسیر کے لیے اپنے پاس مدعو کیا جب حضرت طلباء کو پڑھا رہے ہوتے تو علامہ ہزاروی پس پردہ خود بھی بیٹھ کر سماعت کرتے۔

میدان مناظرہ میں بھی اللہ کریم نے آپ کو ایسے کمالات سے نواز رکھا تھا جو ہر کسی کے نصیب میں نہیں ہوتے۔ میں کئی بار مناظرہ میں آپ کے ساتھ شریک ہوا لیکن اللہ کریم کے فضل اور مصطفیٰ کریم کی نظر کرم سے قبلہ شاہ صاحب نے اپنی خداداد صلاحیتوں سے ہر بار میدان مار لیا اور کبھی کسی میدان میں اہل سنت کو آپ کی وجہ سے خفت و شرمندگی کا سامنا نہیں ہوا۔ الحمدللہ حضرت کی ساری زندگی دین اسلام کی ترویج و اشاعت اور خدمت دین میں بسر ہوئی۔

میرے بڑے بیٹے سید محمد ضیاء الحسن شاہ جو کہ حضرت صاحب کے خاص شاگردوں میں شامل ہے اور قبلہ شاہ صاحب کی محبت خاص اور شفقت پدرانہ حاصل تھی۔ تمام طلباء اور علماء اس بات کے گواہ ہیں کہ آپ تمام طلباء سے اپنے بیٹوں سے بڑھ کر محبت فرمایا کرتے تھے، جس کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ آپ ہمیشہ طلباء کے ساتھ کھانا کھانا پسند فرماتے، کبھی اپنے لیے علیحدہ کھانے کا انتظام نہ فرمایا۔

سید محمد ضیاء الحسن شاہ سے قبلہ شاہ صاحب تمام طلباء سے زیادہ محبت فرماتے اور ہمیشہ سفر و حضر میں اپنے ساتھ رہنے کا شرف بخشا اور اپنے گھر کے افراد کی طرح ہمیشہ اس پر سایہ عاطفت رکھا۔ یہی وجہ ہے کہ سید محمد ضیاء الحسن شاہ اپنے مشفق و مہربان استاد کے ساتھ قلبی عقیدت اور محبت رکھتا ہے۔ اسی قلبی محبت کی وجہ جب حضرت علیل ہوئے اور راولپنڈی میں

زیر علاج تھے تو سید محمد ضیا الحسن شاہ رات دن ان کے بیٹوں کے ساتھ ان کی خدمت میں مصروف رہا، اور اپنا کام اور آرام سب حضرت کی خدمت پر قربان کر دیا، بالآخر محرم الحرام یہ نیر تاباں ہمیں داغ مفارقت دے کر اس دار فانی سے دار بقا کی طرف رخت سفر باندھ گیا۔

حیف در چشم زدن صحبت یار آخر شد
روئے گل سیر ندیدم کہ بہار آخر شد
جدائی آتش تیز است می سوزد دل و جان را
خدا ہرگز نصیب کس نہ سوزد داغ ہجراں را

OOOO

سیدی حضور شیخ القرآن والحدیث غزالی عصر علامۃ الدھر پیر طریقت رہبر شریعت

ابوالظفر پیر سیّد محمد زبیر شاہ رضوی قادری رحمۃ اللہ علیہ

خلیفہ مجاز حضور محدث اعظم پاکستان رحمۃ اللہ علیہ
مولانا ابوالقمر بشیر احمد سیالوی زبیری (ملک وال)

آپ کا شماران نابغہ روزگار نفوسِ قدسیہ میں ہوتا ہے جن کو رب کائنات نے اپنے دین متین کی اشاعت وترویج کے لیے منتخب فرمایا۔ زمانہ گواہ ہے کہ علوم قرآن کے متلاشیوں نے آپ کو ایک عظیم مفسر اور شیخ القرآن کے روپ میں پایا۔ اور علم حدیث کے متوالوں نے آپ کی صورت میں ایک عظیم شیخ الحدیث کو دیکھا۔ ولی کامل آل نبی اولاد علی، مہدی دوراں، پیر طریقت، رہبر و راہنمائے شریعت حضرت قبلہ پیر سیّد مہدی شاہ رحمۃ اللہ علیہ کے آنگن میں کھلنے والے اس پھول نے ایک جہان کو معطر کیا۔

ابتدائی تعلیم اپنے والد گرامی سے حاصل کرنے کے بعد اس وقت کے عظیم ماہر علوم اسلامیہ استاذ الاساتذہ حضرت علامہ پیر فضل حق کریموی رحمۃ اللہ علیہ سے علمی تشنگی کو سیراب کیا اور پھر صدی کے عظیم محدث کشتہ عشق مصطفیٰ حضور محدث اعظم پاکستان علامہ مولانا سردار احمد رضوی قادری رحمۃ اللہ علیہ کے سایہ شفقت میں سند فراغت حاصل کی۔

1970ء میں چکوال شہر میں علوم اسلامیہ کی عظیم درسگاہ جامعہ اسلامیہ غوثیہ کا سنگ بنیاد رکھا اور پھر زندگی بھر اسی جامعہ میں بیٹھ کر قالَ رسولُ اللہ ﷺ کی صدائیں بلند کرتے رہے۔

درس وتدریس کے ساتھ ساتھ آپ نے خواب غفلت میں سوئے ہوئے سنی مسلمانوں کو جگانے کے لیے دن رات جدوجہد کی۔ مختلف علاقوں میں سالانہ تبلیغی اجلاس منعقد کرواتے۔ اور جہاں بھی حضور قبلہ شیخ القرآن خطاب فرماتے، ڈنکے کی چوٹ پر مسلک حق اہل سنت و

جماعت بیان فرماتے، اور بغیر کسی خوف کے روافض و خوارج کا رد فرماتے۔ انتہائی سادہ گفتگو کے ذریعے کم علم سنی عوام کے دلوں میں عشق مصطفےٰ ﷺ کی شمع کو روشن فرماتے۔ آپ کو اس عظیم مشن سے ہٹانے کے لیے اغیار نے حد درجہ کوشش کی لیکن حیدر کرار کا یہ خون اپنے عظیم مقصد سے ایک قدم بھی پیچھے نہ ہوا۔

راقم الحروف (بشیر احمد سیالوی) نے 1985ء سے لے کر آپ کی وصال تک آپ کے قدموں میں زندگی گزاری، اور فقیر کو یہ سعادت حاصل ہے کہ آپ کی غلامی میں اکثر مقامات پر آپ کے ساتھ حاضری کا شرف حاصل ہوا۔ میں نے اپنی زندگی میں آپ کا کوئی ایسا خطاب نہیں سنا کہ جس میں حضور سیدی شیخ القرآن نے مصلحت پسندی سے کام لیا ہو اور آپ کی زبان حق بیانی سے لڑکھڑائی ہو۔

موضع تترال میں گیارہویں شریف کے پروگرام میں آپ نے خطاب فرمانا تھا۔ مخالفین کو جب اس بات کا علم ہوا تو وہ جلسہ کی انتظامیہ کے پاس آئے اور حیلے بہانے سے جلسہ نہ کرنے کو کہا، اور انہیں ڈرایا دھمکایا کہ شاہ صاحب کا خطاب بہت سخت ہوتا ہے اور فساد ہونے کا خدشہ ہے۔ انتظامیہ نے حضور سیدی شیخ القرآن سے اس بات کا ذکر کیا تو آپ نے فرمایا کہ میں ضرور خطاب کے لیے آؤں گا۔ جب مخالفین نے یہ دیکھا کہ حربہ ناکام ہو گیا تو دھمکی دی کہ اگر شاہ صاحب تشریف لائے اور خطاب کی کوشش کی تو زندہ واپس نہیں جائیں گے۔ انتظامیہ نے گھبرائے ہوئے انداز میں پھر آپ سے گزارش کی، تو آپ جلال میں آگئے اور فرمایا، آپ جانتے ہو کہ میری رگوں میں حسینی خون ہے اور حسین کی اولاد کا سر کٹ تو سکتا ہے لیکن جھک نہیں سکتا۔ مجھے اپنی جان بھی دینی پڑی تو میں حق گوئی سے باز نہیں آؤں گا۔ ادھر مخالفین نے آپس میں بیٹھ کر یہ عہد کیا کہ اگر شاہ صاحب خطاب فرمائیں تو ہماری عورتوں کو طلاق۔ اور کہا کہ ہم تالاب سے آگے شاہ صاحب کو نہیں جانے دیں گے۔ اس پروگرام میں خطاب کے لیے علامہ تاج رسول رحمۃ اللہ علیہ اور پیر طریقت سید محمد یعقوب شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ بھی ساتھ تھے اور فقیر بھی آپ کی نوکری میں موجود تھا۔

حیدر کرار کا یہ شہزادہ بلا خوف و خطر پیدل اس تالاب کے پاس سے گزر کر جلسہ گاہ میں

پہنچے۔اور پھر ایسا لاجواب خطاب فرمایا کے باطل بھی حیران رہ گیا اور مخالفین یہ کہنے پر مجبور ہو گئے کہ یہ واقعی حسینی خون ہے۔سلام کے بعد سیدی شیخ القرآن نے مائیک پکڑ کر اعلان فرمایا کہ مجھے روکنے والو جاؤ اپنی بیویوں سے تجدید نکاح کرو۔پروگرام کے بعد فقیر نے اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ ایک آدمی پسٹل لے کر آپ کی طرف لپکا تو میرے قبلہ نے فرمایا اس کو آنے دو میں دو جہان کے سردار کے ترانے پڑھ کے آرہا ہوں۔اسی اثنا میں آپ کے دیرینہ خادم اور ڈرائیور ملک محمد نواز صاحب آگے لپکے اور اس کو گریبان سے پکڑ کر پستول چھین لی اور وہ جان چھڑوا کے رفو چکر ہو گیا۔

حق گوئی و بے باکی میں سیدی شیخ القرآن کا ثانی نہ تھا۔ایک دفعہ گوجر خان میں آپ کے ساتھ حاضری کا شرف حاصل ہوا، منتظمین جلسہ میں اکثر لوگ کھمکول شریف کے مرید تھے۔جب کھانے پر بیٹھے مسجد کمیٹی کے صدر صاحب نے اپنے امام مسجد صاحب کا تعارف کروایا تو آپ نے خطیب کا نام سنتے ہی فوراً فرمایا کہ یہ تو چکوال میں اہل تشیع کی مجلس میں جا کر بیان کرتے ہیں۔اسے بلایا گیا تو فرمایا، تم کیسے سید ہو، خطابت و امامت اہل سنت کی مسجد میں اور بیان صحابہ کے دشمنوں کے سٹیج پر۔اس بات سے وہ شاہ صاحب گھبرا گئے اور معافی مانگنے لگے۔آپ جلال میں آگئے اور فرمایا کہ میرا آج کا موضوع ہی یہ ہوگا کہ صحابہ کے گستاخ سے ہمدردی رکھنے والے کے پیچھے نماز نہیں ہوتی۔انتظامیہ نے جب یہ دیکھا تو ہاتھ باندھنے لگے کہ جناب مہربانی فرمائیں۔لیکن سیدی شیخ القرآن نے فرمایا کہ مجھے خطاب نہ کرنا منظور ہے لیکن میں منافقت نہیں کر سکتا۔یہ کہہ کر آپ بغیر خطاب فرمائے ہی واپس تشریف لے آئے۔

دولتالہ تحصیل گوجر خان کے قریب ایک گاؤں ڈھونگ میں آپ کے شاگرد رشید مولانا مفتی محمد طارق صاحب اور حافظ محمد رمضان صاحب کی دعوت پر آپ تشریف لے گئے۔ دوران خطاب ایک گستاخ رسول نے اذان سے پہلے اور بعد درود پاک پڑھنے پر اعتراض کیا ،اور کہا کہ مجھے ثبوت چاہیے۔سیدی شیخ القرآن نے بڑے تحمل کے ساتھ اُسے سٹیج کے نزدیک بلایا اور تسلی بخش جواب دے کر ارشاد فرمایا کہ کوئی اور سوال ہے تو پوچھ، میں تیرے ہر سوال کا

جواب دوں گا۔ لیکن پہلے جواب سے ہی اس پر ایسا رعب طاری ہوا کہ مجمع سے باہر چلا گیا۔

ایک دفعہ مری میں خواجہ محمد معصوم موہروی رحمۃ اللہ علیہ کی دعوت پر تشریف لے گئے۔ وہاں ایک جلوس میں بھی شرکت کی اور ظہر کے بعد بہت بڑے جشن نزول قرآن کے اجتماع سے خطاب فرمایا۔ سارا دن مصروفیت میں گزارنے کے بعد جب واپس جامعہ میں پہنچے تو آپ کے انتظار میں ایک آدمی موجود تھا۔ آتے ہی اس نے سلام کیا اور عرض کی حضور میں رانجھا وروال (بھگوال سے آگے ایک قصبہ) سے حاضر ہوا ہوں۔ آپ نے فرمایا کس سلسلہ میں آئے ہو، تو اس نے جواب دیا کہ ہمارے گاؤں میں آج دیوبندی حضرات کا بہت بڑا جلسہ ہو رہا ہے۔ اور سارے دیوبندی گلی کوچوں میں پھر کے عاشقانِ رسول ﷺ کو چیلنج دے رہے ہیں۔ اور اعلان بھی کر رہے ہیں کہ ہمارا مناظر واہ فیکٹری سے آ رہا ہے۔ اگر کسی سنی عالم میں ہمت ہے تو آئے میدان میں۔ یہ کہتے ہوئے اس کے آنسو نکل آئے اور کہنے لگا، حضور کوئی ایسا نظر نہیں آیا جو مسلک اہل سنت کا تحفظ کر سکے۔ سب کی نظریں آپ پر لگی ہیں۔ میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ سارے دن کی تھکاوٹ کے باوجود میرے سیدی شیخ القرآن نے یہ نہیں فرمایا کہ پہلے بتاتے، یا میں بہت تھک چکا ہوں۔ بلکہ فرمایا، چلو چلتے ہیں۔ اس کے پاس ایک پرانی سی گاڑی تھی، اسی پر سوار ہو کر چل پڑے۔ راستے میں گاڑی نے بھی کافی پریشان کیا لیکن قبلہ کا جذبہ دیدنی تھا۔ رات 11:30 بجے رانجھا وروال میں پہنچے، حضرت نے کھانا بھی تناول نہ فرمایا بلکہ فرمایا جلدی مسجد میں لے چلو۔ مسجد میں اعلان ہوا آپ کا نام سن کر عاشقانِ رسول کا جم غفیر مسجد کی طرف لپکا آناً فاناً مسجد کھچا کھچ بھر گئی۔ حضرت نے 2-1/1 گھنٹہ خطاب فرمایا۔ اور خطاب ایسا باطل شکن، گستاخانِ رسول کی دھجیاں بکھیر دیں۔ آپ نے بڑے واشگاف الفاظ میں فرمایا، آؤ میرے نبی کے گستاخو محمد ﷺ کے در کا فقیر موجود ہے۔ اور تم سے ہر موضوع پر مناظرہ کرنے کے لیے تیار ہے۔ صبح 4 بجے پتہ چلا کہ جب دیوبندیوں کا مناظر گاؤں میں پہنچا تو اسے پتہ چلا کہ سنیوں کا شیر آیا ہوا ہے تو فوراً واپس چلا گیا اور ساتھ دیوبندی حضرات کو کہہ گیا کہ جہاں سید محمد زبیر شاہ ہوں وہاں میں کچھ نہیں کر سکتا۔

حضرت کو اللہ رب العزت نے یہ کمال عطا فرمایا تھا کہ فجر کی نماز کے بعد اسباق پڑھانا

شروع کرتے، 11 بجے تک تشنگان علم کی پیاس بجھاتے۔ ظہر کے بعد پھر تبلیغی سلسلے میں نکل پڑتے۔ دن میں دو دو تین تین خطابات بھی فرماتے۔ لیکن تھکاوٹ کا احساس نہ ہوتا۔ فرمایا کرتے تھے کہ میرا جینا مرنا اٹھنا بیٹھنا سرکار دو جہان کی عزت پر پہرہ دینے کے لیے ہے۔

ایک دفعہ آپ سبق پڑھا کر فارغ ہوئے تو ایک آدمی نے عرض کی ،حضور میرا نام صوبیدار احمد خان ہے اور جہلم روڈ پر چتال گاؤں کا رہنے والا ہوں۔ میں فوج کی طرف سے عمرہ کرنے کے لیے سعودیہ گیا۔ تو وہاں پر میری ملاقات ایک حاجی صاحب سے ہوئی۔ دوران گفتگو میں نے بتایا کہ میں ضلع چکوال کا ہوں تو اس نے میری بہت عزت افزائی کی۔ کھانا کھلایا چائے پلائی۔ میں نے پوچھا کہ اتنی محبت کس لیے۔ تو اس نے جواب دیا کہ جس ضلع کا آپ نے نام لیا ہے اس شہر میں ایک عظیم عاشق رسول رہتے ہیں، جن کا نام سید محمد زبیر شاہ صاحب ہے۔ صوبیدار صاحب کہنے لگے حضور میں آپ کو جانتا نہیں تھا لیکن جب اس آدمی نے آپ کا ذکر کیا تو میرے دل میں آپ سے ملاقات کا اشتیاق ہوا۔ آج حاضر ہو کے میں نے آپ کو درس حدیث دیتے ہوئے سنا تو مجھے محسوس ہوا کہ آپ کی زبان سے سرکار کی حدیث نکل رہی ہے۔ اور معلوم ایسے ہو رہا ہے جیسے سرکار دو عالم ﷺ آپ کے سر پہ کھڑے ہو کے آپ کی راہنمائی فرما رہے ہیں۔ اور آپ سرکار سے لے کے آگے تقسیم فرما رہے ہیں۔ پھر اس کے بعد ہم نے دیکھا کہ صوبیدار صاحب روزانہ آتے اور طلباء کے ساتھ بیٹھ جاتے اور حضرت کے فیض سے مالا مال ہوتے۔ کچھ دن کے بعد صوبیدار صاحب کہنے لگے قبلہ میری چھٹی ختم ہو گئی ہے۔ میں کامرہ اپنی ڈیوٹی پہ جا رہا ہوں۔ تو میرا دل کرتا ہے کہ جو کچھ میں نے حاصل کیا وہ میں اپنے دوستوں کو بھی دکھاؤں۔ قبلہ شیخ القرآن نے فرمایا بتاؤ کیسے دکھاؤ گے۔ کہنے لگے حضور آپ مجھے تاریخ دے دیں، میں بہت بڑے جلسہ میلاد مصطفی ﷺ کا انعقاد کروں گا۔ آپ نے وقت عنایت فرمایا تو میں بھی آپ کی غلامی میں ساتھ گیا۔ بہت مشہور مسجد جس کا نام موتی مسجد ہے۔ اس میں پروگرام رکھا گیا حضرت کا نام سن کر دور و نزدیک سے اس تعداد میں لوگ آئے کہ مسجد میں تل دھرنے کی جگہ باقی نہ رہی۔ جلسہ کے اختتام پہ صوبیدار صاحب کے ساتھ اور مقامی لوگ حاضر ہوئے اور عرض کی کہ ہمیں یہ سالانہ ٹائم دے دیں۔ اور پھر جب

تک صوبیدار صاحب وہاں رہے تو آپ ہر سال خطاب کے لیے جاتے رہے۔

صوبیدار صاحب فرماتے تھے کہ سال بعد قبلہ کا ایک گھنٹہ کا خطاب پورے سال کے زنگ دور کر کے دلوں کو عشق مصطفیٰ ﷺ سے روشن کر جاتا ہے۔

سرزمین چکوال کے باسی اس حقیقت سے بخوبی واقف ہیں کہ آپ کے چکوال آنے سے پہلے دیوبندیوں نے سنیت کا لبادہ اوڑھ رکھا تھا اور علی الاعلان یا رسول اللہ کہنے والوں کو مشرک بدعتی بولا جاتا تھا۔ اذان سے پہلے یا بعد درود پاک پڑھنا بہت بڑا جرم سمجھا جاتا تھا اور بعض اوقات پڑھنے والے کو عبرت ناک سزا بھی دی جاتی تھی۔ اللہ رب العزت نے چکوال کے سنی مسلمانوں پر کرم فرمایا اور قبلہ شیخ القرآن نے چکوال کو اپنا مسکن بنایا۔ آپ ڈنکے کی چوٹ پر فرمایا کرتے تھے کہ سنیو جاگو۔ اپنا آپ پہچانو سنی وہ نہیں ہے جو درود پڑھنے سے روکے سنی تو وہ ہے جو چلتے پھرتے الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ کے ترانے زبان پہ سجائے رکھے۔ آپ کا فرمان عالی شان ہے کہ سنی کی جان تو جا سکتی ہے لیکن سنی کی زبان سے یا رسول اللہ کا نعرہ جدا نہیں ہو سکتا۔

اکثر دورہ تفسیر القرآن پڑھاتے ہوئے آپ کی آنکھوں میں آنسو آجاتے اور فرماتے کہ ایک وقت وہ تھا جب چکوال میں درود پڑھنے کو جرم سمجھا جاتا تھا۔ لیکن آج اللہ نے مجھے وہ وقت دکھایا کہ جو بھی لوڈ اسپیکر اذان کے لیے کھلتا ہے اس سے آواز آتی ہے الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ۔

عشق مصطفیٰ ﷺ کا پیغام لوگوں تک پہنچانے کی پاداش میں آپ پر متعدد مرتبہ قاتلانہ حملے بھی ہوئے۔ ایک حملے میں سیدی شیخ القرآن کی ایک ٹانگ پر اس قدر ضربیں لگائی گئی کہ آپ کی ٹانگ دو تین جگہ اور بازو تین جگہ سے ٹوٹ گیا۔ ہسپتال میں کسی نے عرض کی حضور اتنی تکلیف کیسے برداشت کرتے ہیں۔ تو فرمایا کہ کچھ بھی نہیں عزت مصطفیٰ ﷺ کی خاطر اگر میری جان بھی چلی جائے تو میں اپنے لیے اعزاز سمجھوں گا۔

اکثر فرمایا کرتے تھے کہ قبر میں جب فرشتوں نے سوال کیا تو میں اپنا بازو دکھا دوں گا۔ اور میرا کوئی اور عمل قبول ہوا یا نہ ہوا۔ میری بخشش کے لیے سرکار کی محبت میں میرا ٹانگ کا زخم

ضرور کام آئے گا۔

آپ کا وجود مجسمہ عشق مصطفےٰ ﷺ تھا۔ جہاں سرکار کی بات چھڑ جاتی فوراً آنکھوں سے آنسو چھلک پڑتے۔ جب دورہ تفسیر القرآن پڑھاتے ہوئے حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ سلام اللہ علیہا کا تذکرہ آتا تو آپ پہ تہمت کا ذکر آیا تو آپ اس قدر پھوٹ پھوٹ کر روتے کہ سنبھلنا مشکل ہو جاتا۔ اسی طرح حضرت خاتونِ جنت پاک کے ذکر سے بھی آنکھوں میں آنسو آجاتے۔

اسی طرح جب اعلیٰ حضرت کا کلام سنتے تو بے اختیار آنسو بہاتے ہچکی بندھ جاتی اور فرماتے اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کا احسان ہم کبھی نہیں اتار سکتے۔

غوثِ اعظم سرکار سے بے انتہا محبت تھی۔ ہر ماہ باقاعدہ آپ کے لنگر شریف کا اہتمام فرماتے۔

ایک دفعہ دورہ حدیث کی کلاس میں ہم موجود تھے کہ ایک منکر آ گیا۔ اس نے اپنی سائیکل کے آگے تختی لگائی ہوئی تھی۔ اللہ کے سوا کسی کو نہ پکارو، حضرت صاحب کے پاس بیٹھا تو آپ نے 11 روپے نکال کے اسے دیئے۔ اس نے پوچھا کہ یہ کیا، آپ نے فرمایا کہ تمھاری خدمت کے لیے۔ اس نے جیب میں ڈال لیے تو آپ نے مسکرا کے فرمایا کہ اس دفعہ میری منت تھی کہ حضور غوثِ پاک کی گیارہویں کسی منکر کو دینی ہے، گیارہویں کا نام سنتے ہی اس نے فوراً جیب سے پیسے نکالے اور واپس رکھنے لگا، آپ نے فرمایا کے اللہ کے نام کے ہیں لے لو۔ اس نے پھر جیب میں ڈالے، آپ نے فرمایا کہ حضور غوثِ پاک کے ایصالِ ثواب کے لیے۔ یہ سن کے اس نے پھر جیب سے نکالے تو آپ نے فرمایا کہ دیکھو حضور غوث پاک کی کرامت، اپنی گیارہویں کے پاک پیسے کسی پلید کی جیب میں بھی نہیں جانے دیتے۔

آپ اکثر فرمایا کرتے تھے کہ حضور غوث پاک کے نام میں اللہ نے یہ برکت رکھی ہے کہ منکر نام سنتے ہی بھاگ جاتا ہے۔ جنرل بس اسٹینڈ پر سیدی شیخ القرآن نے ایک بہت عالیشان مسجد تعمیر کروائی "جامع مسجد غوثیہ رضویہ"، طالب علم وہاں امامت کے لیے مقرر فرمایا، ایک دن وہ بڑا پریشان ہو کے حضرت کے پاس آیا۔ اور عرض کی حضور تبلیغی جماعت

والے آئے روز مسجد میں آجاتے ہیں ساری انتظامیہ پریشان ہے۔لیکن تبلیغی جماعت والے جان نہیں چھوڑتے۔آپ نے مجھے حکم فرمایا کہ ایک بورڈ بنواؤ اس پہ مسجد کا نام لکھواؤ اور درمیان میں جلی حروف میں یاغوثِ اعظم دستگیر لکھواؤ۔اور مسجد کے مین گیٹ کے سامنے لگواؤ۔ چنانچہ حکم کی تعمیل کی گئی،کچھ عرصہ بعد امام صاحب نے عرض کی حضرت عجیب بات ہے جماعت والے آتے ہیں لیکن جب بورڈ پر نظر پڑتی ہے تو وہیں سے واپس ہوجاتے ہیں۔اس کی کیا وجہ ہے،قبلہ نے فرمایا کے میرے غوث کی یہ کرامت ہے کہ آپ کا نام بھی شیطان کے لیے تیر کا کام کرتا ہے۔

حضور غوثِ اعظم ﷺ سے آپ کی محبت کا یہ عالم تھا کہ کوئی سوالی سوال کرتا تو اسے بھی 11 روپے عنایت کرتے،کبھی 111 ایک سو گیارہ،اور کبھی 101 عطا فرماتے۔غوثِ پاک کے نام سے منسوب کسی ہوٹل کے پاس سے گزرتے تو اس سے لازمی چائے پیتے یا کھانا تناول فرماتے۔غوث اعظم ﷺ سے منسوب کسی مسجد کے پاس سے گزرتے تو رک کے اگر نماز کا ٹائم ہوتا تو نماز ادا فرماتے اگر نماز کا ٹائم نہ ہوتا تو دو نفل اس مسجد میں لازمی پڑھتے۔اپنی حیاتِ ظاہری میں جتنی مساجد تعمیر کروائیں ان کا نام غوثِ اعظم ﷺ کی نسبت سے غوثیہ تجویز فرمایا۔ اسی طرح کوئی اور بھی جب مسجد کا نام تجویز کرنے کے لیے عرض کرتا تو فرماتے غوثیہ مسجد نام رکھو منکروں سے محفوظ رہے گی۔

امام اہلِ سنت الشاہ احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ سے بے حد محبت فرماتے تھے۔ اکثر فرمایا کرتے کہ فاضل بریلوی کا یہ کمال ہے،عشقِ مصطفیٰ کی خیرات اگر جہان میں کسی نے تقسیم کرنے کا حق ادا کیا ہے تو اس کا نام امام شاہ احمد رضا بریلوی ہے۔آپ کے نعتیہ کلام کو سن کر آپ پر وجد کی کیفیت طاری ہوجاتی۔آپ کی عادت مبارکہ تھی کہ راستے میں جس دربار پر نظر پڑتی تو ضرور حاضری دیتے۔

اپنے مرشدِ گرامی سے محبت کا یہ عالم تھا کہ جب بھی زبان پر حضور محدثِ اعظم کا نام آتا آنکھوں سے بے ساختہ آنسو جاری ہوجاتے۔آپ کی زندگی کے واقعات اکثر سنایا کرتے۔ حضور محدثِ اعظم پاکستان رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی زندگی کے آخری ایام میں سے چند دن آپ

کے پاس ہری پور میں جامعہ رحمانیہ میں گزارے۔ آپ فرماتے تھے کہ ان دنوں مانسہرہ میں ایک دیوبندی مولوی اسحٰق بہت مشہور تھا۔ اسے جب پتہ چلا کہ حضور محدثِ اعظم تشریف لائے ہیں تو ملاقات کے لیے حاضر ہوا۔ اس نے سلام کے لیے ہاتھ آگے بڑھایا تو حضور محدثِ اعظم نے اپنا ہاتھ پیچھے کھینچ لیا۔ اور فرمایا کہ میرا یہ ہاتھ آج تک کسی گستاخ کے ہاتھ میں نہیں آیا۔ آپ جب بھی اپنے مرشدِ گرامی کا یہ واقعہ سناتے تو آنکھوں سے آنسوؤں کی برسات شروع ہو جاتی۔

حضور شیخ الاسلام والمسلمین حضرت خواجہ محمد قمر الدین سیالوی رحمۃ اللہ علیہ کا واقعہ اکثر سنایا کرتے تھے کہ میں ایک دفعہ آستانہ عالیہ سیال شریف میں حاضر ہوا تو خواجہ صاحب بیماری کی وجہ سے بہت کمزور تھے لیکن جب پتہ چلا کہ شاہ صاحب تشریف لائے ہیں تو اپنی چارپائی سے اُٹھ کر استقبال کیا اور میرے لیے کرسی منگوائی۔ جب تک میں نہیں بیٹھا تو آپ بھی کھڑے رہے اور فرمایا شاہ جی مجھے معاف کرنا میں بیمار ہوں ورنہ میں نیچے بیٹھتا۔ پھر جب میں چلنے لگا تو نقاہت کے باوجود مجھے دروازے تک چھوڑنے کے لیے آئے۔ یہ واقعہ سنا کر آپ فرمایا کرتے تھے کہ جس شخصیت کے دل میں اولادِ نبی کا اتنا ادب ہے، اس دل میں سرکار دو عالم ﷺ کی کتنی محبت ہوگی۔

اولیاء کی محبت بھی دل میں تھی اسی طرح علمائے اہل سنت سے بھی آپ بہت پیار فرمایا کرتے تھے۔ آپ فرماتے کہ ان کی قدر کرنا ہمارا فرض ہے۔ کیونکہ یہ علماء عظمتِ مصطفیٰ ﷺ کے سپاہی ہیں۔

آپ کے پاس علماء کا جمِ غفیر رہتا۔ پیر طریقت حضرت قبلہ پیر سیّد محمد یعقوب شاہ رحمۃ اللہ علیہ، منظورِ نظر پیر سیال حضرت قبلہ پیر سیّد شبیر احمد شاہ خوارزمی دامت برکاتھم العالیہ، مناظر اسلام محمد ضیاء اللہ قادری رحمۃ اللہ علیہ۔ علامہ محمد اسرار الحق حقانی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا محمد تاج رسول صاحب رحمۃ اللہ علیہ، مناظر اسلام مولانا محمد اورنگزیب قادری رحمۃ اللہ علیہ، اور مولانا قاضی منظور احمد چشتی رحمۃ اللہ علیہ سے آپ کو دلی لگاؤ تھا۔ فرماتے تھے کہ مجھے ہر اس عالمِ دین سے پیار ہے جو ڈنکے کی چوٹ پر مسلک بیان کرتا ہے۔

اپنے مسلک سے انتہادرجے محبت حضور شیخ القرآن کا خاصہ تھا۔درود پاک سے انتہائی محبت، ہر وقت زبان پہ الصلوٰۃ والسلام علیك یارسول اللہ کاورد جاری رہتا۔آپ کی عادت مبارکہ تھی کہ چاہے رات گئے پروگرام سے واپسی ہو تہجد کے لیے جاگ جایا کرتے۔تہجد پڑھ کے دارالعلوم کی چھت پہ چہل قدمی فرماتے، ہاتھ میں تسبیح اور زبان پہ صلوۃ وسلام کاورد۔ایک دن فقیر نے دارالعلوم میں فجر کی اذان پڑھی،اذان کے بعد آپ نے فرمایا اعلیٰ حضرت کا کلام پڑھو۔میں فارغ ہوکے جب چھت پہ پہنچا تو اچانک آپ نے میری طرف دیکھا اور فرمایا، دیکھو میرے رب نے کیسا کرم فرمایا کہ اس چکوال میں لوگ درود پڑھنے سے ڈرتے تھے۔لیکن آج جو سپیکر کھلتا ہے پہلے الصلوٰۃ والسلام علیك یارسول اللہ کی آواز آتی ہے اور میں بس سرکار کا درود سن کے محظوظ ہو رہا ہوں۔

ملک بھر کے مختلف کونوں میں آپ کے مریدین کی ایک کثیر تعداد موجود ہے۔جن میں ضلع گوجرانوالہ، ضلع حافظ آباد، پاک پتن شریف، بورے والا، فیصل آباد، اٹک، چکوال میں آپ کے بہت زیادہ مریدین اور معتقدین ہیں۔آپ مریدین کے اسرار پر ہر سال چند دنوں کے لیے تبلیغی دورہ فرماتے۔اس دورے میں مسلک کی ترویج واشاعت کے لیے محافل اور کانفرنسز کا اہتمام فرماتے اور مریدین سے بجائے نذرانہ لینے کے ان کی خدمت کر کے آتے۔ان دورہ جات میں علماء کی ایک کثیر تعداد بھی آپ کے ساتھ موجود ہوتی۔جن کی خدمت بھی حضور شیخ القرآن اپنی جیب سے کرتے۔

علمی میدان میں آپ کی مہارت کو زمانہ نے تسلیم کیا۔ایک دفعہ ایک علامہ صاحب ایران سے تشریف لائے، فارسی میں ہی بات کرتے تھے۔اور کہتے تھے کہ مجھے علم منطق حاصل کرنے کا بہت شوق تھا۔میں ایران سے چل کے کراچی آیا تو مجھے بڑے بڑے علماء نے بتایا کہ اگر علم منطق حاصل کرنا ہے تو چکوال میں قبلہ شاہ جی کے پاس چلا جا۔وہ مولانا فرماتے ہیں کہ میں نے دوسال آپ کی خدمت میں گزارے اور میں حیران ہوتا تھا کہ جو سوال کیا جاتا تھا حضرت صاحب ایسے جواب ارشاد فرماتے کہ جیسے آپ کو بتانے والا پہلے سے بتا گیا ہو کہ یہ سوال ہونا ہے اور اس کا یہ جواب ہے۔

دورہ تفسیر القرآن میں اکثر طلبا مختلف مدارس سے فارغ التحصیل علماء ہوتے تھے اور اکثر سوالات کی بھر مار کرتے، لیکن قبلہ شیخ القرآن ہر سوال کا جواب بڑے تحمل کے ساتھ دیتے جاتے۔ جب تک سائل کی تشفی نہ ہو جاتی آپ آگے نہ جاتے بعض اوقات ایسے سوالات ہوتے جن کا جواب دینے میں گھنٹوں گزر جاتے۔ لیکن کمال حوصلہ حضور شیخ القرآن کا کہ جب تک سائل مطمئن نہ ہوتا آپ آگے نہ جاتے۔

آپ کو اللہ تعالیٰ نے یہ ملکہ عطا فرمایا تھا کہ جو دورہ تفسیر القرآن میں شرکت کرتا، ایک مہینہ کی کلاسز میں اسے وہ کچھ عطا فرماتے جو وہ سالوں تک حاصل نہ کر سکا ہو۔ آپ کے پاس ایک مہینہ پڑھ جانے والا خارجیوں اور رافضیوں کو گھٹنے ٹیکنے پر مجبور کر دیتا۔

آج بھی الحمدللہ آپ کے جامعہ اسلامیہ غوثیہ میں یہ سلسلہ بعینہ جاری و ساری ہے۔ تشنگان علوم اسلامیہ کی پیاس بجھانے کے لیے جگر گوشہ شیخ القرآن صاحبزادہ حضرت علامہ پیر سید ریاض الحسن شاہ صاحب اور تصویر حضور شیخ القرآن جناب علامہ صاحبزادہ پیر سید مراتب علی شاہ صاحب اپنے شب و روز ایک کر کے مصروف عمل ہیں۔

اللہ رب العزت سیدی شیخ القرآن کے فیضان کو تا قیامت جاری رکھے اور شہزادگان کو عمر خضری عطا فرمائے آمین۔

حضور سیدی شیخ القرآن کی ساری زندگی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عشق کے فروغ کے لیے گزری۔ ضلع گوجرانوالہ، وریال چٹھہ، ضلع حافظ آباد و نکے تارڑ، علاؤ الدین کے، چک شہزاد، چھنی، پاک پتن شریف کے علاقہ کوٹلہ زمان خان، بورے والا، بونگہ حیات، فیصل آباد و دیگر اضلاع میں آپ ہر سال مریدین کے اسرار پر تبلیغی دورہ جات فرماتے، آپ اپنے مریدین کو پہلے فرماتے کہ مجھے تمہارے نذرانوں کا لالچ بالکل بھی نہیں ہے، آپ صرف اور صرف اپنے علاقوں میں محافل میلاد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا انعقاد کریں۔ اور گیارہویں شریف کی محافل سجائیں اور علمائے کرام کی فکر نہ کریں وہ میں خود اپنے ساتھ لے کر آؤں گا۔ اور پھر ملک کے جید اور مقتدر علمائے کرام جن میں پیر طریقت حضرت علامہ پیر شبیر احمد شاہ صاحب خوارزمی سیالوی کھیوڑہ شریف، مولانا محمد ضیاء اللہ قادری رحمۃ اللہ علیہ، مولانا محمد اورنگزیب قادری رحمۃ اللہ علیہ اور

میں فقیر اکثر ساتھ ہوتے اور جلسہ کے بعد علمائے کرام کی خدمت اپنے جیب سے فرماتے ۔

کرامت

ایک دفعہ ضلع حافظ آباد کے علاقے ونیکے تارڑ اور علاؤ الدین کے میں موجود تھے ۔ جب علاؤ الدین کے پہنچے تو پتہ چلا کہ دریائے چناب میں سیلاب کا بہت بڑا ریلا آبادی کی طرف بڑھ رہا ہے اور پانی میں مسلسل اضافہ ہو رہا ہے ۔ چونکہ علاؤ الدین کے دریا کے کنارے پر موجود ہے اس لیے ہم نے دیکھا کہ 15,10 منٹ میں پانی نے گاؤں کو چاروں طرف سے گھیر لیا اور مساجد میں اعلان ہونے لگے کہ انڈیا والوں نے مزید پانی دریا میں چھوڑ دیا ہے لہذا یہ علاقہ خالی کر دیا جائے ۔ سب بہت پریشان تھے ۔ عصر کی نماز ہم نے مسجد میں ادا کی ۔ آپ کی خدمت میں عرض کی گئی کہ گھر والے اور طلباء پریشان ہیں آپ واپس تشریف لے چلیں ۔ آپ نے اپنے مرید محمد اعجاز جو کہ آپ کا میزبان تھا اس سے پوچھا کہ ہمیں اجازت ہے ہم واپس چلے جائیں؟ ۔ محمد اعجاز آپ کا بہت لاڈلا اور کھلے مزاج کا آدمی ہے ۔ فوراً بولا کہ پیر تو مریدوں کے بیڑے کنارے لگاتے ہیں اور آپ ہمیں پانی میں چھوڑ کے اجازت مانگتے ہیں ۔ آپ ہمارے پیر ہیں ہم آپ کو نہیں جانے دیں گے جب تک یہ پانی واپس نہ چلا جائے ۔ محمد اعجاز کا یہ جواب سن کر حضرت صاحب مسکرائے اور فرمایا اچھا یہ بات ہے تو پھر سارے پیر بھائیوں کو اکٹھا کرو ہم میلاد مصطفےٰ ﷺ کی محفل سجاتے ہیں اور اس وقت تک محفل ختم نہیں کریں گے جب تک پانی واپس نہ چلا جائے ۔ واللہ مغرب کی نماز کے بعد ہم نے میلاد شروع کیا ۔ آپ سرکار دو عالم ﷺ کی نعتیں جھوم جھوم کر سن رہے تھے اور ساتھ ساتھ آپ کی آنکھوں سے آنسوؤں کا سیلاب بھی جاری تھا ۔ تقریباً 20 منٹ بعد اعلانات شروع ہو گئے کہ پانی واپس دریا کی طرف جانا شروع ہو گیا ہے ۔ آپ مسکرائے اور فرمایا کہ میرے آقا ﷺ کو اللہ نے یہ طاقت بخشی ہے کہ امتی جہاں سے بھی مشکل میں پکارے آقا اپنے غلام کی فریاد سنتے بھی ہیں اور اس کی مدد بھی فرماتے ہیں ۔

قبلہ شیخ القرآن کی یہ عادت مبارکہ تھی کہ جو مرید آپ کو ملنے آتا آپ اسے اپنی جیب سے کرایہ دیتے۔ اور بعض اوقات کپڑوں کے جوڑے بھی عنایت فرماتے۔ ور پال چھچھ سے تعلق رکھنے والے آپ کے ایک مرید خاص محمد شاہ اللہ آج بھی رو رو کر آپ کی غریب پروری اور کرم نوازی کے قصے سناتے ہیں۔ صرف شاہ اللہ ہی نہیں کسی بھی مرید یا شاگرد سے آپ کی سخاوت کے بارے میں ذکر ہو تو وہ یہی کہے گا کہ آپ جیسا سخی سید نہیں دیکھا۔

میں راقم الحروف خود تسلیم کرتا ہوں کہ جتنا کرم مجھ (بشیر احمد سیالوی) پر آپ نے فرمایا شاید ہی کسی اور پر ہوا ہو اور یہی بات آپ کا ہر مرید اور شاگرد کہتا ہوا نظر آتا ہے کہ:

میں تیرے کرم تیری عنایت پہ ہوں نثار
بن مانگے مجھ فقیر کا کشکول بھر دیا
جب تک بکا نہ تھا تو کوئی پوچھتا نہ تھا
تو نے خرید کر مجھے انمول کر دیا

ایک دفعہ آپ حافظ آباد اور گوجرانوالہ کے تبلیغی دورہ سے واپس آرہے تھے۔ قبلہ پیر سید شبیر احمد شاہ صاحب سیالوی بھی آپ کے ساتھ تھے۔ شاہ صاحب نے عرض کی کہ حضور دوپہر کا کھانا میرے پاس میرے گاؤں جونو کے شریف میں تناول فرمائیں۔ آپ نے دعوت کو قبول فرمایا، کھانا کھانے کے بعد جب رخصت ہونے لگے تو سید شبیر شاہ صاحب نے آپ کو کچھ پیسے نذرانے کے طور پر پیش فرمائے، اور ساتھ میں کپڑوں کا جوڑا۔ تو حضرت صاحب نے فرمایا کہ شاہ جی پیسے آپ رکھیں اور یہ کپڑے میں آپ کی محبت کی وجہ سے صرف اس نیت پر قبول کرتا ہوں کہ یہ کسی طالب علم کے کام آئیں گے۔ اور پھر چلتے ہوئے اپنی جیب سے ایک سو گیارہ روپے شاہ صاحب کو نذرانہ پیش فرمایا۔ اور مسکرا کے فرمایا شاہ جی یہ پیسے جب تک میری جیب میں ہوں میں بے چین رہتا ہوں اور جب خرچ ہو جائیں تو مجھے سکون آتا ہے۔ ساری زندگی آپ نے کوئی بنک بیلنس نہیں بنایا، اس کے باوجود آپ کی سخاوت بے مثال تھی۔

ایک دفعہ پیر سید غلام رسول شاہ رحمۃ اللہ علیہ المعروف بہ خاکی شاہ صاحب جن کا تعلق

چکوال کے مشہور قصبہ مرید سے تھا۔ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کرنے لگے کہ قبلہ مجھے خواب میں نبی کریم ﷺ کی زیارت ہوئی ہے اور آقا کریم ﷺ نے مجھے فرمایا کہ سید زبیر شاہ صاحب کی خدمت میں حاضری دو۔ آپ اپنے دفتر میں موجود تھے میں بھی آپ کی خدمت میں موجود تھا۔ آپ کی آنکھوں میں آنسو آگئے اور فرمایا کہ یہ تو لجپال آقا کا کرم ہے کہ مجھ فقیر کو اپنی نگاہوں میں رکھتے ہیں۔

قبلہ خاکی شاہ رحمۃ اللہ علیہ نے عرض کی حضور آپ کے پاس علم کیمیا ہے، مہربانی فرما کے مجھے بھی سکھا دیں۔ آپ مسکرائے اور فرمایا کہ آپ کو کیسے معلوم ہوا۔ شاہ صاحب فرمانے لگے کہ میں نے دیکھا ہے کہ آپ اتنا بڑا ادارہ چلا رہے ہیں۔ اور ساتھ تبلیغی دوروں پر علماء کی خدمت بھی اپنی جیب سے کرتے ہیں۔ اور اپنے آنے والے مریدین کی بھی خدمت کرتے ہیں تو پھر یہ سارے معاملات کیسے چل رہے ہیں۔ حضرت صاحب مسکرائے اور فرمایا شاہ جی اس میں میرا کوئی کمال نہیں ہے یہ سب اللہ اور اس کا رسول ﷺ اور حضور غوث پاک چلا رہے ہیں۔

ایک دفعہ آپ حدیث مبارکہ پڑھا رہے تھے کہ ڈاکٹر محمد عرفان صاحب جو کہ حضرت صاحب کے معتقد ہیں وہ تشریف لائے اور حضرت صاحب کا بلڈ پریشر چیک کیا اور پریشان ہو کر کہنے لگے حضور آپ کو بخار کی بھی شکایت ہے اور بلڈ پریشر بہت تیز ہے جو آپ کی زندگی کے لیے بہت خطرناک ہے۔ اور آپ جس جوش اور جذبے سے پڑھا رہے ہیں آپ کی موت واقع ہو سکتی ہے۔ حضرت صاحب نے فرمایا ڈاکٹر صاحب اگر سرکار کی حدیث پڑھاتے ہوئے مجھے موت آجائے تو اس سے بڑی خوش قسمتی اور کیا ہو سکتی ہے۔

چکوال شہر میں میلادِ مصطفیٰ ﷺ جلوس کی ابتداء حضور شیخ القرآن نے فرمائی۔ جو جامعہ اسلامیہ غوثیہ سے شروع ہو کر چکوال کے مختلف بازاروں سے ہوتا ہوا جامعہ میں آکے اختتام پذیر ہوتا ہے اور جامعہ میں بہت بڑا جلسہ ہوتا ہے۔ چونکہ راستے میں شیعہ حضرات کے امام کوٹ بھی آتے تھے ایک دفعہ آپ جلوس کی قیادت کرتے ہوئے جا رہے تھے کہ کچھ اہل تشیع

حضرات ہاتھوں میں ہار لیئے ہوئے کھڑے تھے۔ وہ آگے بڑھے اور ہار پہنانا چاہتے تھے لیکن آپ نے منع فرمادیا۔ انہوں نے ہاتھ باندھ کے عرض کی کہ ہم نے اسٹیج لگایا ہے آپ تھوڑا یہاں خطاب فرمائیں۔ آپ نے یہ کہتے ہوئے انکار کردیا کہ جس اسٹیج پہ صحابہ کرام کی گستاخی ہو میں اس اسٹیج پہ کبھی بھی خطاب نہیں کروں گا۔

عشق مصطفی ﷺ اور محبت صحابہ واہل بیت کا دامن کسی موقع پر بھی ہاتھ سے چھوٹنے نہیں دیا۔ چاہے وہ کوئی دینی جلسہ ہو یا سیاسی پلیٹ فارم۔ الیکشن کے موقع پر جمیعت علمائے پاکستان نے اپنا ٹکٹ چوآ سیدن شاہ سے تعلق رکھنے والے راجہ منور احمد صاحب کو دیا۔ پریس کلب چکوال میں جلسہ سے خطاب کرتے ہوئے قبلہ شیخ القرآن نے فرمایا کہ میں کوئی سیاست میں دلچسپی نہیں رکھتا۔ نہ مجھے لیڈر شپ کی ضرورت ہے۔ البتہ مجھے مولانا شاہ احمد نورانی صاحب سے محبت ہے۔ کہ ایک تو وہ کسی گستاخ رسول کے پیچھے نماز نہیں پڑھتے دوسرا یہ کہ ہر محفل کے اختتام پر نورانی صاحب خود سلام پڑھاتے ہیں۔

بھاری کلاں چکوال کا بہت بڑا قصبہ ہے وہاں ہر سال کثیر تعداد میں محافل منعقد کی جاتی ہیں۔ 17 صفر المظفر کو ہر سال بھاری کلاں میں شہدائے کربلا کی یاد میں جلسہ منعقد کیا جاتا ہے۔ جہاں پر آپ کی صدارت میں ملک کے جید علمائے اہل سنت تشریف لا کر خطاب فرماتے تھے۔ ایک سال مناظر اسلام علامہ محمد ضیاء اللہ قادری رحمۃ اللہ علیہ کا خطاب تھا کہ گاؤں کے لوگوں نے عرض کی کہ آج دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی ہونا چاہیے۔ قبلہ شیخ القرآن نے ضیاء اللہ صاحب سے فرمایا کہ آج ڈنکے کی چوٹ پہ حق بیان کرنا ہے۔ علامہ ضیاء اللہ قادری صاحب اپنے خطاب میں حوالوں کی بھر مار کر رہے تھے۔ مجمع میں ایک شیعہ بیٹھا ہوا تھا جو پروگرام کی ریکارڈنگ کر رہا تھا۔ اچانک مجمع سے اٹھا اور امام کوٹ میں جا کر اعلان کیا کہ ماتمی حضرات اکٹھے ہو جائیں۔ جب مجمع کے اندر یہ بات پتہ چلی تو لوگ پریشان ہوئے اور آہستہ آہستہ نکلنا شروع ہو گئے کہ کوئی ناخوشگوار واقعہ نہ پیش آجائے۔ حضرت صاحب نے مائیک پکڑ کے خطاب کرنا شروع کیا اور فرمایا کہ کوئی بندہ اپنی جگہ سے نہ اٹھے۔ الحمدللہ میں

سید ہوں اور حق کی خاطر جان دینا ہمارے خاندان کا شیوہ ہے۔ میرے گھرانے کا یہ شیوہ ہے کہ اپنا خون دے کر دین کی آب یاری کرتے ہیں۔ ادھر امام کوٹ سے پھر اعلان ہوا کہ آج کسی سنی عالم کو یہاں سے زندہ نہیں جانے دیں گے۔ لیکن اس کے باوجود قبلہ شیخ القرآن کے چہرے پہ پریشانی کے کوئی آثار نہیں آئے حضرت صاحب نے مجھے حکم فرمایا کہ کلمہ شریف کا ذکر شروع کرو۔ تا کہ کوئی یہ نہ کہے کہ چھپ کے نکل گئے۔ ہم کلمہ شریف اونچی آواز میں پڑھتے ہوئے امام کوٹ کے سامنے سے گزرے لیکن اللہ کے فضل و کرم سے کسی کو یہ جرأت نہ ہوئی کہ سامنے آئے۔

چکوال کے مشہور بازار چھپڑ بازار میں خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ کے مرید حاجی محمد علی صاحب کی دکان تھی۔ حاجی صاحب نے ایک مکان مسجد کے لیے وقف کر دیا۔ وہاں پر خواجہ صاحب کے نام کی نسبت سے مسجد معصومیہ تعمیر ہوئی۔ رمضان المبارک کے مہینہ میں جامعہ اسلامیہ غوثیہ سے ایک حافظ صاحب کی ڈیوٹی نماز تراویح کے لیے حضرت صاحب نے لگائی۔ اہل حدیثوں نے شہر میں پمفلٹ تقسیم کیا، جس میں چیلنج کیا گیا تھا کہ تراویح آٹھ رکعت ہیں۔ 20 رکعت تراویح ثابت کرنے والے کو 20 ہزار روپے انعام دیا جائے گا۔ قبلہ شیخ القرآن کو جب اس بات کا علم ہوا تو آپ نے 27 رمضان المبارک کو معصومیہ مسجد میں ایک جلسے کا انعقاد کیا، وہاں خطاب کے دوران آپ نے فرمایا کہ میں تمہارا چیلنج قبول کرتا ہوں۔ آ جاؤ ڈی سی صاحب کی عدالت میں 20 تراویح کی ہر رکعت کے ثبوت میں بیس بیس حوالے پیش کروں گا۔ الحمد للہ کسی اہل حدیث کو جرأت نہ ہوئی کہ سامنے آئے۔

آپ اکثر فرمایا کرتے تھے اپنے آپ کو اہل حدیث کہلوانے والو آؤ میرے سامنے ایک حدیث پڑھ کے سنا دو تو میں مانوں گا کہ واقعی اہل حدیث ہو۔ لیکن ساری زندگی کسی کو بھی جرأت نہ ہوئی کہ آپ کے سامنے آنے کی جرأت کرے۔

OOOO

حضرت علامہ سیّد محمد زبیر شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ

صاحبزادہ پیر محمد شجاع الدین رتوی
سجادہ نشین دربار عالیہ قادریہ نقشبندیہ مجددیہ
رتہ شریف تحصیل کلرکہار ضلع چکوال

غزالئ زماں شیخ القرآن حافظ الحدیث سلطان المدرسین تاجور کشور تدریس امام العلماء حضرت علامہ الحاج سیّد محمد زبیر شاہ صاحب بن حضرت پیر سیّد مہدی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ بمقام لنگر شریف تحصیل فتح جنگ ضلع اٹک میں ایک علمی و روحانی گھرانے میں پیدا ہوئے۔ استاد محترم نے مختلف اساتذہ سے دینی علوم حاصل کیے۔ان میں سے ایک حضرت علامہ فضل حق صاحب قریشی کریمی رحمۃ اللہ علیہ ہیں جن سے ابتدائی کتابیں پڑھیں۔اور دورہ حدیث محدث اعظم پاکستان حضرت علامہ قبلہ سردار احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ فیصل آباد (لائل پور) سے پڑھا۔آپ کا ان کے محبوب ترین شاگردوں میں شمار ہوتا ہے۔محدث اعظم پاکستان کو ان پر بڑا فخر و ناز تھا۔مخالفین جب محدث اعظم پاکستان کو مناظرہ کا چیلنج کرتے تو آپ فرماتے تم میرے اس شاگرد علامہ سیّد محمد زبیر شاہ صاحب سے مناظرہ کرلو، مجھے معلوم ہے تم ان سے مناظرہ نہیں کر سکتے ، مجھ سے تم کیا مناظرہ کرو گے۔ اُستاد محترم ایک اعلیٰ خاندان کے چشم و چراغ تھے۔آپ کی ذات ستودہ صفات پر علم و فصاحت کو ناز تھا۔بلاغت و دانائی آپ کے قدم چومتی تھی۔میرے استاد محترم عالم نہ تھے بلکہ سراپا علم تھے۔علم آپ کی ذات میں ایسا رچا بسا ہوا تھا، جیسے پھول کے اندر رنگ و بو، یا ہیرے کے اندر چمک دمک ،علم آپ کی ہر ہر ادا اور ہر ہر نقل و حرکت سے چھلکتا تھا۔آپ کا علم ایک گرانمایہ خزینہ اور بیش بہا گنجینہ، ایک ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر، ایک پُر بہار گلستان تھے اور بلاشبہ لفظ " علامہ " کے صحیح اور کامل معنوں میں مصداق۔ مادر علمی کے بارے میں خراج عقیدت کے اظہار کی اس سے بہتر تعبیر اور کیا ہو سکتی ہے۔

موسم گل میں پوچھتے ہو کیا، حال تم اس دیوانے کا
جس نے ایک ہی گل کے اندر سارا گلستان دیکھا ہو

درس و تدریس میں آپ کی محنت و شغف کا اندازہ اس سے لگائیں کہ سالہا سال تک بخاری شریف، مسلم شریف، ترمذی شریف، ابوداؤد شریف، نسائی شریف، ابن ماجہ شریف اور ساتھ ساتھ دیگر کتب کے اسباق بھی پڑھاتے رہے۔ شیخ القرآن والحدیث سید محمد زبیر شاہ صاحب کی نظیر تاریخ پیش کرنے سے قاصر ہے۔ ایسا بلند پایہ عالم دین اور فاضل جلیل اب پیدا نہ ہوگا۔ استاد محترم صرف جامع العلوم قسم کی ایک شخصیت ہی کے مالک نہیں تھے، بلکہ عصر حاضر کے دینی تقاضوں پر بھی آپ کی پوری پوری نظر تھی۔

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے
بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

فضل وکمال، تبحر علمی، وسعتِ معلومات اور قوت حافظہ میں آپ کی نظیر نہیں تھی۔ ناچیز نے بڑے بڑے نامور علماء کرام کو دیکھا اور اُن سے ملاقاتیں کیں لیکن استاد جی جیسی نظیر کہیں نہیں پائی۔ آپ بڑے عشقِ رسول اور محبت رسول سے سرشار تھے۔ آپ کو اپنے مسلک حقہ اہل سنت و جماعت سے بے پناہ محبت تھی اور بدعقیدہ لوگوں سے نفرت۔ جہاں کہیں کوئی بدعقیدہ کسی سنی کو تنگ کرتا تو آپ اس کی پکار پر مدد کے لیے پہنچ جاتے، بغیر کسی لالچ کے۔ پھر اس بدعقیدہ کو اپنے مضبوط دلائل سے مبہوت فرما دیتے۔ کئی واقعات ہیں لیکن میں یہاں صرف دو کا ذکر کرتا ہوں۔

1: ناچیز جب جامعہ قادریہ رضویہ فیصل آباد (لائل پور) میں زیر تعلیم تھا۔ مجھے جامعہ کی طرف سے جامع مسجد محمدی، محلہ حاجی آباد میں خطیب مقرر کیا گیا۔ تو وہاں رمضان شریف میں ناچیز نے ایک اشتہار نماز تراویح کے متعلق شائع کیا کہ تاجدار کائنات ﷺ کی نسبت 20 رکعت نماز تراویح ہے۔ تو اس کے جواب میں وہابیوں نے مناظرہ کا چیلنج کر دیا۔ میں اگلے دن مدرسہ گیا، وہاں اس سلسلہ میں بات کی تو مجھے کوئی خاطر

خواہ جواب نہ ملا، نہ کوئی تعاون کی یقین دہانی۔ بعض نے کہا تو بڑا مولوی بنا ہوا ہے۔ پہلے بھی اس مسئلہ کو محدث اعظم پاکستان نے بڑی مشکلوں سے ختم کیا تھا تم نے پھر سے بحث چھیڑ دی۔ یہ بات سن کر دل بہت رنجیدہ ہوا، کہ اب کیا کیا جائے، مدرسہ والوں نے کوئی مدد نہیں کی۔ اس کش مکش میں مدرسہ میں آنا چھوڑ دیا اور اس پریشانی کے عالم میں دربار عالیہ رتہ شریف ضلع چکوال گیا، وہاں گھر میں مذکورہ سارا ماجرہ کہہ سنایا۔ والد گرامی شیخ طریقت رہبر شریعت حضرت قبلہ مفتی جمال الدین صاحب رتوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا، فکر نہ کرو سب ٹھیک ہو جائے گا۔ آپ واپس جا کر اعلان کر دو کہ مناظرہ کا چیلنج قبول ہے۔

اُدھر چکوال میں اپنے استاد محترم شیخ القرآن والحدیث حضرت قبلہ سید محمد زبیر شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ شیخ الحدیث مدرسہ اشاعت العلوم چکوال سے ملاقات کی اور آپ کو ساری روداد سنائی اور ساتھ ساتھ فیصل آباد کے جلسہ کے لیے دعوت بھی دی۔ آپ نے میری دعوت بخوشی قبول فرمائی اور بہت ہی ہمت افزائی بھی فرمائی۔ بس میری خوشی کی انتہا نہ رہی۔ آپ نے بھی فرمایا جاؤ جا کر اعلان کر دو، میں آجاؤں گا۔ ان شاء اللہ۔

چنانچہ میں واپس گیا اور فیصل آباد (لائل پور) کے کونے کونے میں جلسہ کا اعلان کر دیا۔ الحمدللہ۔ پھر وہ تاریخ آ گئی جب جامع مسجد محمدی محلہ حاجی آباد، فیصل آباد کی شمالی جانب جلسہ کے لیے اسٹیج لگایا گیا۔ نماز مغرب کے بعد مہمانوں کی آمد کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ حضرت قبلہ پیر مفتی جمال الدین صاحب رتوی رحمۃ اللہ علیہ سجادہ نشین دربار عالیہ قادریہ نقشبندیہ مجددیہ رتہ شریف چکوال۔ بمع اپنے رفقاء کے تشریف لائے۔ اور میرے بڑے بھائی حضرت صاحبزادہ مفتی کفائیت احمد صاحب رتوی خطیب جامع مسجد محلہ اسلام نگر جو ان دنوں جامعہ قادریہ رضویہ میں زیر تعلیم تھے۔ بمع اپنے نمازیوں اور شاگردوں کے تشریف لائے۔

ازاں بعد: میرے استاد محترم شیخ القرآن والحدیث حضرت قبلہ سید محمد زبیر شاہ صاحب تشریف لائے، تو ناچیز کی خوشی کی انتہا نہ رہی۔ لوگ جلسہ میں جوق در جوق آ رہے تھے بڑا

نورانی اور پُر رونق موقع تھا۔ اُدھر میں نے وہابیوں کے مدرسہ جامعہ سلفیہ میں وفد روانہ کیا کہ آؤ لیکن وہ نہ آئے، بار ہا مرتبہ وفد گیا لیکن اُن کی طرف سے کوئی بھی نہ آیا۔ اُن کا جو شیخ الحدیث تھا وہ لاہور چلا گیا۔ بتایا گیا کہ مولوی عبداللہ کی طبیعت خراب ہوگئی ہے۔

نماز عشاء کے بعد جلسہ شروع ہوا، پہلے تلاوت پھر نعت شریف، دوران پروگرام جامعہ قادریہ رضویہ، بھولے دی جھگی سرگودھا روڈ فیصل آباد کے مہتمم معین ملت حضرت علامہ مولانا محمد معین الدین شافعی۔ حضرت مولانا محمد افضل صاحب کوٹلوی جنرل سیکرٹری جامعہ قادریہ رضویہ اور مدرسہ ھذا کے اساتذہ، دیگر رفقاء تشریف لائے۔

نعت شریف کے بعد حضرت علامہ مولانا محمد افضل صاحب کوٹلوی نے تقریر کی، آپ نے جلسہ کی غرض وغایت پر روشنی ڈالی۔ اور کہا جامعہ سلفیہ والوں نے مناظرہ کا چیلنج دیا اب بار ہا مرتبہ ہماری طرف سے اُن کے پاس وفد گیا تا حال کوئی جواب نہیں آیا۔ کیوں۔ اس لیے جاء الحق وزھق الباطل۔ اب آؤ، مفتی صاحب رتہ شریف اور شیخ القرآن والحدیث سید محمد زبیر شاہ صاحب بھی موجود ہیں۔ بات کرو تا کہ روز روز کی پریشانی ختم ہو۔ ہم نے چیلنج تمہارا قبول کیا ہے، تم نہیں آتے تو ہم تمہارے پاس مدرسہ میں آجاتے ہیں۔ فیصلہ آپ پر ہے۔

ازاں بعد: مناظر اسلام شیخ القرآن والحدیث سلطان المدرسین حضرت علامہ الحاج سید محمد زبیر شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا نورانی وجدانی بیان شروع ہوا۔ آپ نے فرمایا، مناظرہ کا چیلنج کرنے والو! آؤ میں آگیا ہوں، مناظرہ کرلو۔ میں بتاؤں گا کہ نماز تراویح 20 رکعت ہیں، آٹھ نہیں۔ اگر تم یہاں نہیں آتے تو میں آپ کے مدرسہ میں آنے کے واسطے تیار ہوں۔ اللہ اکبر۔ شیر کی للکار نے وہابیوں کے مدرسہ کی در و دیوار کو ہلا کر رکھ دیا۔ خیال رہے یہ فیصل آباد میں وہابیوں کا بڑا مدرسہ ہے۔ جس کا نام " جامعہ سلفیہ " محلہ حاجی آباد۔ وہابیوں کا شیخ الحدیث مولوی عبداللہ کوشش بسیار کے باوجود مدمقابل نہیں آیا۔ وہ لاہور بھاگ گیا۔ جواب آیا مولانا کی طبیعت سخت خراب ہوگئی ہے۔ میرے استاد محترم نے فرمایا، اگر وہ یہاں آتا تو میں اس کی طبیعت بالکل درست کر دیتا۔ فرمایا، مناظرہ کا چیلنج کرنا آسان ہے، اس پر قائم رہنا

مشکل ۔ ہمت ہے تو آ ؤ ورنہ اپنے بدعقیدگی سے توبہ کرو۔ وہابیو تم نے صاحبزادہ محمد شجاع الدین رتوی کو مناظرہ کا چیلنج کیا ہے۔ ان کو للکارا ہے۔ تمہیں معلوم نہیں کہ ان کے خاندان نے وہ دینی خدمات انجام دیں جو رہتی دنیا تک یاد رکھیں جائیں گی۔ اور بدعقیدہ لوگوں کو وہ شکست فاش دیں جو آنے والے لوگوں کے لیئے باعث عبرت ہے۔ استاد محترم نے 20 رکعت نماز تراویح کے متعلق بے شمار حدیث مبارکہ پیش فرمائیں۔ عشاء کے بعد سے رات گئے تک آپ کا بیان جاری رہا۔ آپ کے مدلل دلائل کی وجہ سے بہت وہابی اپنی بدعقیدگی سے توبہ تائب ہوگئے۔ آپ نے فرمایا وہابیوں کو حدیث مبارکہ پڑھنی نہیں آتی میرا یہ چیلنج ہے۔ کوئی وہابی میرے سامنے حدیث کی ایک سطر صحیح پڑھ دے تو میں حدیث پڑھانا چھوڑ دوں گا۔ آج مناظرہ ہو جاتا تو حق و باطل کا فرق واضح ہو جاتا۔ اور عوام کی آئے دن کی پریشانی ختم ہو جاتی۔

2: یہ 1981ء کا ہے۔ بندہ ناچیز جن دنوں جامع مسجد بطحاء گورنر ہاؤس کراچی میں خطیب تھا۔ اُن دنوں میرا ادارالعلوم قادریہ سبحانیہ، شاہ فیصل کالونی نمبر 5 ڈرگ روڈ کراچی آنا جانا ہوتا تھا۔ اس مدرسہ کے قریب ایک دیوبندیوں کا مدرسہ جامعہ فاروقیہ جس کے شیخ الحدیث مولوی سلیم اللہ خان تھے۔ وہ دیوبندیوں کے بڑے عالم مانے جاتے تھے۔ دونوں مدرسے آمنے سامنے تھے۔ آئے روز کوئی نہ کوئی مسئلہ آپس میں رہتا۔ ایک دفعہ مولوی سلیم اللہ خان نے حضرت قبلہ الحاج مفتی عبدالسبحان صاحب کو مناظرہ کا چیلنج کیا ۔ مفتی صاحب بڑے شریف النفس انسان تھے، چیلنج کا سُن کر بہت پریشان ہو گئے۔ (مفتی صاحب قبلہ مجھے اپنا بیٹا کہتے تھے۔ ان کے بیٹے مجھے اپنا بڑا بھائی کہتے تھے۔ اس طرح ناچیز کا ان سے گہرا تعلق تھا۔)

ایک دن میں اپنے مکان گورنر ہاؤس میں آرام کر رہا تھا۔ رات پچھلے حصے میں دروازے پر کسی نے دستک دی۔ میں نے دروازہ کھولا تو سامنے بھائی علامہ عبدالھادی صاحب بنفس نفیس موجود۔ میں نے کہا، بھائی صاحب! آپ اس ٹائم، خیر تو ہے۔ فرمانے لگے، مولوی سلیم اللہ خان نے والد صاحب قبلہ کو مناظرہ کا چیلنج کر دیا ہے۔ مشورہ کے لیئے

حاضر ہوا ہوں ،اس سلسلہ میں آپ کیا مشورہ دیتے ہیں۔ آپ کے علم میں کوئی ایسا عالم ہو جو مولوی سلیم اللہ خان سے مناظرہ کر سکے۔ میں نے کہاہاں ہے۔ بہر حال آپ پریشان نہ ہوں۔ان شاء اللہ انتظام ہو جائے گا۔ میرے استاد محترم شیخ القرآن حافظ الحدیث سلطان المدرسین حضرت قبلہ سید محمد زبیر شاہ صاحب ہیں۔ جو دیو بندیوں اور وہابیوں کے لیئے ایٹم بم ہیں۔ یہ ایک مولوی سلیم اللہ خان ہے۔ اگر سیکڑوں بھی مولوی سلیم اللہ خان ہوں۔ تب بھی آپ کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔ یہ کام میں کروں گا استاد جی کو میں دعوت دوں گا۔ان شاء اللہ آپ انکار نہیں فرمائیں گے۔ مزید جو بھی میرے لائق خدمت ہو حکم کریں، عمل کیا جائے گا۔ چنانچہ استاد جی قبلہ سے رابطہ کیا تمام صورت حال سے آگاہ کیا۔ آپ نے میری دعوت قبول فرمائی تقریباً 14 دن آپ کراچی میں تشریف فرما رہے۔ آپ کے لیئے مناظرہ سے ہٹ کر مزید مختلف 13 مقامات پر جلسوں کا اہتمام کیا گیا۔ یہ بھی میرے ذمہ کہ جس علاقہ میں جلسہ ہوگا وہاں پولیس کا انتظام پیشگی کرنا ہوگا تا کہ کسی قسم کی بدامنی نہ ہو، اُستاد جی کی ہر طرح حفاظت ہو ۔تمام معاملات طے پا گئے۔ الحمدللہ۔ اُستاد محترم اسلام آباد سے بذریعہ ہوائی جہاز کراچی تشریف لائے۔ کراچی ایئر پورٹ پر آپ کا شاندار استقبال کیا گیا۔ آپ کے لیئے مختلف گاڑیاں موجود تھیں۔ ناچیز کے پاس ایک پرانی گاڑی تھی۔ ہر ایک کی خواہش تھی کہ آپ میری گاڑی میں بیٹھیں۔لیکن آپ نے ناچیز کی گاڑی کا انتخاب فرمایا اور ساتھ بیٹھ گئے۔ یہ تھی آپ کی ناچیز کے ساتھ شفقت و محبت۔ جتنے دن آپ کا قیام رہا ناچیز کو ساتھ رہنے کی سعادت حاصل رہی ،الحمدللہ۔

ایئر پورٹ سے سیدھے دارالعلوم قادریہ سبحانیہ فیصل کالونی آ گئے۔ اُسی دن بعد نماز عشاء ڈرگ روڈ پر عظیم الشان جلسہ کیا گیا۔ جلسہ میں حد نظر تک بندہ ہی بندہ تھا۔ اسٹیج پر کراچی کے جید علماء کرام موجود تھے۔ حضرت علامہ مفتی عبدالسبحان قادری مہتمم دارالعلوم قادریہ سبحانیہ،مولانا عبدالستار خان نیازی ، پروفیسر شاہ فرید الحق ، حاجی حنیف طیب ، حافظ محمد تقی ،مولانا ابرار احمد رحمانی ،مولانا عبدالھادی قادری ، ناچیز محمد شجاع الدین رتوی ۔ اور بہت سے

دیگر علماء بھی اسٹیج پر موجود تھے، جن کے نام یاد نہیں۔ جلسہ کا آغاز تلاوت قرآن مجید سے ہوا۔ مختلف نعت خوانوں نے آقا کی بارگاہ میں عقیدت ومحبت کے پھول نچھاور کیئے۔

ازاں بعد مولانا عبدالستار خان نیازی نے تقریر کی، پروفیسر شاہ فرید الحق اور دیگر علماء نے بھی تقاریر کیں۔ آخر میں میرے استاد محترم رازئی دوراں شیخ القرآن حافظ الحدیث حضرت علامہ قبلہ الحاج سید محمد زبیر شاہ صاحب نے تقریر فرمائی۔ خطبہ کے بعد فرمایا، سنا ہے کہ یہاں کوئی مولوی سلیم اللہ خان ہیں جن کو اپنے علم پر بڑا فخر وناز ہے۔ وہ آئے دن علمائے اہل سنت کو مناظرہ کا چیلنج کرتے رہتے ہیں۔ حال ہی میں انہوں نے حضرت علامہ مفتی عبدالسبحان قادری کو مناظرہ کا چیلنج کیا۔ آؤ میں حضرت کی جگہ چکوال سے آیا ہوں، چیلنج قبول کرتا ہوں۔ جس مسئلہ پر گفتگو کرنی ہے کرلو۔ اب بتاؤ آپ یہاں آتے ہو یا مجھے جامعہ فاروقیہ میں بلاتے ہو، جو بھی آپ کی خواہش ہو جلد مطلع فرمائیں۔ میں ہر طرح حاضر ہوں۔ ایک دفعہ بات ہو جائے تا کہ حق اور باطل کا فرق واضح ہو جائے۔ آئے دن کی پریشانیوں سے عوام الناس کو نجات مل جائے۔ آپ نے دوران تقریر قرآن وحدیث اور مخالفین کی کتابوں سے وہ دلائل پیش فرمائے کہ مخالفین ششدر رہ گئے۔ اتنے دلائل کے انبار لگائے کہ منکرین مبہوت ہو گئے۔ فرمایا مولوی سلیم اللہ خان سُن تو میرے سامنے صرف ایک حدیث صحیح پڑھ دے تو میں حدیث مصطفیٰ ﷺ پڑھانی چھوڑ دوں گا۔ مخالفین کی طرف سے کوئی جواب نہیں آیا۔ مسلسل تقریباً 4 گھنٹے آپ نے بیان کیا۔ آپ نے فرمایا میں ان شاء اللہ 13 یوم تک کراچی میں ہوں جب بھی پروگرام ہو بتا دینا جس جگہ کہو گے فقیر وہاں حاضر ہو جائے گا۔ 13 دن قیام کے دوران کسی بدعقیدہ کو مدمقابل آنے کی جرأت نہیں ہوئی۔ اس طرح استاد محترم کا کراچی کے جلسوں کا کامیاب سفر رہا۔ اور آپ بخیر وعافیت واپس چکوال پہنچ گئے۔ الحمد للہ۔

مذکورہ مضمون استاد محترم شیخ القرآن والحدیث غزالئی دوراں حضرت قبلہ الحاج سید محمد زبیر شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے بارے حضرت علامہ سید ریاض الحسن شاہ صاحب کی فرمائش پر لکھا۔ میں اپنی نااہلیت کا معترف ہوں، ہرگز بھی اس کا اہل نہیں۔ آپ نے اپنے حسن ظن کی

بنا پر میری کسی معذرت کو قبول نہ فرمایا۔ اپنی حیثیت کے مطابق مختصر سا مضمون لکھ کر پیش کر رہا ہوں۔ گر قبول اُفتد زہے عز وشرف۔

وفات

استاد محترم شیخ القرآن حافظ الحدیث حضرت قبلہ الحاج سید محمد زبیر شاہ رحمۃ اللہ علیہ کا وصال 5 محرم الحرام 1419ھ بمطابق 2 مئی 1998ء کو ہوا۔ آپ کی وفات سے دنیائے علم و عمل میں جو خلا پیدا ہوا۔ اس پر علماء ومشائخ اور شاگرد ومریدین اشک بار و مضطرب ہیں۔

عجب قیامت کا حادثہ، کہ اشک ہیں، آستیں نہیں ہے
زمین کی رونق چلی گئی ہے، اُفق پہ مہر مبیں نہیں ہے
تیری جدائی میں مرنے والے وہ کون ہے جو حزیں نہیں ہے
مگر تری مرگ ناگہاں کا مجھے ابھی تک یقین نہیں ہے
کئی دماغوں کا ایک انسان سوچتا ہوں، کہاں گیا ہے
قلم کی عظمت اُجڑ گئی ہے زباں سے زور بیاں گیا ہے
یہ کون اُٹھا کہ دیر کعبہ شکستہ دل، خستہ گام پہنچے
جھکا کے اپنے دلوں کے پرچم خواص پہنچے عوام پہنچے
تری لحد پہ خدا کی رحمت تری لحد کو سلام پہنچے
مگر تری مرگ ناگہاں کا مجھے ابھی تک یقین نہیں ہے

استاد محترم کو ناچیز سے بڑی محبت تھی۔ جب آپ حج کے لیئے جارہے تھے تو بھی ناچیز کے پاس گورنر ہاؤس کراچی تشریف لائے۔ حج پر جاتے ہوئے اور حج سے واپس آتے ہوئے ہر بار ناچیز کو خدمت کا موقع ملا۔ اور خوب خوب استاد محترم سے دعائیں لیں۔ وصال کے دن میں چکوال قاضی محمد مظہر الحق صاحب کے گھر موجود تھا۔ رات کو فون آیا میں نے ہی فون سُنا جو کہ مولوی عرفان چشتی صاحب کا تھا، انہوں نے بتایا کہ قبلہ شاہ صاحب کا وصال ہوگیا۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَیْهِ رَاجِعُوْن۔

استاد محترم جاتے جاتے ناچیز پر بھی کرم فرما گئے کہ مجھے کراچی گورنر ہاؤس سے بلوالیا کہ آؤ ملاقات بھی کرلو اور دیدار بھی کرلو، اور جنازہ بھی پڑھ لو۔ اگلے دن صبح میں اور قاضی محمد مظہر الحق صاحب اور میرے بڑے بھائی صاحبزادہ محمد کفائیت احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ چکوال سے جنازہ میں شرکت کے لیئے روانہ ہوئے۔ اس طرح استاد محترم کا جنازہ پڑھنے کی سعادت حاصل کی۔ لنگر شریف میں جامع مسجد کی جانب جنوب والد گرامی کے پہلو میں سپرد خاک کیا گیا۔ آج آپ کا مزار پُر انوار مرجع خلائق ہے۔ آپ کا سالانہ عرس مبارک لنگر شریف میں زیر سرپرستی، حضرت علامہ مولانا سید ریاض الحسن شاہ صاحب بڑے تزک و احتشام سے منایا جاتا ہے۔ لوگ جوق در جوق شریک ہو کر اپنے قلوب کو منور کرتے ہیں اور آپ کے حضور عقیدت و محبت کے پھول نچھاور کرتے ہیں۔

شعر:

آتی ہی رہے گی تیری انفاس کی خوشبو
گلشن تیری یادوں کا مہکتا ہی رہے گا

مضمون کے مشکل الفاظ کے معانی

کشور۔ ملک، ولایت، اقلیم۔ تاجور۔ بادشاہ، صاحب تاج۔

ستودہ۔ تعریف کیا گیا، جس کی تعریف کی جائے، قابل تعریف

فصاحت۔ خوش کلامی، خوش بیانی۔

بلاغت۔ کلام میں انتہائی درجے تک پہنچنا، فصیح کلام، حسب موقع گفتگو۔

خزینہ۔ خزانہ، خزانہ کی جگہ، ذخیرہ۔

گنجینہ۔ دفینہ، مال گودام، خزانہ۔

گراں مایہ۔ نفیس، قیمتی، بڑا آدمی، جو صاحب قدر و منزلت ہو۔

مصداق۔ وہ چیز جو کسی کی صفائی ثابت کرے۔

غرض۔ مطلب، ضرورت۔

غایت۔ منتہا، آخر، انجام۔

فاضل۔ زیادہ، نکلتا ہوا، بڑھا ہو، عالم۔

جلیل۔ بڑا، بزرگ، اعلیٰ، افضل۔

جامع العلوم۔ مخزن العلوم، وہ کتاب جس میں تمام علمی وفنی معلومات درج ہوں۔

مبہوت۔ حیران، متحیر، ہکا بکا، دیوانہ مخمور، مدہوش۔

مناظرہ۔ بحث، مباحثہ، تکرار۔

جوق در جوق۔ گروہ کے گروہ، پرے کے پرے۔

رفقاء۔ رفیق کی جمع، ساتھی، دوست۔

جَاءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ۔ "حق آیا اور باطل مٹ گیا"۔

چیلنج۔ مقابلہ کے لیے بلانا، مبارزت (لڑائی جنگ)۔

توبہ۔ افسوس، ندامت، کسی بُرے کام سے باز رہنے کا عہد۔

حق۔ عدل، انصاف، سچ، صدق۔

شریف النفس۔ نیک خُو، شریف طبع۔

مَشوَرہ۔ صلاح، باہمی تجویز۔

شفقت۔ لطف، مہربانی، رحم۔

محبت۔ اُلفت، پیار، چاہ، دوستی۔

ششدر۔ حیران پریشان، ہکا بکا۔

عافیت۔ صحت، سلامتی، امن، بھلائی، خیریت۔

نجات۔ رہائی، چھٹکارا، گناہ معاف ہونا۔

دیر۔ عبادت خانہ۔

کعبہ۔ چوکور عمارت، مسجد بیت اللہ، قبلہ جو مکہ معظمہ میں ہے۔

شکستہ۔ ٹوٹا ہوا، گرا ہوا، خراب بے رونق۔

خستہ۔ زخمی، گھائل، خراب، بدحالی۔

لحد۔ قبر، مزار، تربت۔

مرجعِ خلائق۔ وہ شخص یا ٹھکانہ جہاں سب رجوع ہوں۔

تزک واحتشام۔ شان وشوکت۔

اَنفاس۔ نفس کی جمع سانسیں، دَم۔

گلشن۔ باغ، پھلواڑی، چمن، گلزار۔

مہکنا۔ پھولوں کی تیز خوشبو، میٹھی باس، نکہت۔

OOOO

حضرت قبلہ پیر سیّد محمد زبیر شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ

حافظ خلیق احمد قاضی

حضرت پیر سیّد محمد زبیر شاہ صاحب کے متعلق جو یادداشتیں مجھے اپنے بزرگوں سے ملیں یا جو میں خود جانتا ہوں وہ قلمبند کرنے کی سعادت حاصل کرتا ہوں۔

حضرت سیّد محمد زبیر شاہ صاحب کا قاضی خانہ (قاضی خاندان) سے تعلق

حضرت شاہ صاحب کا تعلق "قاضی خاندان" یا قاضی خانہ سے تب سے ہے جب آپ پہلی مرتبہ بطور "طالب علم" چکوال تشریف لائے۔ اس ضمن میں قاضی مظہر الحق صاحب خود پیر سیّد محمد زبیر شاہ صاحب کی زبانی روایت کرتے ہیں: "مولوی سلیمان ہمارے موضع ''لنگر شریف'' میں کسی مسجد میں ''امام'' تھے۔ میرے والد گرامی نے مجھے پڑھائی کے لیے ان کے پاس بھیجا۔ میرے ساتھ اور بھی کئی طلبہ پڑھتے تھے۔ مولوی سلیمان کچھ عرصہ بعد ہمیں لے کر "فتح جنگ" گئے وہاں سے تلہ گنگ آ گئے۔ ان دنوں ہم جس علاقے میں بھی جاتے وہاں کے لوگ ہمیں "وہابی" کہتے۔ ہم حیران ہوتے کہ یہ "وہابی" کیا ہوتا ہے؟ کچھ عرصہ بعد ہمیں لے کر مولوی سلیمان "چکوال" آ گئے۔ چکوال میں وہ "اسلامیہ سکول" میں بطور "سکول ٹیچر" تعینات ہو گئے تو ہم طلبہ کو بھی لے آئے"۔ چونکہ "اسلامیہ سکول" "قاضی خاندان" کا تھا لہذا یہیں سے آپ کا قاضی خاندان سے تعلق قائم ہوا۔ یاد رہے چکوال میں ہی آپ حضرت مولانا سردار احمد صاحب (محدث اعظم پاکستان) سے پہلی مرتبہ متعارف ہوئے۔ اس واقع کی تفصیل درج ذیل ہے۔

حضرت شاہ صاحب جب مولوی سلیمان کے پاس پڑھتے تھے تو شہر میں اعلانات ہوئے کہ حضرت مولانا سردار احمد صاحب محدث پاکستان، مرکزی جامع مسجد ہسپتال روڈ

چکوال میں تشریف لا کر خطاب فرمائیں گے۔ اعلان سن کر مولوی سلیمان نے تمام طلبہ سے کہا: کہ بدعتی مولوی (معاذ اللہ) آرہا ہے کوئی اس کا خطاب سننے کی کوشش نہ کرے۔ بلکہ تمام طلبہ کو سختی سے روک کر بھی اس کی تسلی نہ ہوئی، رات کو اپنی چارپائی مرکزی دروازہ کے بالکل سامنے بچھا دی تاکہ کوئی لڑکا چپکے سے دروازے سے نکل کر جلسہ میں خطاب سننے نہ چلا جائے ۔شاہ صاحب فرمایا کرتے تھے کہ میں نے مصمم ارادہ کیا ہوا تھا کہ ہر صورت خطاب سنوں گا، تاہم جب میں نے دیکھا کہ مولوی سلیمان کی چارپائی مرکزی دروازہ کے سامنے ہے تو میں اس کے سونے کا انتظار کرنے لگا، جب یقین ہوگیا کہ وہ سوگیا ہے تو جوتے اتارے تاکہ آہٹ نہ ہو اور چارپائی کے نیچے سے رینگ کر دروازے سے نکلا اور پاپیادہ جلسہ میں پہنچا۔ حضرت محدث اعظم کا خطاب سنا جس سے دل میں عجیب کیفیت پیدا ہوئی، خطاب کے بعد آپ کی زیارت و دست بوسی کے لیے حاضر ہوا، غالباً مولانا حکیم محمد اسحاق صاحب جو مسجد کے امام خطیب تھے نے حضرت سے متعارف کروایا۔ آپ نے اظہار شفقت فرماتے ہوئے میری تعلیم کے متعلق چند سوالات پوچھے، وہیں میں نے فیصلہ کرلیا کہ باقی تعلیم آپ کے ''جامعہ'' سے حاصل کروں گا۔

بطور مدرس چکوال آمد

حضرت سید محمد زبیر شاہ صاحب کی بطور مدرس چکوال آمد سے قبل یہاں کا مذہبی پس منظر جاننا ضروری ہے۔ چکوال کے جمہور عوام ''اہل سنت و جماعت'' مسلک پر قائم تھے اس میں قاضی خاندان کا بہت بڑا کردار تھا۔ قاضی غلام محمد چکوالی اور ان کے بھائی غلام نبی کی اولاد نے مدرسہ اشاعت العلوم و اسلامیہ سکول چکوال کی بنیادیں رکھیں، ان اداروں کے ذریعے دینی و دنیوی تعلیم کے علاوہ مسلک اہل سنت و جماعت کی ترویج کی۔ 1958ء میں قاضی خاندان کے دو عظیم سپوت' علامہ غلام جیلانی (راقم الحروف کے دادا) اور قاضی غلام ربانی ناظم اعلیٰ انجمن اسلامیہ و مدرسہ اشاعت العلوم یکے بعد دیگرے وفات پاگئے۔ ان حضرات کی رحلت کے بعد چکوال میں بدعقیدہ لوگوں خصوصاً "دیوبندیت" زور پکڑنے لگی۔ قاضی غلام مہدی

صاحب نے ان حالات کو بھانپتے ہوئے فوری فیصلہ کیا کہ مدرسہ "اشاعت العلوم" جو اس وقت مسلک اہل سنت کا مرکز و محور تھا، میں کسی ایسے جید عالم دین جو نہ صرف مسلک اہل سنت و جماعت کا پاسبان ہو بلکہ بدعقیدہ عناصر کا قلع قمع کرنے کا حوصلہ اور صلاحیت بھی رکھتا ہو، کو بطور مدرس اعلیٰ تعینات کیا جائے۔ قاضی صاحب کی نظر انتخاب حضرت پیر سید محمد زبیر شاہ صاحب پر پڑی۔ یہاں قاضی صاحب کی نگاہ بصیرت اور دور اندیشی کی داد دینی چاہیے کہ آپ نے پورے پاکستان میں پیر سید محمد زبیر شاہ صاحب جیسے گوہر نایاب کو چنا، آگے جا کر یہ بات سچ ثابت ہوئی کہ واقعی شاہ صاحب ہی وہ عظیم شخصیت تھے جنہوں نے نہ صرف مسلک اہل سنت کی پاسبانی کی بلکہ چکوال کو اہل سنت کا مرکز بنا کر بے شمار طلبہ کی تعلیم و تربیت کر کے انہیں بھی دین و ملت کا پاسبان بنا دیا۔ الحمدللہ۔

اس مقصد کے لیے قاضی غلام مہدی صاحب بنفس نفیس خود ''لنگر شریف'' حاضر ہوئے اور شاہ صاحب کے والد حضرت سید مہدی شاہ صاحب سے ''اشاعت العلوم'' کے لیے شاہ صاحب کی خدمات حاصل کرنے کے لیے عرض گزار ہوئے۔ حضرت مہدی شاہ صاحب نے فرمایا: ''قاضی صاحب معذرت! اس ضمن میں ہمارے پاس ہری پور ہزارہ اور لالہ موسیٰ جیسے علاقوں سے 'آفر' آ چکی ہیں اور ہم نے ایک شہر کا انتخاب کر کے حامی بھر لی ہے۔ قاضی صاحب مایوس ہو کر لوٹ رہے تھے تو بقول قاضی مظہر الحق صاحب ''خدا حافظ'' کہنے سے پہلے قاضی صاحب نے دوبارہ مہدی شاہ صاحب سے یوں عرض کی: ''ایک مہدی دوسرے مہدی کی خدمت میں ایک مقصد لے کر حاضر ہوا ہے، اسے مایوس مت لوٹائیے۔'' اس جملہ میں خدا جانے کوئی تاثیر تھی یا یہ امر ربی تھا کہ مہدی شاہ صاحب نے فرمایا: ''قاضی صاحب رکیئے اب کچھ بھی ہو شاہ صاحب چکوال ہی جائیں گے''۔ یوں سید محمد زبیر شاہ صاحب بطور صدر مدرس 'اشاعت العلوم چکوال' میں تعینات ہوئے۔ آپ اشاعت العلوم میں طلبہ کو تدریس کرتے جبکہ ''مسجد علامہ صاحب'' میں جمعہ پڑھاتے، آپ کی رہائش موجودہ گورنمنٹ اسلامیہ پرائمری سکول نزد بلال مسجد (جو ان دنوں اساتذہ و طلبہ کا ہاسٹل تھا) میں تھی۔

شاہ صاحب کی اشاعت العلوم سے علیحدگی

قاضی خاندان اشاعت العلوم و اسلامیہ سکول چکوال کا بانی ہے دونوں اداروں کی تمام اراضی و تعمیر بھی قاضی خاندان نے خود وقف کی (تفصیل راقم الحروف کی کتاب "برگ ہائے گل" میں درج ہے) قاضی خاندان ناگہانی اموات اور دوسری مصروفیات کے باعث تقریباً 1967-68 میں پہلے "انجمن اسلامیہ" اور بعد میں اشاعت العلوم و اسلامیہ سکول سے دستبردار ہو گیا تو باقاعدہ شہر بھر کی مشاورت سے ان اداروں کا انتظام و انصرام خواجگان برادری کے حوالے کر دیا گیا۔ جب تک قاضی غلام مہدی صاحب ناظم اعلیٰ رہے، حضرت پیر سید محمد زبیر شاہ صاحب کو ان کے مقام کے شایان شان اور آپ کے تبحر علمی و منصب کے مطابق عزت و توقیر دی جاتی تھی نیز آپ کی مرضی و مشورہ کے مطابق تمام امور سرانجام پاتے۔ قاضی صاحب کی دست برداری کے بعد خواجگان برادری نے حافظ غلام ربانی صاحب کو اشاعت العلوم و اسلامیہ سکول کا ناظم اعلیٰ مقرر کر دیا۔ جس کے کچھ عرصہ بعد شاہ صاحب نے "اشاعت العلوم" کو خیر آباد کہہ دیا۔

"اشاعت العلوم" سے دست برداری کے باوجود حضرت سید محمد زبیر شاہ صاحب کا تعلق قاضی خاندان سے بدستور قائم و دائم رہا۔ ہر دو کے مابین محبت، احترام کا رشتہ جو ابتدا سے قائم ہوا تھا وہ تادم آخر موجود رہا۔ قاضی غلام مہدی صاحب اور ان کے برادر اصغر قاضی غلام احمد ایڈووکیٹ نیز قاضی خاندان کے تمام افراد شاہ صاحب کی سیادت، تبحر علمی اور اعلیٰ اخلاق کے معترف اور گرویدہ ہیں۔ شاہ صاحب سے عقیدت کے ضمن میں قاضی غلام مہدی صاحب کے متعلق ان کے بیٹے قاضی مظہر الحق صاحب بیان کرتے ہیں کہ قاضی غلام مہدی صاحب وصال سے چند دن قبل پیرانہ سالی کے عالم میں (جبکہ آپ سے صحیح چلا بھی نہ جاتا تھا اور حافظہ بھی کمزور ہو گیا تھا) جہلم روڈ کی طرف جاتے ہوئے پائے گئے۔ غالباً آپ کے بھتیجے قاری عبید اللہ ہاشمی صاحب نے روک کر استفسار کیا تو فرمانے لگے میں سید محمد زبیر شاہ صاحب کی زیارت کرنے کے لیے جا رہا ہوں۔

قاضی غلام احمد ایڈووکیٹ صاحب بھی حضرت شاہ صاحب سے زندگی بھر عقیدت ومحبت کا دم بھرتے رہے (جیسا کہ ذکر ہو چکا) شاہ صاحب 1970 کی دہائی تک "علامہ صاحب والی مسجد" میں نماز جمعہ پڑھاتے تھے۔ جمعہ کی نماز کے بعد آپ کی قاضی صاحب کے گھر نشست ہوتی، جس میں دوست احباب بھی شامل ہوتے، کھانا بھی اکٹھے تناول کرتے اگر فرصت ہوتی تو یہ محفل نماز عصر تک جاری رہتی۔ راقم نے خود شاہ صاحب کو قاضی صاحب کا ذکر خیر کرتے سنا ہے بلکہ کئی بار خطابات کے دوران بھی آپ نے قاضی صاحب کے حوالے سے بات کی۔ "قاضی خانہ" کی ہر اہم تقریب میں شاہ صاحب کو بطور مہمان خصوصی مدعو کیا جاتا اور آپ بھی ہر "غمی وخوشی" میں برابر شریک ہوتے۔

"جامع مسجد علامہ صاحب" میں تمام اہم مذہبی تہوار خصوصاً جشن عید میلاد النبی ﷺ، معراج شریف، محرم الحرام، گیارھویں شریف وغیرہ کے موقعوں پر شاہ صاحب نہ صرف خود خطاب کرتے بلکہ ملک بھر سے جید علماء کرام اور نامور خطباء کو بھی مدعو کرتے، یہ سلسلہ غالباً 1980 کی دہائی تک جاری رہا۔ شاہ صاحب فرمایا کرتے: کہ جامع مسجد (علامہ صاحب) میری "میکی" مسجد ہے۔ گویا آپ نے "قاضی خانہ" کو اپنا "میکہ گھر" قرار دیا۔

شاہ صاحب پر قاتلانہ حملہ

حضرت سید محمد زبیر شاہ صاحب مسلک اہل سنت کی اشاعت اور تحفظ کے لیے عمر بھر کوشاں رہے۔ عشق رسول ﷺ (جو اہل سنت کا بنیادی وصف ہے) میں آپ اس قدر سرشار تھے کہ مسلک کی پاسبانی کے لیے آپ نے کبھی کوئی دقیقہ فروگزاشت نہ کیا حتیٰ کہ اپنی جان کی بھی پرواہ نہ کی۔ عقیدہ حق کی خاطر آپ کبھی کسی مصلحت کا شکار نہ ہوئے بلکہ اس کی پاسبانی کے لیے آپ نے تمام طاغوتی قوتوں کو للکارا۔ آپ کی ذات تمام باطل قوتوں کے لیے شمشیر بے نیام تھی جس کا اظہار آپ ہمیشہ سر عام کرتے۔ چکوال کی بدعقیدہ طاقتیں اس سے خوش نہ تھیں۔ تمام مخالفین آپ کے خلاف صف آراء ہو گئے چونکہ آپ ان کے ناپاک عزائم کو خاک میں ملا کر واشگاف الفاظ میں ان کا رد کرتے۔ مناظرہ و بحث یا علمی لحاظ سے میدان میں مد

مقابل آ کر تو وہ آپ کا مقابلہ کرنے کی سکت نہ رکھتے تھے لہذا انہوں نے آپ پر حملہ کرنے کا مذموم فیصلہ کیا۔ یہ غالباً 68-1967 کی بات ہے شاہ صاحب نے چکوال شہر میں ایک جلسہ کا انعقاد کیا جس میں مشہور عالم دین اور اپنے دور کے نامور خطیب مولانا محمد شریف المعروف بہ نوری قصوری مدعو تھے۔ جلسہ کھلے پنڈال میں عشاء کی نماز کے بعد ہوا۔ حضرت شاہ صاحب نے خود بھی اور مولانا نوری نے بہت مدلل تقاریر کیں۔ راقم کے ماموں ملک ظہیر الدین صاحب راویت کرتے ہیں" جلسہ تقریباً رات بارہ بجے کے بعد اختتام پذیر ہوا۔ مہمان علماء کرام جلسہ کے بعد شہر میں اپنی قیام گاہ پر چلے گئے جبکہ شاہ صاحب کے ہمراہ دو نعت خوان حافظ چن دین، فتح محمد مالی (جنھیں عرف عام میں لعلوں کی جوڑی کہا جاتا تھا) اسلامیہ سکول کو روانہ ہوئے۔ جب آپ گورنمنٹ اسلامیہ پرائمری سکول کے نزدیک پہنچے تو " اسرار بلڈنگ " کے پاس گھات لگائے ہوئے حملہ آوروں نے لاٹھیوں اور دوسرے ہتھیاروں سے پشت کے طرف سے آ کر حملہ کر دیا۔ حملہ اتنا اچانک اور سخت تھا کہ آپ کے دونوں ساتھی بدحواس ہو گئے ۔حملہ آوروں نے اپنے تئیں آپ کا کام تمام کر کے موقع سے راہ فرار اختیار کی۔ ملک ظہیر الدین صاحب کے بقول میں اور ایک طالب علم غلام نبی جلسہ بن کراپنی مسجد کے پاس کھڑے باتیں کر رہے تھے کہ محلے کا ایک شخص چیختا ہوا آیا " شاہ صاحب کو مار دیا گیا " ۔ ہم گھبرا کر بھاگے تو اس شخص کا دوسرا بھائی جو قدرے دلیر تھا ہمارے ہمراہ آیا۔ جب ہم اسلامیہ سکول کے نزدیک پہنچے تو دیکھا شاہ صاحب خون میں نہائے ہوئے تھے۔ پڑوس کے لوگوں نے آپ کو چارپائی پر ڈالا۔ ہم سب چارپائی اٹھا کر " قاضی خانہ " پہنچے۔ وکیل صاحب (قاضی غلام احمد) آئے اور حکم دیا کہ آپ کو فوراً ہسپتال پہنچایا جائے۔ ہم سب وکیل صاحب کی قیادت میں نعرے بلند کرتے ہوئے ہسپتال پہنچے۔ آپ اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم اور حضور نبی کریم ﷺ کی نگاہ عنایت سے جلد صحت یاب ہو گئے۔ مخالفین کا خیال تھا کہ شاید آپ اس حملہ سے بچ نہ پائیں اگر بچ بھی گئے تو ڈر کر چکوال چھوڑ جائیں گے لیکن شاہ صاحب پہلے سے زیادہ شدت کے ساتھ طاغوتی قوتوں سے برسرپیکار ہو گئے اور باقی عمران کا قلع قمع کرتے ہوئے گزاری۔

آپ فرمایا کرتے: "یہ میرا واقعہ کربلا تھا، چکوال کی سرزمین پر میرا خون بہا ہے میں یہاں سے اپنا مشن ادھورا چھوڑ کر کیسے جا سکتا ہوں: گویا کہ آپ بھی اپنے جد امجد حضرت امام حسینؓ کی سنت پر عمل پیرا ہو کر دین حق کی خاطر خون میں نہلائے گئے لیکن پائے استقامت میں ذرا بھی جنبش نہ آئی۔

یہاں اس چیز کی وضاحت بھی بہت ضروری ہے کہ شاہ صاحب جہاں غیروں کی دشمنی، مخالفت، حتیٰ کہ قاتلانہ حملے کے باوجود شہر چکوال چھوڑنے کو تیار نہ تھے، وہاں اپنوں کی بے اعتنائی، حسد، محلاتی سازشوں اور رکاوٹوں نے آپ کو اس قدر رنجیدہ کیا کہ ایک موقع ایسا بھی آیا کہ آپ نے واپسی کا ارادہ کر لیا۔ غالباً اشاعت العلوم سے علیحدگی کے بعد شاہ صاحب چکوال سے گولڑہ شریف حاضر ہوئے۔ حضرت قبلہ پیر سید غلام محی الدین المعروف بابو جی (سجادہ نشین) سے ملاقات کے دوران جب انہیں آگاہ کیا کہ میں چکوال کو خیر آباد کہہ آیا ہوں تو حضرت بابو جی نے سختی سے آپ کے اس ارادے کی مخالفت کی۔ بابو جی نے فرمایا: "شاہ صاحب آپ کی شہر چکوال کو ضرورت ہے، آپ ارادہ ترک چکوال کو ٹال کر واپس چکوال جائیں"۔ شاہ صاحب کے پیہم انکار پر حضرت بابو جی نے فرمایا: "شاہ جی! اگر آج آپ نے اقرار نہ کیا تو کل روز قیامت میں اللہ تعالیٰ اور اس کے حبیب جناب آقا کریم رسول اللہ ﷺ کے دربار میں آپ کی شکایت کروں گا کہ جب شہر چکوال میں مسلک اہل سنت کی اشاعت و ترویج کے لیے آپ کی ضرورت تھی آپ نے انکار کر دیا تھا"۔ شاہ صاحب یہ بات سن کر خاموش ہو گئے۔ گویا فیصلہ ہو گیا کہ اب آپ تاحیات چکوال میں ہی اپنی خدمات سرانجام دیں گے۔ غالباً حضرت بابو جی کے حکم پر ہی آپ نے چکوال میں "جامعہ اسلامیہ غوثیہ" کی بنیاد رکھی۔ حضرت قبلہ بابو جی رحمۃ اللہ علیہ سے آپ کا تاحیات رشتہ محبت و مودت قائم رہا۔ بابو جی بھی ہمیشہ آپ کی خبر گیری فرماتے رہے۔

حضرت شاہ صاحب کی تبحر علمی

حضرت سید محمد زبیر شاہ صاحب کا شمار ان چند گنتی کے علماء میں ہوتا ہے جو علم و عمل کے

علاوہ بلند پایہ مدرس، عظیم مناظر اور بے مثل خطیب بھی تھے۔ آپ کے استاد محترم (حضرت مولانا سردار احمد صاحب) نے آپ کی وسعت علمی کو مدنظر رکھتے ہوئے دل کھول کر علم کے موتی نچھاور کیئے۔ اپنے اس ہونہار شاگرد پر استاد کو بھی فخر تھا۔ جامعہ سے فارغ التحصیل ہونے کے بعد آپ نے تمام عمر تدریس علم اور مسلک اہل سنت کی خدمت میں صرف کی۔

حضرت شاہ کی تبحر علمی کی بات آپ کے تدریس علم سے شروع کرتے ہیں۔ راقم الحروف کو آپ سے چند ابتدائی اسباق پڑھنے کا موقع ملا تو اندازہ ہوا، آپ کو تمام تدریسی علوم پر نہ صرف مہارت تامہ حاصل تھی بلکہ درسی کتب زبانی یاد تھیں۔ درجہ اول کے طلبہ سے لے کر اعلیٰ علوم یعنی دورہ حدیث کے طلبہ کو آپ خود تمام اسباق پڑھاتے۔ دوران تدریس میں نے ملاحظہ کیا کہ تمام طلبہ کو درس دیتے ہوئے آپ کتب پر نگاہ ڈالے بغیر زبانی متن کے ساتھ ہر درجہ کی تدریس فرماتے۔ مثلاً راقم فارسی کی ابتدائی کتاب شیخ سعدی کا "کریما" پڑھتا جب میں سبق سنانے کے لیے جاتا تو آپ کتاب دیکھے بغیر اگلے اشعار متن کے ساتھ زبانی پڑھا دیتے، یہی حال باقی تمام تدریسی کتب کے حوالے سے تھا۔

آپ کے تبحر علمی کی خاص شان "دورہ تفسیر القرآن" میں عیاں ہوتی تھی۔ جن حضرات کو "دورہ تفسیر القرآن" میں بیٹھنے یا شامل ہونے کا موقع ملا ہے وہ بخوبی جانتے ہیں کہ آپ کیسے علم وعرفان کے موتی بکھیرتے چلے جاتے تھے۔ دورہ تفسیر القرآن ہر سال رمضان المبارک کے مقدس ماہ میں منعقد ہوتا۔ ابتداء میں آپ شہر کی مختلف مساجد میں " گردشی دورے" چلاتے بعد میں یہ صرف" جامعہ اسلامیہ غوثیہ "میں محدود کر دیا گیا، مجھے کئی بار اس" دورہ" میں بیٹھنے کی سعادت نصیب ہوئی۔ آپ متواتر کئی گھنٹے درس دیتے۔ یہاں چونکہ زیادہ تر علماء اور طلبہ شریک ہوتے تھے لہذا آپ عالمانہ انداز میں خطاب فرماتے۔ ملک بھر سے دینی مدارس کے علماء اور طلبہ آ کر اس دورہ سے فیضیاب ہوتے۔ اس دورہ میں تفسیر، حدیث وفقہ کے علاوہ طلبہ کو نوٹس کی شکل میں مسائل اور ان کے جوابات تحریر کرواتے۔ اس دورہ میں بڑے متنوع قسم کے موضوعات پر سوال اٹھائے جاتے اور پھر ان پر گھنٹوں بحث ہوتی۔ مثلاً ایک مرتبہ دورہ تفسیر کے دوران موضوع تھا" عشق رسول ﷺ"۔ آپ نے قرآن وحدیث، اقوال

صحابہ کرام رضی اللہ عنھم کے ساتھ ہر دور کے امت کے اکابر ائمہ علماء کرام کے افعال واعمال کی مدد سے کئی گھنٹے خطاب فرمایا۔ اسی روز راقم پر عیاں ہوا کے آپ عام علماء کے برعکس بہت اچھا شعری ذوق بھی رکھتے تھے حالانکہ عوامی خطابات کے دوران بہت کم شعر پڑھتے ۔ لیکن اس روز موضوع کی مناسبت سے آپ نے برجستہ عربی وفارسی کے اساتذہ شعراء مثلاً حکیم سنائی، عطار، رومی، سعدی نظامی، فردوسی، جامی، حافظ، امیر خسرو وغیرہ کے اشعار سنا کر سماں باندھ دیا۔

ملک بھر میں اور بیرون ملک بھی آپ کی علمی قابلیت اور مناظرانہ شان کی دھاک بیٹھی ہوئی تھی ۔اس امر کی تصدیق اس بات سے بھی ہوتی ہے کہ آپ کے اپنے دور میں اور بعد از وفات بھی تمام علماء اہل سنت برسر محفل آپ کی علمی استعداد کا اعتراف کرتے ہوئے سنے گئے ۔آج تک آپ کو مفسر قرآن، شیخ القرآن والحدیث، غزالئی زماں، رازئی دوراں اور مناظر اسلام جیسے القاب سے یاد کیا جاتا ہے۔ مولانا شاہ احمد نورانی اور مولانا عبدالستار نیازی اور بے شمار علماء سے میں نے خود آپ کے لیے ایسے ہی القابات سنے ہیں۔ اس ضمن میں صرف ایک واقعہ نمونے کے طور پر پیش خدمت ہے: قاضی مظہر الحق صاحب روایت کرتے ہیں کہ غالباً 1979-80 میں "تبلیغی جماعت" والوں نے چکوال کو اپنی سرگرمیوں کا مرکز بنانے کا منصوبہ بنایا۔ اس مقصد کے لیے انہوں نے اپنا سہ روزہ اجتماع چکوال میں منعقد کروا کے حکومت کے ذریعے اس کی منظوری حاصل کرنے کے لیے کوششیں شروع کر دیں۔ اس پر جماعت اہل سنت میں تشویش کی لہر دوڑ گئی۔ متفقہ فیصلہ کے بعد مولانا عبدالحلیم نقشبندی اور " قاضی خانہ" سے قاضی مظہر الحق صاحب کا نام تجویز ہوا کہ دونوں حضرات پنجاب بھر کا دورہ کر کے تمام علماء اہل سنت بشمول تمام آستانہ عالیہ کے پیران عظام سے حمایت اور شرکت کی اپیل کریں تا کہ " تبلیغیوں" کے مقابلہ میں سہ روزہ "یارسول اللہ سنی کانفرنس" منعقد کر کے ان کے مذموم عزائم کے خلاف بند باندھا جائے ۔ قاضی مظہر الحق صاحب بیان کرتے ہیں: کہ پنجاب بھر میں ہم جہاں بھی جاتے ہر ضلع کے مشائخ عظام اور تمام علماء کرام کہتے کہ آپ کے پاس سید محمد زبیر شاہ صاحب جیسا عالم دین اور مسلک اہل سنت کا شیر موجود ہے تو آپ کو کس چیز کا ڈر ہے؟" یاد

رہے ان مشائخ عظام میں پیر صاحب سیال شریف، چاچڑ شریف، جلالپور شریف، چورہ شریف، بھیرہ شریف وغیرھم ودیگر اضلاع کے تمام علماء ومشائخ شامل تھے۔ شاہ صاحب کی قیادت میں کامیاب کانفرنس منعقد ہوئی جس نے دوسرے روز ہی مخالفین کو بھاگنے پر مجبور کر دیا یوں آپ کی مساعیٔ جمیلہ کی بدولت شہر چکوال کو "رائے ونڈ" بنانے کی سازش ناکام ہوئی۔

آخر میں آپ کی خطابت کے متعلق چند کلمات۔ جیسا کہ بیان ہو چکا کہ آپ ایک بے مثل خطیب بھی تھے، آپ کی تقریر تحت اللفظ میں ہوتی۔ آپ عوامی خطابات میں عوام کے ذہنی وعلمی استعداد کے مطابق عام فہم انداز میں خطاب کرتے لیکن جب علماء یا خواص سے مخاطب ہوتے تو آپ کا انداز عالمانہ ہوتا، کوئی نقطہ سمجھانے کے لئے آپ مثال کے لیے حکایات یا لطائف بھی پیش کرتے، چونکہ آپ بہت اچھا حس مزاح بھی رکھتے تھے لہذا دوران تقریر یا گفتگو میں مزاحیہ لطائف موقع محل کے اعتبار سے پیش کرتے۔ دوران خطاب آپ کو بات سے بات نکالنے کا ملکہ بھی حاصل تھا لیکن کمال یہ تھا کہ آخر تک آپ کو پچھلی تمام باتیں یاد رہتیں اور ایک ایک کر کے سب واقعات کو مکمل کر کے تقریر کا اختتام کرتے۔ راقم الحروف کو یاد ہے جب آپ ماہ ربیع الاول میں شہر کی مختلف مساجد میں جشن عید میلاد النبی ﷺ کے اجلاس منعقد کرواتے تو ہر جلسہ میں خود بنفس نفیس شروع سے آخر تک بیٹھتے۔ اگلے جلسہ کے متعلق اعلان کے لیے اٹھتے تو آدھ یا پون گھنٹہ خطاب کر دیتے یوں محسوس ہوتا کہ آپ چاہتے ہیں رسول پاک ﷺ کی تعریف وتوصیف ہوتی رہے اور آپ بیان کرتے رہیں یہ وہ جذبہ تھا جو آپ کو تھکنے نہیں دیتا تھا۔ حالانکہ آپ سحری کے وقت بیدار ہو کر طلبہ کو گیارہ بجے تک درس دیتے۔ پھر مختلف دیہات میں اجلاس منعقد کر کے راتوں کو شہر میں یہ جلسے ہوا کرتے تھے۔ آپ اس مسلسل سخت روٹین سے کبھی نہ گھبراتے۔ عموماً یہ روٹین ماہ محرم سے شروع ہو کر ماہ ربیع الثانی تک جاری رہتی۔ یاد رہے ابتدائی کئی سالوں تک موجودہ ذرائع نقل وحمل کی سہولیات بھی دستیاب نہ تھیں آپ بیشتر پبلک ٹرانسپورٹ یا پیدل سفر کرتے۔ مجھے یہ بھی یاد ہے کہ ایک بار سردیوں کے موسم میں بارشیں ہو رہی تھیں آپ جلسوں کے بعد شہر کے ایک کونے مثلاً پنڈی روڈ پر واقع جامع مسجد عثمانیہ یا جہلم روڈ پر جامع مسجد ہجویری یا جامع مسجد فاروقی سے پیدل

بارش میں واپس "جامعہ اسلامیہ غوثیہ" تشریف لے گئے۔ یہ تمام اجلاس اور انکی صدارت آپ تادم آخر کرتے رہے۔

اولاد

حضرت سید محمد زبیر شاہ صاحب کی تمام اولاد اپنے والد گرامی کے نقش قدم پر گامزن ہے، خصوصاً صاحبزادہ سید ریاض الحسن شاہ صاحب جنہیں آپ نے اپنی ظاہری حیات میں ہی اپنا جانشین بنانے کے لیے سفر و حضر میں اپنے ہمراہ رکھ کران کی خصوصی تربیت کا اہتمام کیا۔ سید ریاض الحسن شاہ صاحب جو معنوی وصوری اعتبار سے اپنے والد گرامی کی تصویر ہیں اور آپ نے ہر لحاظ سے والد کا جانشین بننے کا حق ادا کیا ہے۔ آپ نے والد گرامی کے مشن کو اپنا کر وہ تمام امور جو شاہ صاحب نے شروع کیئے تھے نہ صرف پایہ تکمیل تک پہنچایا بلکہ بعض میں مزید جدت پیدا کی۔ مثلاً حضرت سید محمد زبیر شاہ صاحب نے "جامعہ اسلامیہ غوثیہ" میں چار سالانہ اجلاس، دس محرم الحرام (عرس مبارک نواسہ رسول ﷺ حضرت امام حسین ؓ)، معراج النبی ﷺ (27 رجب المرجب کی شب)، جشن عید میلاد النبی ﷺ (12 ربیع الاول) اور جشن دستار فضیلت دورہ تفسیر القرآن (رمضان کے آخری عشرہ میں) میں منعقد کرواتے، سید ریاض الحسن شاہ صاحب نہ صرف یہ سالانہ اجلاس بشمول دورہ تفسیر القرآن ویسے ہی منعقد کرواتے ہیں بلکہ مزید شان وشوکت سے ان میں جدت و اضافہ بھی فرماتے رہتے ہیں۔ "جامعہ اسلامیہ غوثیہ" کے زیر اہتمام ضلع بھر میں تمام مذہبی پروگرام، جیسے سالانہ اجلاس (میلاد شریف، محرم شریف، گیارھویں شریف) وغیرہ ویسے ہی جاری وساری ہیں جس طرح حضرت شاہ صاحب کے دور میں منعقد ہوتے تھے۔

حضرت سید ریاض الحسن شاہ صاحب نے "جامعہ اسلامیہ غوثیہ" کی تعمیر وترقی کا بھی خصوصی اہتمام کیا ہے مثلاً آپ نے جامعہ میں ایک شاندار ہال (انڈر گراونڈ) بیسمنٹ تعمیر کروایا جس میں تمام ذکر کردہ سالانہ اجتماعات وعیدین کی نمازیں ادا ہوتی ہیں۔ ابھی حال ہی میں اس کے اوپر ایک وسیع وشاندار ہال کی تعمیر مکمل ہوئی ہے جو خوبصورتی اور طرز تعمیر میں منفرد

شاہکار ہے۔ علاوہ ازیں "جامعہ اسلامیہ غوثیہ" کی مختلف شاخیں جن میں بلکسر اور تلہ گنگ کے علاوہ ضلع بھر میں جامعہ کے زیر اہتمام کئی مساجد و مدارس قائم ہوئے ہیں۔ "جامعہ اسلامیہ غوثیہ" کے طلبہ کی دینی تعلیم کے علاوہ جدید نصاب تعلیم مثلاً کمپیوٹر جیسی تعلیم کو درس نظامی کے ہمراہ نصاب میں شامل کرنے کا سہرا بھی سید ریاض الحسن شاہ صاحب کو جاتا ہے۔ راقم الحروف دعا گو ہے کہ اللہ تعالیٰ حضرت شاہ صاحب کے ادارہ و مشن کو تا قیامت جاری و ساری رکھے اور اس کو دن دگنی رات چگنی ترقی عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین۔

OOOO

علامہ پیر سیّد محمد زبیر شاہ صاحب بحیثیت شیخ القرآن

مولانا قاری محمد نواز چشتی (گوجرخان)

رمضان 1992ء کی بات ہے قسمت نے یاوری کی اور مقدر کا ستارہ چمکا، مجھے اپنے چند ساتھیوں مولانا فضل حسین رضوی، مولانا طارق جاوید، مولانا ریاست علی اور مولانا محمد مخدوم رضوی کے ساتھ جامعہ اسلامیہ غوثیہ چکوال میں حضور شیخ الحدیث والتفسیر علامہ پیر سید محمد زبیر شاہ صاحب سے دورہ تفسیر القرآن پڑھنے کی سعادت حاصل ہوئی۔ پاکستان میں شیخ القرآن ابوالحقائق علامہ عبدالغفور ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ (وزیر آباد) کے بعد چکوال جامعہ اسلامیہ غوثیہ میں ہر سال رمضان شریف میں پڑھایا جانے والا دورہ تفسیر القرآن بہت ہی معروف و مقبول تھا جس میں سینکڑوں علماء، وکلاء، درسِ نظامی کے سینئر طلباء شریک ہو کر قرآنِ پاک کے اسرار و رموز سیکھتے اور حضور بحرالعلوم کے بحرِ علم سے اپنی علمی پیاس بجھاتے۔ حضور شیخ القرآن صبح 8 بجے سے تقریباً 3 بجے تک مسلسل پڑھاتے۔ ترجمہ کے ساتھ ساتھ منتخب آیات کا شانِ نزول اور تفسیری نکات و مسائل نوٹ کراتے۔ تقابل ادیان، باطل فرقوں کا رد بلیغ اور حقانیت مسلک اہل سنت اس دورہ تفسیر القرآن کی انفرادیت ہوتی۔ حاضرین کو کسی بھی موضوع پر سوال کرنے کی عام اجازت ہوتی۔ علماء، طلباء سینکڑوں علمی سوال کرتے اور حضور شیخ القرآن خندہ پیشانی سے جواب دیتے جس سے مسائل کی تشفی ہو جاتی۔ کم و بیش 30 سال دورہ تفسیر القرآن اور دورہ حدیث شریف پڑھایا اور 40 سال سے زائد عرصہ کریما، نام حق سے لے کر تفسیر بیضاوی و جلالین اور صحیح مسلم و بخاری شریف تک درس نظامی کی تمام کتب پڑھائیں۔ احادیث، شروحات کی طویل عربی عبارات نوک زباں ہوتیں۔ ایک ایک حدیث سے بیسیوں مسائل کا استنباط و استخراج فرماتے۔

بحیثیت عالم و مدرس

حضور شیخ الحدیث بہترین عالم، چوٹی کے مدرس، بے باک خطیب، عظیم شیخ طریقت، بالغ نظر فقیہ، شریعت و طریقت کے مجمع البحرین، منبع جود و سخا، پیکر اخلاص و محبت، مسلکِ اعلیٰ حضرت کے محافظ، فکرِ رضا کے مُبلغ، ناموسِ رسالت کے سپاہی۔ عاشقِ نبی مختار صلی اللہ علیہ وسلم، محبِ صحابہ کرام و اہل بیت عظام، جبلِ استقامت، جرأت و بہادری کا کوہِ گراں، آلِ نبی اولادِ علی، منظورِ نظر حضور محدث اعظم پاکستان رحمۃ اللہ علیہ ہمہ جہت شخصیت کے مالک تھے۔ بیشتر درسی کتب آپ کو ازبر تھیں۔ طلباء کے لیے یہ فیصلہ کرنا مشکل ہوتا کہ آپ کو کس فن پہ زیادہ مہارت حاصل ہے۔ جس بھی فن کی جو بھی کتاب آپ پڑھاتے، لگتا کہ اسی پہ آپ کو عبور حاصل ہے۔

ہم جب جامعہ رضویہ انوار العلوم واہ کینٹ سے ادیب عربی کے بعد چکوال آپ کی خدمت میں درسِ نظامی کی بقیہ کتب پڑھنے کے لیے حاضر ہوئے تو آپ نے پوچھا منطق کی کون کون سی کتب پڑھی ہیں۔ میں نے عرض کیا تسہیل المنطق، مرقات، شرح تھذیب۔ تو فرمایا علم منطق میں ان کی حیثیت وہی ہے جو فقہ میں (پکی روٹی) کی۔ جن کی نظر میں مرقات، شرح تھذیب جیسی کتب (پکی روٹی) جیسی حیثیت رکھتی ہوں اُن کے علم منطق پہ عبور کا عالم کیا ہوگا۔

علم نحو کی اہمیت اہل علم سے پوشیدہ نہیں۔ اس فن میں آپ کی مہارت کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے۔ ہمیں شرح جامی پڑھاتے ہوئے تقریباً پون گھنٹہ اس پہ تقریر فرمائی کہ علامہ جامی رحمۃ اللہ علیہ نے خطبہ مروّجہ الفاظ **نحمدہٗ و نصلی و نسلم علیٰ رسولہ الکریم** کے بجائے **الحمد لولیہٖ والصلوٰۃ علی نبیّہٖ** کے الفاظ سے کیوں شروع کیا۔

حضور شیخ الحدیث علماء کی نظر میں

ایک عالم کے علمی مقام کو علماء ہی بہتر جانتے ہیں۔ علماء عصر آپ کو کس نظر سے دیکھتے، اس کا اندازہ ان تین واقعات سے لگایا جا سکتا ہے۔

(1) دورہ حدیث شریف کی تکمیل پہ دستار بندی کے لیے جب جامعہ رضویہ مظہر اسلام فیصل آباد شریف حاضر ہوئے تو شیخ الحدیث مولانا غلام نبی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ہمیں

بخاری شریف کی آخری حدیث پاک پڑھاتے ہوئے ارشاد فرمایا ہم یہاں دستار فضیلت سے پہلے تمام آنے والے طلباء سے امتحان لیتے ہیں لیکن علامہ سید محمد زبیر شاہ صاحب کے تلامذہ سے امتحان نہیں لیا جاتا۔

(2) محی الدین اسلامک یونیورسٹی نیریاں شریف آزاد کشمیر عرس کے موقع پر ایک مرتبہ حاضری ہوئی۔ عظیم محقق، مقالہ نگار، صدارتی ایوارڈ یافتہ مصنف پروفیسر ڈاکٹر ہمایوں عباس شمس اُس وقت وہاں پڑھاتے تھے۔ اُن کی ملاقات کے لیے حاضر ہوا، ڈاکٹر صاحب اُس وقت کلاس میں اسباق پڑھا رہے تھے۔ میرے ساتھ صاحبزادہ پیر عماد الدین صدیقی صاحب تھے جنہوں نے میرا تعارف ڈاکٹر صاحب سے یوں کرایا کہ یہ علامہ محمد نواز چشتی صاحب ہیں جو شاگرد رشید ہیں علامہ پیر سید محمد زبیر شاہ صاحب کے ۔اُستاذ محترم کا نام سُنتے ہی ڈاکٹر ہمایوں عباس شمس اپنی مسند تدریس سے اُٹھ کھڑے ہوئے۔ گرمجوشی سے ملے اور اپنا رسالہ (لذت شراب علم) اپنے دستِ مبارک سے مجھے عنایت فرمایا۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ عزت افزائی میری ذات وقابلیت کی نہیں بلکہ قبلہ استاذ گرامی کے باعث ہے۔

(3) آپ کی سیادت کے حوالے سے علامہ سید عبدالقادر شاہ صاحب جیلانی نے جنازہ کے موقع پر اپنے خطاب میں فرمایا تھا کہ لوگ سادات کے شجرے دیکھتے ہیں کہ اصلی سید ہے یا نقلی، لیکن علامہ پیر سید محمد زبیر شاہ صاحب کا چہرہ بتا رہا ہے کہ حسینی شہزادہ لیٹا ہوا ہے، شجرہ نسب دیکھنے کی ضرورت نہیں، سیادت وسخاوت باہم لازم وملزوم ہیں۔ اس حوالہ سے ایک بات آپ سے شیئر کرتا ہوں۔ سردیوں کا موسم تھا اُستاذ محترم ہمیں حدیث شریف پڑھا رہے تھے، اتنے میں ایک عقیدت مند نے خوبصورت اور قیمتی گرم چادر پیش کی۔ اسی دوران ایک سائل نے حاضر ہو کر عرض کی غریب آدمی ہوں شدید سردی ہے کوئی گرم کپڑے، چادر وغیرہ عنایت فرمادیں شاہ صاحب قبلہ نے وہی نئی قیمتی گرم چادر اُس کو عطا فرمادی۔

طلباء پہ شفقت اور علماء کی قدردانی

قبلہ شاہ صاحب اپنے تلامذہ کی عزت نفس کا خاص خیال رکھتے ۔ اسی لیے کبھی طلباء کو مدرسہ کے لیے چندہ مانگنے اور قربانی کی کھالیں یا فطرانہ جمع کرنے کی ڈیوٹی نہیں لگاتے بلکہ جمعہ یا عید کے اجتماع پہ یا بذریعہ اشتہار عوام اہل سنت سے اپیل کی جاتی کہ خود مدرسہ میں فطرانہ اور قربانی کی کھالیں جمع کرائیں ۔ اُستاد محترم فرماتے آج یہ طالب علم ہیں کل عالم بن کر انہیں لوگوں کو وعظ فرمائیں گے تو ان لوگوں پہ اس وعظ کا کیا اثر ہوگا۔ قبلہ شاہ صاحب کسی بھی طالب علم کو سزا دینا تو درکنار نام لے کر یا "اوئے" کہہ کر نہیں بلاتے تھے بلکہ "مولانا" یا "بزرگو" کہہ کر مخاطب فرماتے ۔ مجھے خود کتنا عرصہ یہی خیال رہا کہ اُستاد محترم کو شاید میرا نام یاد نہیں اس لیے "مولانا" کہہ کر مخاطب کرتے ہیں۔ پھر ایک مرتبہ جمعہ پڑھانے کے لیے ایک طالب علم کو میری طرف بھیجا کہ مولانا نواز صاحب کو کہیں کہ فلاں مسجد میں جمعہ کی نماز پڑھانی ہے۔ تب مجھے پتہ چلا کہ اُستاد محترم کو میرا نام معلوم ہے۔

عموماً نجی زندگی میں سب کا رویہ یہ ہوتا ہے کہ ہم اپنے علماء کا ذکر صرف نام لے کر کرتے ہیں لیکن استاد محترم قبلہ شاہ صاحب کسی بھی عالم دین کا ذکر صرف نام لے کر نہیں بلکہ مولانا صاحب کہہ کر کرتے ۔ مولانا عتیقی صاحب، مولانا اورنگزیب صاحب، مولانا تاج رسول صاحب، مولانا قاضی منظور صاحب، مولانا ضیاء اللہ قادری صاحب وغیرہ۔ اپنے شاگرد علماء میں سے چار شخصیات کا ذکر بہت اچھے الفاظ سے کرتے (۱) علامہ سیّد عصمت اللہ شاہ صاحب (۲) علامہ مفتی ریاض الدین صاحب (۳) علامہ سیّد نذر حسین شاہ صاحب (۴) علامہ مفتی سیّد شاہ حسین گردیزی صاحب۔

شیخ کامل سے عقیدت

(۱) طریقت میں شیخ سے عقیدت اکتساب فیض کے لیے بہت ضروری ہے۔ ایک مُرید صادق کی طرح حضور شیخ الحدیث صاحب کو اپنے شیخ کامل حضور محدث اعظم پاکستان رحمۃ اللہ علیہ سے بے پناہ محبت وعقیدت تھی۔ ایک مرتبہ ایک طالب علم کو سنگین غلطی پہ

آپ سزا دے رہے تھے اُس نے معافی مانگی۔ منتیں کیں لیکن آپ کا غصہ ٹھنڈا نہیں ہو رہا تھا تو اُس نے کہا آپ کو محدث اعظم پاکستان کا واسطہ معاف کر دیں تو فوراً آپ کے ہاتھ رُک گئے۔

(۲) طریقت میں شیخ کے حکم کو خاص اہمیت حاصل ہے۔ مُرید صادق کبھی اپنے شیخ کامل کی حکم عدولی نہیں کرتا۔ آپ فرماتے ہیں ہری پور جامعہ رحمانیہ میں تدریس کے دوران حضور محدث اعظم پاکستان کچھ دن میرے پاس قیام کے لیے تشریف لائے جس دن آپ کا واپسی کا ارادہ تھا اُس دن میں نے اسباق کا ناغہ کر لیا۔ آپ نے مجھ سے پوچھا شاہ صاحب آج طلباء کو چھٹی ہے؟ میں نے عرض کی نہیں، پوچھا تو کلاس میں پڑھانے نہیں گئے، میں نے عرض کیا آج آپ کی زیارت وخدمت کرلوں کل سبق پڑھالوں گا۔ آپ نے فرمایا شاہ صاحب! اگر مجھے راضی رکھنا ہے تو اسباق کی چھٹی نہیں کرنی۔ اُستاذ محترم فرمایا کرتے تھے میں نے اُس کے بعد کبھی اسباق کا ناغہ نہیں کیا اگر چہ کتنی مصروفیت ہو یا صحت کی خرابی۔ ایک مرتبہ ہمیں سبق پڑھاتے ہوئے رت جگے اور خرابی صحت کے باعث غنودگی کی وجہ سے بار بار آپ کی آنکھیں بند ہو رہی تھیں اور سر کو جھٹکے لگ رہے تھے لیکن آپ نے سبق پورا پڑھایا اور یوں شیخ کامل کے حکم کی تعمیل کی۔

OOOO

شیخ الحدیث حضرت علامہ مولانا ابوالظفر پیر سیّد محمد زبیر شاہ رحمۃ اللہ علیہ

مولانا قاضی محمد مشتاق
پرنسپل دارالعلوم محمدیہ غوثیہ نوگزی اسلام آباد

اک مرد با کمال سیّد محمد زبیر شاہ
اک عہدِ لازوال سیّد محمد زبیر شاہ
آشنائے رمزِ محبت، وفا سرشت
آپ ہیں اپنی مثال سیّد محمد زبیر شاہ

حضرت علامہ شیخ الحدیث فخر السادات قبلہ پیر سیّد محمد زبیر شاہ (رحمۃ اللہ علیہ) کی شخصیت علم وعرفاں مقام عشق رسول کے حوالہ سے تحریر کوئی صاحب معرفت ہی کر سکتا ہے۔ ہمیں تو وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ پتہ چل رہا ہے۔ اگر اس وقت اس حقیقت کا پتہ چلتا تو لمحہ بھر آپ کے قدموں سے جدا نہ ہوتے اور اور آپ کے قدمین کا دھوون پیتے تو نہ جانے کن حقیقتوں سے آشنا ہوتے جس شخصیت کا درس اول وآخر یہ ہو:

کی محمد ﷺ سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں
یہ جہاں چیز ہے کیا لوح وقلم تیرے ہیں

اور

محمد ﷺ کی غلامی دینِ حق کی شرطِ اول ہے
اگر ہو اسی میں خامی تو ایماں نامکمل ہے

اور

محمدِ عربی ﷺ کہ آبروئے ہر دوسرا است
کسے کہ خاک درش نیست خاک بر سرِ او

بس قبلہ صاجزادہ پیر سید ریاض الحسن شاہ صاحب مدظلہ العالی کے حکم کی تعمیل اور اس حقیقت کا اظہار کہ آپ کے تلامذہ میں ہونے کی سعادت ہمیں بھی حاصل ہے۔ فالحمد لله علی ذالك۔

آستانہ عالیہ غوثیہ مہریہ گولڑہ شریف میں بڑی گیارہویں شریف کے موقع پر حافظ بشیر الدین صاحب کے ساتھ حاضری ہوئی، حضور قبلہ لالہ جی صاحبان سے آپ ملاقات فرما رہے تھے، چھت پر سے حافظ صاحب چلائے کہ وہ ہمارے چکوال کے مردِ شیر، لالہ جی صاحبان سے مل رہے ہیں۔

میں نے پوچھا وہ کون ہیں؟

کہنے لگے "چکوال کی سرزمین پر عشقِ رسول ﷺ کا جھنڈا گاڑنے والے اور ہر سُو الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ کی صدا بلند کرنے والے سیّد محمد زبیر شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ۔۔۔۔۔۔"

شدتِ ہجوم کی وجہ سے ملاقات اور صحیح طریقہ سے شرفِ زیارت تو نصیب نہ ہو سکا مگر دل میں ایک ولولہ پیدا ہوا کہ ان شاء اللہ انہیں ملنا ضرور ہے۔

چند روز کے بعد ہی حسن ابدال آپ کا خطاب "جشن عید میلاد النبی ﷺ" کے حوالے سے تھا۔

حافظ صاحب اور دیگر چند احباب کے ہمراہ جلسہ گاہ پہنچے۔ خلقِ خدا کا ہجوم تھا۔ آپ کا خطاب شروع ہوا۔۔۔۔۔ اور۔۔۔۔۔ اختتام پذیر ہو گیا۔

میں نے حافظ صاحب سے کہا اتنا مختصر خطاب؟؟؟

کہنے لگے "ذرا اپنی گھڑی پہ وقت دیکھو"۔

جب نظر گھڑی پر پڑی تو کیا دیکھتا ہوں کہ ڈیڑھ گھنٹہ بیت چکا تھا۔۔۔ بہرحال ہم نے خطاب تھوڑا ہی سنا تھا۔۔۔ ہم تو مردِ خدا کے تیورِ غیور دیکھنے میں اس قدر منہمک ہوئے ۔۔۔ کہ بس!!!۔۔۔۔۔ دیکھتے ہی رہ گئے۔

کچھ راہنمائی علامہ مسعود الرحمٰن صاحب خطیب واہ کینٹ نے کی اور یہ ''رمضان المبارک'' جامعہ اسلامیہ غوثیہ چکوال گزارنے کا تہیہ کرلیا۔ اب ۲۱ شعبان المعظم اور ۱۵ شعبان المعظم کا انتظار تھا۔ کہ ۱۵ کو چھٹیاں ہوں اور ۲۱ کو اس ''مردِ خدا'' کی خدمت میں پہنچ کر لنگرِ عشق مصطفٰی کریم ﷺ حاصل کریں۔

دورہ تفسیر القرآن کے پہلے اور دوسرے سال تو کچھ بھی نہ لکھ سکا۔۔۔قلم۔۔کاغذ کے اوپر۔۔۔اور۔۔۔نظر اس ''مردِ خدا'' کے چہرہ پر جس پہ عشقِ مصطفٰی کریم ﷺ کی جلوہ نمائیاں۔۔۔

مجھے یہ بھی پتہ نہ تھا کہ یہ ماجرا کیا ہے۔ ہم تو بس۔۔۔۔اس ''مردِ خدا'' کے تیور دیکھتے رہ گئے اور اس بات کی بھی خبر نہ تھی کہ میرا نہ لکھنا استاذی المکرم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے علم میں ہے۔

دورہ تفسیر القرآن کے تیسرے سال اسباق کے شروع کرنے سے قبل آپ نے فرمایا'' کہ جمعۃ الوداع سے قبل آپ کے رجسٹر چیک کروں گا کہ آپ کیا لکھتے ہیں''۔ اس وقت ہوش ٹھکانے لگے کہ میری دو سال کی چوری پکڑی گئی ہے۔ اس سال تو جو سمجھ آئی۔۔رجسٹر پر تحریر کرتا اور باقی کام ظہر سے عصر اور عصر سے مغرب تک بمشکل مکمل کرتا۔ احباب سے رجسٹر کو حسین سے حسین تر کرنے کی کوشش کرتا۔ جمعۃ الوداع سے قبل چند احباب کے ہمراہ حاضرِ خدمت ہوا۔ آپ نے رجسٹر دیکھا اور اپنے دستِ مبارک سے تحریر فرمایا:

''محمد ﷺ کی غلامی دینِ حق کی شرطِ اول ہے
اگر ہو اسی میں خامی تو ایماں نامکمل ہے''

اس سال آپ کے تشریف لانے سے قبل، ایک یا دو طلباء کی ڈیوٹی ہوتی تھی کہ وہ بیان کریں، جس دن میری باری تھی میں نے چند القاب یاد کئے اور آپ کے حوالے سے چند تعریفی کلمات کہے۔

اس دن جب آپ کلاس میں تشریف لائے، طبیعت مضطرب تھی اور بعد نماز عشاء

احباب کے ہمراہ حاضرِ خدمت ہوا، اضطراب برقرار تھا دورانِ گفتگو درد بھرے لہجے میں فرمایا "میرا چھ، سات گھنٹے دماغ کھپانے کا یہ مقصد نہیں جو آپ لوگ سمجھے، بلکہ میرا مقصد یہ ہے کہ جب تم سٹیج پر کھڑے ہو تو پتہ چلے کہ کوئی عاشقِ رسول آیا ہے۔ حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے لال حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکرِ رفیع "وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ" کے زیرِ سایہ خلق کے دلوں کو منور کرو اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دشمنوں پہ یوں برسو جیسے ابرہہ کے لشکر کا حال ابابیلوں نے کیا اور بس!!!"۔

بس وہ دن اور آج کا دن سٹیج پہ پہنچ کر مجھے صدرِ محفل اور علماء کے القاب بھول جاتے ہیں۔ اور "یار لوگ" اس کو بے ادبی سمجھ کر ناراض ہو جاتے ہیں۔ جبکہ وہ ایسے مردانِ باخدا تھے انہیں جس بھی بڑے لقب سے یاد کیا جائے وہ ان کے ساتھ جچتے تھے۔ اب تو صورتِ حال یہ ہے:

جب راہبر منزل آشنا نہ رہا، کسی سے گلہ کچھ بھی نہیں۔

اب اگر ذوقِ تصویری کو لے لیں۔۔۔

خالد کیانی نے کہا اگر ہو سکے تو تصویر کی اجازت لے لیں۔ میں نے کہا، پوچھوں گا اگر اجازت ملی تو تم فی الفور بنا لینا۔۔۔

عرض کی! آپ نے فرمایا "گناہ اور پوچھ کر"

مگر لہجے میں انتہائی نرمی محسوس کی۔

خالد کیانی کو اشارہ کیا اس نے ایک تصویر بنائی، دوسری دفعہ کوشش کی تو آپ کی طبیعت مضطرب ہو گئی فوراً اسے روک دیا۔

ہر سال قبلہ صاحبزادہ ریاض الحسن شاہ صاحب مدظلہ العالی کا "دورہ تفسیر القرآن" محفوظ کرنے کا پروگرام ہوتا لیکن آپ منع فرما دیتے۔

اس سال کیمرہ مین نے اپنے آلات نصب ہی کئے تھے کہ۔۔۔۔۔ تھوڑی دیر بعد آپ نے فرمایا "اس سسٹم کو ہٹاؤ طبیعت میں یکسوئی نہیں رہتی۔

اور یہ بات تو زندگی بھر نہیں بھول سکتی کہ جب خالد کیانی نے کہا کہ حضرت صاحب سے بیعت کرنی ہے۔ آپ ساتھ چلو اور عرض بھی تم ہی نے کرنی ہے۔

نماز مغرب کے بعد آپ کی خدمت میں حاضری ہوئی اجازت طلب کی۔ فرمایا'' آجاؤ''

آپ اپنے کمرے میں زمین پہ لگے بیڈ پر آرام فرما تھے، کمرہ میں سبز لائٹ جل رہی تھی نہ جانے آپ جذبہ عشق رسول ﷺ کے کس تصور میں مستغرق تھے ایک سکتے کا عالم ۔۔۔۔۔۔۔۔ کافی دیر بعد آپ نے فرمایا'' جی''

یہ لفظ جس طرح آپ ادا فرماتے اور آپ کے منہ مبارک سے نکلتے ہوئے کتنے گل کھلتے اس کی حقیقت تو کوئی صاحب معرفت ہی جان سکتا ہے۔۔۔

عرض کی، '' حضور! خالد بیعت ہونا چاہتا ہے''

فرمایا'' کوئی کامل پیر تلاش کرو''۔

پھر آپ کسی خیال میں کھو گئے۔۔۔ کافی دیر کے بعد آپ نے ہماری طرف غور سے دیکھا۔۔۔ ایک دم آپ اُٹھ بیٹھے اور خالد کو اشارہ کیا'' ہاتھ آگے کرو''۔

یقیناً یہ بات ہر آدمی کے لئے ماننا بڑی مشکل ہے۔ سمجھ تو ہم بھی نہ سکے۔ آپ کے بیٹھنے اور خالد کے ہاتھ بڑھانے کو جو وقفہ تھا اس وقفے میں یوں محسوس ہوا کہ نہ جانے کمرے نے کتنے چکر کاٹ کر سکون پایا ہوگا۔ مجھے کم از کم نہیں معلوم ہوا کہ خالد کو آپ نے کیا وظیفہ بتایا کیا درس دیا۔

ہم بالکل ساقط۔۔۔

فرمایا'' ٹھیک ہے جاؤ''۔

ہم دونوں اپنے کمرے میں آ کر سر پکڑ کر بیٹھ گئے۔ احباب کمرے میں بیٹھے ہمارا تماشہ دیکھ رہے تھے کہ انہیں کیا ہوا۔ کم و بیش ایک گھنٹہ اسی فکر میں بسر ہوا کہ یہ کیا ہوا۔۔۔

میں نے خالد سے پوچھا وظیفہ کیا بتایا آپ نے؟

کہنے لگا'' مجھے تو ابھی تک سمجھ نہیں آئی کمرہ کیسے گھوم رہا تھا۔۔۔

اس وقت تو ہمیں کچھ خبر نہ رہی۔۔۔اب پتہ چلتا ہے کہ نہ جانے آپ سمندر عشق کی کس وادی میں مستغرق تھے کہ ہم جا پہنچے اللہ اعلم بالصواب۔

یہ سب باتیں خواب کی نہیں بلکہ حقیقت میں اسی طرح ہیں۔

اسی حوالے سے ایک بہت ہی اہم بات یاد آگئی۔اس سال گرمی کی شدت تھی دوران کلاس آپ کے پاس ایک سفید رومال ہوتا جسے اوڑھ کر آپ تشریف فرما ہوتے اور اسی دوران عجیب وغریب دیسی دیسی مہک اٹھتی، اکثر ہم ادھر ادھر دیکھتے کی کسی نے اگربتی تو نہیں جلائی مگر کچھ نظر نہ آتا۔ہم سمجھ نہ پاتے کہ یہ خوشبو کیا ہے۔

ایک عرصہ بعد فیصل آباد شریف حاضری ہوئی۔ظہر کا وقت تھا نماز کی ادائیگی کے بعد جونہی مزارِ پُر انوار پر حاضری ہوئی دائیں طرف دوزانو بیٹھا ہی تھا کہ اسی خوشبو نے آگھیرا، اور دورۂ تفسیر القرآن کا سارا منظر آنکھوں کے سامنے گھومنے لگا۔اس وقت سمجھ آئی کہ یہ تو عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشبو ہوا کرتی تھی۔اور اس حقیقت کو ایک آدمی نے سمجھایا۔

وہ آدمی مدرسہ میں چاول لایا اور دعا کے بعد کہنے لگا" اب کچھ چاول اس دیگچہ میں گھر کے لئے ڈال دیں"۔بڑی تکلیف ہوئی کہ دے کر واپسی کا مطالبہ کر رہا ہے۔۔۔وہ آدمی میرے تیور بھانپ گیا۔کہنے لگا" مولوی صاحب اتھوڑے سے ڈال دو، میں گھر سے لنگر پکا کر لایا ہوں اب مدرسہ سے برکت لے کر جاؤں گا۔

معلوم ہوا کہ عام آدمی نہیں ہے، خاص آدمی ہے۔مگر ہم تو جو" کچھ دے" اسے خاص اور جو" کچھ لے" اسے عام سمجھتے ہیں۔

تو یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ سید محمد زبیر شاہ تلاوت وقصیدہ بردہ شریف کی صداؤں میں کلاس میں رونق افروز ہوتے ہوں شدت کی گرمی، روزے کی حالت اور صبح آٹھ بجے سے لے کر دو بجے تک کھرا والضُّحیٰ سینہ اَلَمْ نَشْرَحْ، زمانہ وَالْعَصْر، شان اِنَّا اَعْطَیْنٰکَ الْکَوْثَرَ اور وَمَا یَنْطِقُ عَنِ الْھَوٰی کے تذکروں سے سرشار زبان مبارک وَرَفَعْنَا لَکَ ذِکْرَکَ کی عظمتوں کا ذکر یقیناً جب سمندر عشق میں غوطہ زن ہو کر تاریک دلوں کو منور کر رہے ہوں تو

مکین گنبدِ خضراء، گنبدِ خضراء سے نگاہِ کرم فرمارہے ہوں، آقا کریم ﷺ خلفائے راشدین اور صحابہ واہلِ بیت رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے جھرمٹ میں فرماتے ہوں واہ بیٹا واہ! اولاد ہونے کا حق ادا کر رہے ہو۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنھم بھی تو اپنی مجلسوں میں تذکرۂ کمالاتِ مصطفیٰ وشفاعتِ مصطفیٰ کریم ﷺ کا ذکر کرکے آقا کریم ﷺ کی خوشنودی حاصل کرتے تھے۔

اس واقعہ سے آپ کی شفقت ومحبت کا پہلو اجاگر ہوگا شاید یہ سودا کسی اور دکان سے نہ ملے۔

گاؤں جہان آباد تحصیل حسن ابدال میں محفلِ میلاد النبی ﷺ کا پروگرام ہوا۔ ہمارے معاشرے میں لنگر وغیرہ آسانی سے ہوجاتا ہے۔ عالم کی خدمت۔۔۔

اس زمانے میں موجودہ وقت کی اندھیر نگری نہیں تھی۔ شائد اس لئے ناعاقبت اندیش واعظین نے اپنی قیمت مقرر کر دی اور قوم کو "اطاعت کی بجائے ذوق کا عادی بنا دیا"۔۔۔۔۔ میں نے کہا عالم میرے ذمہ کیونکہ مجھے خبر تھی کہ استاذی المکرم قبلہ شیخ الحدیث کچھ دے کر جائیں گے لیکن کچھ لے کر نہیں جائیں گے۔۔۔

ایک ساتھی کو ساتھ لیا چکوال آگئے قبلہ شیخ الحدیث رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ گاڑی کی فرنٹ سیٹ پر بیٹھے اپنے پیارے رومال سے پسینہ صاف فرمارہے تھے کہ نادان آدھمکے۔۔۔ فرمایا میں پروگرام پہ جارہا ہوں آپ اندر بیٹھیں، کھانا کھائیں میں واپس آجاتا ہوں۔۔۔

ہم نے نہ آؤ دیکھا نہ تاؤ عرض کی "حضور پروگرام ہے آپ مہربانی فرمائیں"۔

فرمانے لگے "گرمی سخت ہے زیادہ سفر نہیں ہوتا قاضی صاحب سے کہوں گا وہ آئیں گے، پروگرام کرلو"

بس گاڑی چل نکلی "مہربان لوگوں کا طعنہ ہی ہوتا ہے۔ میری طرف دیکھا (جو دوست ساتھ گیا ہوا تھا) اور کہا "بس!!!! ایہا کج ای"

میں نے کہا کسی سے بات نہیں کرنا، تاریخ ملے گی۔۔۔

اسے بھی میری بے وقوفی اور مجھے بھی اپنی نادانی کا پتہ نہ تھا۔
گھر واپس آتے ہی دو صفحوں پر مشتمل خط لکھا اور آخر میں یہ شعر لکھا!

پھیلے ہوئے ہاتھوں کو حقارت سے نہ دیکھو
ہر چوکھٹ پہ سوالی آیا نہیں کرتے

اس کے علاوہ جو کچھ لکھا مجھے یاد نہیں، مگر آج کی دنیا ہوتی تو نہ جانے کیا حال ہوتا، ایک ہفتہ کے بعد خط ملا'' آؤ تاریخ ہوگئی ہے''۔۔۔

اپنے کئے کا ذرا احساس نہ ہوا، اب بھی یاد آتی ہے تو نادم ہوتا ہوں۔ اسی ساتھی کو اپنے ساتھ لیا غالباً عصر کا وقت تھا جونہی جامعہ کے گیٹ سے داخل ہوا کہ قبلہ صاحب زادہ صاحب نے فرمایا کہ اوپر جاؤ۔۔۔ جونہی دفتر کے دروازے پر دستک دی اندر سے آواز آئی'' آجاؤ'' اندر داخل ہوئے آپ ہمیں دیکھتے ہی بہت پیارے مسکرائے! یقیناً میری نادانی۔۔۔ مگر نادانوں کو نادانی کی خبر ہو جائے تو وہ نادان کب رہتے ہیں۔

ڈائری آپ کے سامنے کھلی تھی،

فرمایا'' ۷ اربیع الاول بروز جمعرات بعد نماز عشاء۔۔۔ ٹھیک اے''

'' جی ٹھیک اے'' میں نے جواباً عرض کی۔

آپ نے حسب معمول اپنی جیب میں ہاتھ ڈالا اور ساتھ فرمایا'' یہ کرایہ لگانا اور اب نیچے جاؤ اگر کھانا نہیں کھایا تو کھانا کھاؤ ورنہ چائے پیو۔۔۔ رہنا چاہتے ہو تو رہو۔''

عرض کی'' حضور اجازت''

فرمایا'' ٹھیک ہے''۔

دست بوسی کی۔۔۔ چہرہ مبارک کی طرف نظر کی۔۔۔ آپ مسکرا رہے تھے۔

نیچے آئے، چائے پی اس دوران میں دوسرے ساتھی نے کہا یہ کیا ہوا اور کیسے ہوا؟؟؟

سب کو اپنی کمزوریاں تو نہیں بتائی جاتیں۔۔۔ اسے کہا'' بس ہمارا کام ہو گیا اب جلسے کی تیاری کرو''

یہ ایسا وقت تھا کہ سپاہ یزید کی کارروائیاں عروج پر تھیں اتنے سمجھ دار تو نہیں تھے مگر جن کا کام ہو وہ خود کروالیتے ہیں۔

اٹک میں وکیل صاحب سنی تحریک کے سربراہ تھے، واپسی پر پہلا کام یہ کیا کہ وکیل صاحب کے پاس گیا۔ انہوں نے بتایا کہ پروگرام کے اشتہار بنواؤ لیکن پروگرام سے صرف دو دن پہلے لگانے ہیں۔ انتظامیہ کے حوالے سے بالکل بے غم ہو جائیں۔ ہم ان شاء اللہ پروگرام والے دن عصر کے ٹائم پہنچ آئیں گے۔

مگر آڑے وقت اللہ تعالیٰ کا فضل، نبی کریم کا وسیلہ ہی کام آتا ہے یہ اگر وقت پہ سمجھ آجائے تو کوئی مشکل مشکل ہی نہیں رہتی، جو ہوا سو ہوا۔۔۔

چند دن قبل اشتہار لگ گئے۔ مخالف گروپ متحرک ہو گیا۔۔۔ لیکن اس حوالہ سے معاملات طے کر لئے گئے تھے۔

جلسے کا دن آ گیا۔۔۔

''۷ اربیع الاول شریف بروز جمعرات بعد نماز عشاء''

علی الصبح افواہیں شروع ہو گئیں۔۔۔ پروگرام پر پابندی لگوا دی ہے۔ علامہ صاحب حسن ابدال سے آگے نہیں آسکیں گے، فون کی سہولت گاؤں میں میسر نہ تھی۔ میں جھاری کس گیا۔ وکیل صاحب کو معاملات سے آگاہ کیا۔ انہوں نے کہا یہ معاملہ تمہارا نہیں، بس جلسے کی تیاری میں مگن ہو جاؤ۔

پھر قبلہ شیخ الحدیث رحمۃ اللہ علیہ کو فون کیا کہ حضور یہ معاملات ہیں۔۔۔ ہم حسن ابدال آئیں یا جھاری کس؟؟؟ لیکن ''مرد۔۔۔ مرد ہی ہوتے ہیں''۔ تحریر پڑھنے والے یہ خیال کریں گے کہ القاب نہیں لگا رہا۔۔۔۔ بے ادبی ہے، میں تو سمجھتا ہوں کہ مردوں کے نام ہوتے ہیں القاب نہیں۔ اور اگر بے ادب نہ گردانا جاؤں تو مجھے جو لذت ''سید محمد زبیر شاہ'' کہنے میں آتی ہے القاب میں نہیں۔

فرمایا'' مجھے ڈر نہیں لگتا اپنی مسجد میں رہو، گاؤں کے بس سٹاپ پر ایک آدمی کھڑا کر دینا

جو ہمیں مسجد میں راستہ بتاتے ہوئے لے جائے،''ٹھیک اے''۔

واپس گاؤں آیا،عصر ہو چکی تھی علماء اور عوام کے قافلے آنا شروع ہو گئے گاؤں والے یہ منظر دیکھ کر حیران۔۔۔لنگر میں اضافہ کرنے لگے۔

مجھے اور گاؤں والوں کو بھی یہ اندازہ نہیں تھا،ہم یہ سمجھے تھے کہ بھوئی، پوڑ میانہ اور چنڈ مہری کے لوگ حسب سابق آئیں گے۔جبکہ پورے ضلع اٹک کے آپ کی شخصیت سے آشنا لوگوں کی ہمیں خبر ہی نہ تھی ہر طرف سے اجنبی لوگوں کی بھر مار۔۔۔کمیٹی والے پوچھتے کہ لنگر کا کیا بنے گا؟

میں نے ان سے کہا'' پندرہ سے بیس آدمی ممکن ہے حضرت صاحب کے ساتھ کھانا کھائیں باقی مجھے مت چھیڑیں''۔

نماز مغرب کے بعد مسجد کھچا کھچ بھر گئی۔۔۔ادھر افواہیں کہ علامہ صاحب کو انتظامیہ نے حسن ابدال سے واپس کر دیا۔۔۔

مغرب کے بعد میں کبھی سٹاپ پہ کبھی مسجد میں، کچھ آدمی اسکول کے پاس، کچھ اقبال چوک میں۔۔۔ہم اسی افراتفری میں تھے کہ ایک آدمی بھاگتا ہوا آیا،علامہ صاحب حاجی زمرد کی بیٹھک پہ آگئے ہیں،ہم حیران کہ یہ کیسے ہوا۔۔۔راستوں میں ہم کھڑے ہیں۔

وہاں سے دوڑ لگائی،حاجی زمرد کی بیٹھک پر اندر گیا۔۔۔پسینہ پسینہ۔۔۔آپ نے فرمایا''خیر ہوگی''

چن فردوس ناظم تھا۔۔۔ووٹوں کا مسئلہ تھا۔۔۔اس نے موقع پا کر گفتگو شروع کی ہوئی تھی،میں نے اتنا سنا:

آپ نے فرمایا''میں تمہیں سمجھانے آیا ہوں مجھے سب پتہ ہے''۔

وہ تو دبے پاؤں باہر نکل گیا،میرا ہاتھ پکڑ کر کہنے لگا''تھوڑا ہاتھ ہلکا رکھنا''

بہرحال میں نے سنی ان سنی کر دی۔

نماز عشاء کے فوراً بعد جلسہ شروع ہو گیا۔خلق خدا کا ہجوم۔۔۔نہ مسجد میں جگہ۔۔۔نہ

چھت پہ اور نہ گلیوں میں، ایسا منظر جہان آباد میں پہلے کسی نے نہ دیکھا ہوگا۔

حضرت علامہ قاری عبدالرحمٰن صاحب نے دعوت خطاب دی۔

آپ ممبر پر جلوہ گر ہوئے۔۔۔

ہر طرف سے نعروں کی گونج۔۔۔

آپ نے اپنا خطاب شروع کیا۔۔۔نجدیت ویزیدیت میں زلزلہ برپا ہوگیا، کم وبیش اڑھائی گھنٹے آپ نے خطاب فرمایا۔دوران گفتگو عالم وجد میں فرمایا''قسم اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے، آمنہ رضی اللہ تعالیٰ کے لعل کا صدقہ جو لطف آج آیا کبھی پہلے نہیں آیا۔آپ نے دوران جلسہ یہ بھی فرمایا کہ جسے کوئی مسئلہ پیش ہو وہ اٹھ کر یا لکھ کر پوچھ سکتا ہے۔

آخر میں صلوٰۃ وسلام اور دعا۔۔۔

کھانے کے لئے مسجد کے ساتھ ملحق کمرے میں آپ تشریف لے گئے کچھ نوجوان مصر تھے کہ ہم اندر داخل ہوتے ہیں، بات کرنی ہے۔۔۔آپ نے محسوس کیا فرمایا کوئی رولا ہے؟

پوچھا کیا مسئلہ ہے؟۔۔۔صورتحال بتائی ،فرمایا دروازہ کھول دو انہیں آنے دو۔

مخالف گروپ کے کچھ لوگ اندر گھسے ،آپ نے فرمایا''بیٹھ جاؤ'' تمام لوگ بیٹھ گئے۔ایک آدمی آپ کے پاس پہنچ گیا آپ نے ایک نظر اس پر ڈالی لمحہ بھر میں اس کے کئی رنگ آئے گئے۔اس نے کوئی بات کی جس کی ہمیں کوئی سمجھ نہ آئی۔اس نے نجدیوں والا رومال اوپر اوڑھا ہوا تھا کیونکہ وہ سعودی عرب رہ کر آیا تھا۔

آپ نے اس کے رومال کے دونوں کونے پکڑ کر فرمایا''یہ کس باپ کی سنت ہے''۔

وہ یہ سنتے ہی وہیں ساقط ہوگیا۔

دوسرے جوانوں سے آپ مخاطب ہوئے فرمایا''مسئلہ پوچھنا ہے یا مناظرہ؟ مسئلہ پوچھنا ہے تو پوچھو اور اگر مناظرہ کرنا ہے تو بندہ لاؤ۔انہوں نے کہا کہ مناظرے کے لئے بندہ لائیں گے۔

آپ نے فرمایا" تاریخ مقرر کر کے مجھے فون کر دینا میں آ جاؤں گا"۔

وہ دن اور آج کا دن انہیں کوئی بندہ نہ ملا جو سید محمد زبیر شاہ کے سامنے بات کرتا۔

اس کے بعد آپ نے دعا فرمائی اور الوداع ہوئے ہمیں ان لوگوں کے فساد کا ڈر تھا۔ چند گاڑیاں تیار کیں کہ جہاں تک آپ فرمائیں گے ساتھ چلیں گے۔ سٹاپ پر ایک جم غفیر ساتھ آیا، آپ سب سے ملے اور فرمایا کہ بس اب سب اپنے اپنے گھروں کو جاؤ کوئی مسئلہ نہیں۔ جب آپ نے محسوس کیا کہ آگے پیچھے گاڑیاں ہیں تو آپ رکے اور فرمایا" آپ لوگوں کو بہ خوشی بہ مسرت اجازت!

تعمیل حکم لازم تھا وہیں پر تھوڑی دیر رکے اور واپس آ گئے۔

اگلی صبح:۔

کم از کم ایک ہفتہ تو مخالفین ہمارے سامنے سے بھی گزرنا اپنی موت سمجھتے تھے ۔۔۔ ہفتہ بھر افواہیں۔۔۔ ہم بندوبست کر رہے ہیں اپنے شاہ صاحب سے کہنا تیار رہیں۔

ہم انہیں کہتے آپ انتظام کرو ہم ان شاء اللہ تیار ہیں۔ مگر ان سے کچھ بن نہ پائی۔ اس کے بعد بڑی گیارہویں شریف کے موقعہ پر آپ نے پھر شفقت فرمائی۔

اہل سنت و جماعت کا وہی ولولہ و ذوق سلامت۔۔۔ مگر بے ادب لوگوں کی وہی پرانی روش!۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

قبلہ استاذی المکرم کی زبان حق ترجمان سے سنے گئے واقعات حضرت محدث اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے جن میں سے صرف دو حصول برکت کے لئے درج کرتا ہوں۔

حضرت محدث اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے اپنا دایاں ہاتھ باہر نکالا اور بھری مجلس میں فرمایا "اس کو پہچانتے ہو"؟

عرض کی گئی" حضور اس دست عطا کے بارے ہم کیا کچھ کہیں، ہمیں کیا کچھ اس سے نہیں ملا!

فرمایا" میں اور زاویے سے بات کر رہا ہوں اور وہ حقیقت یہ ہے کہ الحمد للہ، الحمد للہ

۔۔۔آج تک یہ ہاتھ بارگاہِ رسالت مآب ﷺ کے کسی بے ادب کے ہاتھ میں نہیں گیا۔

اور ایک واقعہ آلِ نبی اولادِ علی کے ادب کے حوالے سے آپ نے اس طرح ذکر کیا۔

''درسِ حدیث پاک کے اختتام پر اکثر طلباء یہ سعادت حاصل کرتے کہ جب حضرت محدث اعظم پاکستان مولانا سردار احمد رحمۃ اللہ علیہ اسباق کا اختتام فرماتے تو کوئی نہ کوئی سعادت مند اٹھ کر آپ کے پاپوش مبارک سیدھے کرتا۔ میرے دل میں یہ خواہش انگڑائیاں لیتی رہیں مگر موقع نہ ملتا۔

ایک دن سبق اختتامی مراحل کو پہنچا اور میں کتاب بند کر کے پاپوش کے پاس پہنچا ہی تھا کہ قبلہ شیخ الحدیث رحمۃ اللہ علیہ کو اپنی پشت پہ ہاتھ رکھتے ہوئے پایا اور دلگیر لہجے میں فرمایا کل بروزِ حشر اگر آقا کریم ﷺ نے فرمادیا کہ میری اولاد سے جوتے سیدھے کرواتا رہا تو میں کیا جواب دوں گا۔ بس اس کے بعد مجھے یہ جرأت نہ ہوئی۔

ان دو واقعات کو ہی سامنے رکھتے ہوئے ہم اپنے اندر والے جذبہ عشق رسول ﷺ کو تلاش کریں

تو غنی از ہر دو عالم من فقیر — روز محشر عذر ہائے من پذیر
گر تو می بینی حسابم ناگزیر — از نگاہِ مصطفیٰ ﷺ پنہاں بگیر

غالباً بقول مولانا جامی:

زکردہ خویش حیرانم، سیاہ شد روز عصیانم
پشیمانم پشیمانم پشیماں یا رسول اللہ ﷺ

آخر میں ایک اور حقیقت!

محفل میں اور دعا میں آپ کو آنسو بہانے کی کوشش میں نہیں دیکھا گیا، بالفاظ دیگر تصنع نام کی چیز کا آپ کے پاس سے گزر ہی نہیں ہوا۔

دورہ تفسیر القرآن پڑھانے کے دوران عالم وجد میں کبھی کبھی عشق کی ان وادیوں میں مستغرق ہوتے کہ ایسا ماحول بننے والا ہے اور ساغر چھلکنے والا ہے تو آپ موضوع کا رخ موڑ

دیتے اور ضبط بھری آنکھوں میں سمندر عشق کی لہریں نہ جانے کہاں چلی جاتیں۔ لیکن جمعۃ الوداع دستار بندی کے دوران ضبط کے باوجود معاملہ اس طرح ہو جاتا کہ آنکھوں میں موٹے موٹے آنسو تیرتے نظر آتے اور ساغر چھلک پڑتا مگر کوشش ہوتی کہ درد عشق کا اظہار سر بزم نہ ہو بلکہ جذبہ جاں نثاری غالب رہے۔

OOOO

بحضور قبلہ ''شیخ الحدیث والتفسیر استاذی المکرّم پیر سیّد محمد زبیر شاہ صاحب'' رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

لب و لہجے سے عیاں! حیدری تیور
جاں نثاری سے عیاں! حسینی تیور

نہ آئے دیکھنے میں وجد بیاں
گرج نشاں برِ میداں، میدانی تیور

خدا کے فضل سے ہم پر ہے سایہ غوثِ اعظم کا
اسی مصرعہ عالی شاں پہ گواہ، زبیری تیور

گفتگو میں دلائل کے انبار اور میدانی تیور
بیانِ شانِ وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ اور سیلانی تیور

نجدیت کے لئے ''پائے رفتن نہ جائے ماندن''
ساقی میخانہ عشق رسول اور وجدانی تیور

خدا کے فضل سے ہم پر ہے سایہ غوثِ اعظم کا
اس مصرعہ عالی شان پہ گواہ ! زبیری تیور

سرِ بزم نہیں دیکھے! روتے تیور
حالات کے دھارے نہیں دیکھے! بجتے تیور

''حجی'' ساغر و مینا انڈلتے دیکھے
آخر! تھے حیدری و حسینی تیور

خدا کے فضل سے ہم پر ہے سایہ غوثِ اعظم کا
پھر بھلا کیوں روتے! جیلانی تیور

مرد صفت، مرد مزاج تیور
لبریز درد عشق، مزاج تیور

سیّد محمد زبیر شاہ! علمبردار عشقِ رسول
حجازی مئے! ساغر و مینا تیور

خدا کے فضل سے ہم پر ہے سایہ غوثِ اعظم کا
اس مصرعہ عالی شان پہ گواہ ! زبیری تیور

جلوۃ و خلوۃ تصور جان جان رنگ نمایاں ہوتے
جلال و جمال یکساں لا ثانی انداز نمایاں ہوتے

ہوتے بحر عشق رسول میں غوطہ زن
خوشبوئے عشق رسول معطر مسام جاں ہوتے

خدا کے فضل سے ہم پر ہے سایہ غوثِ اعظم کا
اس مصرعہ عالی شان پہ گواہ! زبیری تیور

نہ دیکھ سکا ہو! امام احمد رضا! اور عاشقانہ تیور
نہ پایا ہو دور محدث اعظم! اور جانثارانہ تیور

دیکھے جوہر عشق رسول، سیّد محمد زبیر شاہ رحمۃ اللہ علیہ
پروانہ شمع عشق رسالت اور جانثارانہ تیور

خدا کے فضل سے ہم پر ہے سایہ غوثِ اعظم کا
اس مصرعہ عالی شان پہ گواہ! زبیری تیور

گلشن شیخ الحدیث! آباد رہیں حجازی تیور
فرزندان شیخ الحدیث! میزبانی تیور

سایہ غوثِ اعظم! دوام رہے پاسباں رہے
علم و عشق سوغات! رہیں صمدانی تیور
خدا کے فضل سے ہم پر ہے سایہ غوثِ اعظم کا
اس مصرعہ عالی شان پہ گواہ! زبیری تیور
درسِ شیخ الحدیث! صدا رہیں عشق سے سرشار تیور
درِ محبوب سے وفا اور وفا دارانہ تیور
غلامانِ نبی کے لئے سیج پھولوں کی
بے ادب و گستاخوں پہ ابا بیلانہ تیور
خدا کے فضل سے ہم پر ہے سایہ غوثِ اعظم کا
اس مصرعہ عالی شان پہ گواہ! زبیری تیور
انا مدینة العلم و علی بابها! مقام آشنا تیور
سایہ غوثِ اعظم! امام احمد رضا! مقام آشنا تیور
درد عشقِ رسول محدثِ اعظم پاکستان
رخ پُرنور! جھلکتے مہر و وفا، مہر آشنا تیور
خدا کے فضل سے ہم پر ہے سایہ غوثِ اعظم کا
جھلک سایہ غوثِ اعظم ہوئے رونما! زبیری تیور
ذوقِ اظہارِ حقیقت، علم و ہنر نہیں اپنے تیور
دیکھا، سمجھا، محسوس کیا، تحریر سچے تیور
نثر ہوئی منظور، تحریر ہوئی نظم
رہیں گے غیروں کے غیر، اپنوں کے اپنے تیور
خدا کے فضل سے ہم پر ہے سایہ غوثِ اعظم کا
ہو سکے کب مجھ سے بیاں! زبیری تیور

تقاضے دور کے سمجھے نہیں، پرانے رہے اپنے تیور
بدلتے دور، بدلتے رہے لوگ اپنے تیور

بارگاہ کرم مقبول، وفا در محبوب
صدقہ غوث اعظم ہوں ایسے اپنے تیور

خدا کے فضل سے ہم پر ہے سایہ غوثِ اعظم کا
ہو سکے مجھ سے کب بیاں!، زبیری تیور

کس کام لگ گئے ''تیرے'' بے علم و ہنر تیور
ذکر ساقی بہ عشق ''تیرے'' عشق سے بے خبر تیور

فیضِ نگاہ! کیا زرہ خاک اورخاک نشیں مشتاق
دیدار کرایا، جلوہ ساماں ہوئے! ہوگئے رقم تیور

خدا کے فضل سے ہم پر ہے سایہ غوثِ اعظم کا
اس مصرعہ عالی شان پہ گواہ!زبیری تیور

OOOO

محسن اہل سنت

ابوالکرم حافظ نور احمد قادری نور
ڈاک خانہ اچھری، تحصیل جنڈ، ضلع اٹک

انسانی تاریخ میں جب بھی قومیں زوال کا شکار ہوئیں تو اللہ پاک جلَّ ذِکْرُہٗ نے انہیں پستیوں سے نکالنے اور دوبارہ عزت وعظمت سے نوازنے کے لیے انبیائے کرام علیہم السلام کو مبعوث فرمایا۔ نبوت و رسالت کا یہ سلسلہ روشنیاں بکھیرتا رہا اور بالآخر سرکار دوعالم نورِ مجسم شفیع معظم ﷺ کی آمد کے ساتھ یہ سلسلہ اپنے عروج اور انتہاء کو پہنچا۔ اور جب شہنشاہ کونین ﷺ اپنے ربِّ کریم جلَّ شانہٗ کی پُرانوار بارگاہ میں حاضر ہو گئے تب سے اب تک رب العٰلمین نے انسانیت کو مختلف ادوار اور مختلف خطوں میں حالات کا رُخ موڑنے کی صلاحیت رکھنے والی شخصیات سے نوازا۔ ایسی ہی ایک شخصیت معروف مذہبی روحانی پیشوا استاذ العلماء علامہ سید زبیر شاہ اَللّٰھُمَّ اجْعَلْ قَبْرَہٗ رَوْضَۃً مِّنْ رِّیَاضِ الْجَنَّۃِ ہیں جو ساری عمر عشق رسول ﷺ کے نغمے سناتے ہوئے اپنے رب کی بارگاہِ اقدس وانور میں پہنچ گئے، اللہ پاک آپ کی آرام گاہ پر خصوصی رحمتوں کی بارش نازل فرمائے۔ آپ کی قبر کو رحمت ونور سے بھر دے۔ آمین۔

ہر نومولود جو روئے زمین پر اپنی آنکھیں کھولتا ہے اُسے ایک نہ ایک دن اس دارفانی سے کوچ کرنا ہے یہ دنیا مسافر خانہ ہے، ہے یہ سرائے فانی نہیں منزل حیات جس میں قیام مثل مسافر ہو ایک رات اس دنیا میں آنے والے ہر شخص نے دنیا سے جانا ہے۔ کچھ لوگ صرف اپنے لیے زندگی گزارتے ہیں جب وہ دنیا سے جاتے ہیں تو چند دنوں کے بعد لوگ انہیں بھول جاتے ہیں۔ کچھ لوگ وہ ہوتے ہیں جو اپنے کسی کمال کی وجہ سے چند سال یاد رکھے جاتے ہیں۔ کچھ بلند نصیب ایسے ہوتے ہیں جو زندگی میں اپنے رب کی معرفت حاصل کرتے ہیں، رسول پاک ﷺ کے وفادار امتی بن کر ان کی تعلیمات لوگوں تک پہنچاتے ہیں اس کے صلے

میں اللہ پاک ان کی محبت لوگوں کے دلوں میں ڈال دیتا ہے اور وہ وصال کے بعد بھی یاد رکھے جاتے ہیں۔ انہیں چند نایاب ہستیوں میں سے ایک روشن نام آلِ مصطفیٰ شہزادہ غوثِ اعظم مرجع العلماء، الفضلا شیخ القرآن علامہ سید محمد زبیر شاہ علیہ رحمۃ کا ہے، جن کی رحلت دل کو تڑپا گئی، پوری بزم سنّیت ایک لاجواب قائد سے محروم ہوگئی۔ ایک عالم دین کا دنیا سے اُٹھ جانا عالمِ اسلام کے یتیم ہونے کے مترادف ہے۔ دنیا میں کچھ ایسی ہستیاں ہوتی ہیں جن کے عالمِ برزخ میں جانے سے مسلک کا ناقابلِ تلافی نقصان ہوتا ہے، جن میں محسنِ اہلِ سنت قبلہ شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا اُٹھ جانا عالمِ اسلام کے لیئے عظیم سانحہ ہے۔ ان کو دیکھ کر اپنے بزرگوں کی یاد تازہ ہو جایا کرتی تھی۔ آج وہ ہم میں نہیں مگر ان کی یادوں نے دلوں کو مسخر کر رکھا ہے۔ قبلہ شاہ صاحب کی مجاہدانہ دینی خدمات نورانی حالات پہ کچھ لکھنا اس حقیر سراپا تقصیر کے بس کی بات نہیں مگر آپ کے شہزادے علامہ پیر ریاض الحسن شاہ صاحب نے حکم فرمایا اس لیے چند حروف سپردِ قلم کر رہا ہوں۔

آپ نے ایسے خوشبودار گھرانے میں آنکھ کھولی جو ساداتِ کرام کا معزز گھرانہ تھا، راقم الحروف کے پیر و مرشد عارف باللہ محبِ الرسول مخزن البرکات، مربی السالکین، شیخ الحدیث استاذ ِ العلماء، علامہ آغا محمد نصر اللہ خان افغانی رحمۃ اللہ علیہ سابق چیف جسٹس افغانستان فرماتے تھے۔ یہ زمین بھی سادات کا دسترخوان ہے۔ آسمان بھی سادات کا دسترخوان ہے۔ ۱۹۸۶ء میں جب فقیر جامعہ رضویہ شمس العلوم کراچی میں دورہ حدیث شریف پڑھتا تھا تو شیخ الحدیث صاحب علیہ الرحمۃ نے کئی مرتبہ بڑی محبت سے شاہ صاحب کا ذکر فرمایا۔

خالقِ کائنات جلّ مجدہ نے قبلہ شاہ صاحب کو ظاہری و باطنی حسن و جمال سے مالا مال فرمایا تھا۔ فقیر نے بار بار آپ کا دیدار کیا بہت نورانی چہرہ تھا جسے دیکھ کر خدا یاد آتا تھا، کئی مرتبہ آپ کی دست بوسی کا شرف حاصل ہوا۔ ہم اپنی زندگی میں ہزاروں لوگوں سے ملتے ہیں مگر کچھ کی ملاقات کے خوشگوار اثرات دل و دماغ پر ہمیشہ کے لیے ثبت ہو جاتے ہیں، قبلہ شاہ صاحب علیہ رحمۃ بھی ایسے لوگوں میں سے تھے۔ انہوں نے زندگی کا ایک ایک لمحہ اللہ و رسول کے احکامات کے مطابق گزارا ان کے دل میں مسلک کا درد تھا۔ آپ نے اہلِ بیت کا چشم و

چراغ ہونے کا حق ادا کیا۔ اللہ ہمیں ان کی تعلیمات پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آپ نے ظاہری و باطنی علوم حاصل فرمائے، بڑے بڑے اکابرِ وقت نے مختلف انداز میں آپ کو خصوصی برکات سے نوازا۔ کریما شریف کے ولی کامل استاذ الاساتذہ علامہ فضل حق رحمۃ اللہ علیہ اور سیدنا محدث اعظم پاکستان علیہ الرحمۃ جیسی بے مثال بحر العلوم شخصیات سے آپ نے برکات حاصل کیں۔

شاہ صاحب کی کس کس خوبی کا ذکر کیا جائے، آپ مجموعہ کمالات شخص تھے۔ ان کی ذاتِ بابرکات اخلاق کا پیکر تھی۔ ہر شخص سے شفقت ومحبت سے پیش آتے۔ وہ ایک مقرر، مدرس، مناظر، مفتی، مصلح، ناصح، فقیہ، داعی، حالات شناس، بہت شفیق، نرم دل، خوش اخلاق، مہمان نواز، غریب نواز، اسلاف کی یادگار، سراپا رحمت سراپا شفقت، مسلکِ اعلیٰ حضرت کے علمبردار، دلوں کے حکمران تھے۔ ان کی حکمرانی کے اثرات انسانوں کے قلوب واذہان پر ان کے وصال کے بعد آج بھی ماتھے کی آنکھوں سے دیکھے جا سکتے ہیں۔ مسجد کا ممبر ہو یا حجرہ خلوت ہو یا جلوت، جلسہ ہو یا جلوس، غریب بستیوں میں محفل میلاد ہو یا اور کوئی جگہ، شاہ صاحب نے ہمیشہ زوردار لہجے میں بغیر ڈر کے سچ کہا۔ آپ نے ساری زندگی خدمت دین کے لیے وقف فرمادی تھی، عمر کا ایک طویل عرصہ علم کا نور بانٹنے میں گزرا، عمر بھر تعلیم وتربیت کے ذریعے نوجوان نسل کو علم وعمل کے نور سے آراستہ کرتے رہے۔ جہاں گئے اللہ ورسول کی محبت کے چراغ روشن کرتے رہے عشق رسول کا بیج بوتے رہے۔ راہِ حق دکھاتے رہے۔ آپ نے مخلوق خدا کے فائدے کے لیے چکوال میں شاندار مدرسہ قائم فرمایا جس سے تاحال طلباء اپنی علمی پیاس بجھا رہے ہیں۔ افسوس ہم ایک عالم باعمل شخصیت سے محروم ہو گئے، اک چراغ تھا جو بجھ گیا، اک چاند تھا جو چھپ گیا، اک آفتاب تھا جو ڈوب گیا، اک دور تھا جو گزر گیا۔ اللہ پاک ان کے مرقد کو رحمت کا گہوارہ بنائے۔

قبلہ شاہ صاحب تدریس وتقریر کے میدان کے شہسوار تھے۔ فقیر کو کئی مقامات پر آپ کے خطابات سننے کا شرف حاصل ہوا۔ میرا شریف، اچھری، لنگر شریف، اٹک شہر میں، آپ کے دل کش ایمان افروز باطل سوز علمی، مدلل خطابات سنے۔ جب خطاب فرماتے تو فصاحت

وبلاغت سے بھرپور علمی وعقلی استدلال سے مرصع، مگر عوام کے دلوں میں گھر کر لینے والی سادہ اور عام فہم گفتگو فرماتے۔ آواز ایسی دل کش کہ ہر شخص کی توجہ کا مرکز بن جاتی، انداز بیان ایسا گویا الفاظ موتیوں کی طرح ایک لڑی میں پروئے ہوئے ہیں۔ یوں محسوس ہوتا کہ آپ ہر سننے والے کے دل کو عشقِ مصطفیٰ ﷺ کے نور سے روشن کئے جا رہے ہیں۔ جب آپ خطاب فرماتے تو مجمع پر سکوت طاری ہو جاتا۔ آپ کی تقریر کا انداز دل کش ہوتا، مشکل سے مشکل مسائل بآسانی سامعین کے ذہنوں میں اتار دیتے تھے۔

رہے پُر جوش داعی مسلکِ احمد رضا کے وہ
تھے حق گو حق نگر حق آشنا سید محمد زبیر شاہ

ان کے بیٹھتے ہی بے آب وگیاہ ویرانے میں اخلاق وکردار الفت ومحبت اور اعمال صالحہ کے سرسبز گلشن لہلہانے لگتے، علوم ومعارف کے موتی بکھرے نظر آتے۔ اُن کے اٹھتے ہی محفل برخاست ہو جاتی۔

فقیر کے ایک مخلص دوست صوفی محمد نذیر قادری ترابی صاحب نے فقیر کو بتایا کہ میں نے اپنے پیر ومرشد فخر السادات علامہ سید شاہ تراب الحق قادری رحمۃ اللہ کو کراچی میں کہا کہ ہمارے علاقے میں اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ کی تعلیمات سے لوگ بے خبر ہیں۔ کاش وہاں بھی کوئی اعلیٰ حضرت کی تعلیمات کو عام کرتا تو شاہ صاحب نے فرمایا: آپ کے علاقے میں علامہ سیّد محمد زبیر شاہ صاحب اعلیٰ حضرت کی تعلیمات کو عام فرما رہے ہیں۔

قبلہ شاہ صاحب کتنی بڑی علمی شخصیت تھے آپ کے علمی مقام ومرتبہ کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ آپ کے ایک شاگرد استاذ العلماء شیخ الحدیث علامہ مفتی محمد ریاض الدین قادری علیہ الرحمۃ نے پورے قرآن شریف کی تفسیر لکھی (ریاض القرآن چار جلدوں میں) جس کے شاگرد مفسر قرآن ہوں اُس استاد کے علم کا مقام کیا ہوگا۔ قبلہ شاہ صاحب فقیر کے دادا استاد ہیں۔ فقیر نے درسِ نظامی کی ابتدائی کتابیں علامہ مفتی محمد ریاض الدین صاحب علیہ الرحمۃ کے پاس پڑھیں۔ آپ اپنے اساتذہ کرام میں سے قبلہ شاہ صاحب کا بڑے ادب کے ساتھ کثرت سے ذکر فرماتے تھے۔ سیّدنا محدث اعظم پاکستان علیہ الرحمۃ کی بے حد تعریف فرماتے

تھے۔ کئی مرتبہ اپنے ہاتھ کو بوسہ دے کر اپنی آنکھوں سے لگاتے تھے اور فرماتے تھے یہ ہاتھ محدث اعظم پاکستان علیہ الرحمۃ کے ہاتھ مبارک سے مَس ہوا ہے۔

فقیر قبلہ شاہ صاحب کے آبائی گاؤں لنگر شریف تحصیل فتح جنگ میں ان کے جہلم شریف کی پُر انوار محفل میں موجود تھا، جگر گوشہ محدث اعظم پاکستان فخر المشائخ ولی ابن ولی علامہ قاضی فضل رسول حیدر دامت برکاتہم القدسیہ تشریف لائے تھے۔ مجاہد ملت علامہ عبدالستار خان نیازی علیہ الرحمۃ جلوہ فرما ہوئے تھے۔ خطیب پاکستان مولانا محمد ابوبکر چشتی صاحب اپنے والدِ محترم واعظِ دلپذیر مولانا تاج رسول علیہ الرحمۃ کے ساتھ تھے، مولانا تاج رسول صاحب کے ساتھ فقیر کی یہ آخری ملاقات تھی اس کے بعد وہ رحلت فرما گئے۔

ہمارے گاؤں اچھری تحصیل جنڈ ضلع اٹک میں قبلہ شاہ صاحب کے کافی شاگرد ہیں، راقم الحروف کے والد محترم شیخ الحفاظ ابو الحفاظ، استاذ الحفاظ، حافظ حاجی محمد نعیم صاحب چشتی خطیب مسجد اچھری، ہری پور میں غوثِ زمان، خلیفہ شاہ جیلان، خواجہ عبدالرحمٰن چھوہروی رحمۃ اللہ علیہ کے مدرسہ اسلامیہ رحمانیہ میں شاہ صاحب کے پاس پڑھتے رہے۔ ابا جی، نے فقیر کو بتایا کہ میں علامہ مفتی محمد ریاض الدین قادری علیہ الرحمۃ اور علامہ سیّد محمد زبیر شاہ علیہ الرحمۃ دونوں بزرگوں کے پاس پڑھتا تھا۔ الحمد للہ۔ فرمایا اس وقت مولانا قاری کرم الٰہی صاحب خطیب جنڈ نمازیں پڑھاتے تھے۔ قاری صاحب نہ ہوتے تو میں نمازیں پڑھاتا تھا۔ قبلہ مفتی صاحب اور قبلہ شاہ صاحب دونوں بزرگوں نے میری اقتداء میں نمازیں ادا فرمائی ہیں۔ واعظ شریں لسان مولانا ضیا الحسن ضیائی صاحب خطیب اسلام آباد کے والد محترم صوفی با صفا عالم باعمل مولانا قاری غلام مجتبیٰ صاحب مجددی قبلہ شاہ صاحب کے ممتاز شاگرد ہیں۔ زینت محراب و منبر مقرر شعلہ بیان مولانا محمد یوسف صاحب خطیب لاہور آپ کے مشہور شاگرد ہیں۔ مولانا حافظ محمد ریاض چشتی میروی خطیب اٹک آپ کے شاگرد ہیں۔ انہوں نے فقیر کو بتایا کہ میں نے ۱۹۸۴ء میں قبلہ شاہ صاحب کے پاس چکوال میں دورہ تفسیر القرآن پڑھا تھا۔ رمضان المبارک کا مہینہ تھا۔ شدید گرمی تھی مکمل دورہ قرآن شاہ صاحب نے خود پڑھایا تھا۔ مسلسل چھ چھ گھنٹے پڑھاتے تھے۔ حافظ محمد ریاض صاحب نے فقیر کو بتایا کہ جمعہ الوداع کو

دستار بندی ہوئی، قبلہ شاہ صاحب نے طلباء سے فرمایا آپ دین کے خادم ہیں۔ آپ میرے مہمان تھے میں آپ کا میزبان تھا۔ میں آپ کی خدمت کا حق ادا نہ کر سکا مجھ سے راضی رہنا۔ طلباء نے کہا آپ ہمارے استاذ ہیں ہم آپ کے شاگرد ہیں ہم آپ کا صحیح ادب نہ کر سکے آپ ہم سے راضی رہنا۔ قبلہ شاہ صاحب نے فرمایا عزت رسول ﷺ کا اس طرح تحفظ کرنا جس طرح ابابیلوں نے بیت اللہ شریف کا تحفظ کیا تھا، تو آپ پر میں خوش رہوں گا، میری روح بھی خوش رہے گی بلا واسطہ شاگردوں کے علاوہ ہمارے گاؤں میں بالواسطہ آپ کے شاگردوں کی تعداد بھی کافی ہے۔ وہ اس طرح کہ ہمارے گاؤں میں مفسر قرآن علامہ مفتی محمد ریاض الدین قادری علیہ الرحمۃ کے شاگردوں کی تعداد بہت زیادہ ہے، اس لحاظ سے قبلہ شاہ صاحب اُنھی کے دادا استاد ہیں۔

ہمارے گاؤں کے بزرگ علمائے کرام مولانا محمد یوسف صاحب چشتی ریٹائرڈ خطیب پاکستان آرمی، مولانا قاری محمد حسین صاحب اظہر خطیب لاہور، مولانا قادری سلطان محمد چشتی علیہ الرحمۃ وغیرہ، قبلہ شاہ صاحب کی بے انتہاء عزت کرتے تھے، محرم شریف میں شہادت کا جلسہ ہو یا ربیع الاول شریف میں میلاد النبی ﷺ کا یا کسی اور عنوان سے، قبلہ شاہ صاحب کو تقریر کے لیے دعوت دیتے تھے، آپ تشریف لا کر اپنے ملفوظات طیبات سے لوگوں کے قلوب و اذہان کو منور فرماتے تھے۔

ایک مرتبہ ہمارے گاؤں کا ایک دیوبندی مولوی قاری ایوب جو چکوال کے قاضی مظہر حسین کا شاگرد ہے۔ ہماری جامع مسجد پہ قابض ہو گیا۔ اس مکار نے اَن پڑھ سادے لوگوں کو دھوکہ دیا، کہا تمہارے اور ہمارے عقیدہ میں کوئی فرق نہیں ہے۔ لوگ اُسے پکڑ کر شاہ صاحب کے پاس لے آئے، شاہ صاحب کا بڑا رعب تھا آپ نے اُس سے اُس کے عقیدے کے متعلق پوچھا، وہ کانپنے لگ گیا۔ شاہ صاحب کے سامنے کھڑا کر کے لوگوں نے دیکھا کہ اہل سنت اور اس دھوکہ باز کے عقیدے میں بڑا فرق ہے۔ شاہ صاحب نے اُسے بے نقاب فرمایا پھر اُچھری کے غیرت مند سنیوں نے اُسے مسجد سے نکال دیا۔ اس کا باپ شجاع الدین، الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ، پڑھتا تھا۔ درود مستغاث اس کا وظیفہ تھا جس میں

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ بار بار پڑھا جاتا ہے۔ اس کا باپ اولیائے کرام کے آستانوں پہ جاتا تھا۔ پاک پتن شریف، تونسہ شریف، میرا شریف، جامعہ اکبریہ میانوالی، راقم الحروف کے ساتھ جاتا تھا۔ کاش اس کے بیٹے بار بار سوچتے کہ اُن کے عقیدے کے مطابق صلوٰۃ وسلام پڑھنے والے اور اولیائے کرام کے آستانوں پہ جانے والے اہل سنت پہ جو شرک و بدعت کے تیر چلائے جاتے ہیں وہ کہیں پہلے اُن کے باپ کے کلیجے کو تو چھلنی نہیں کر رہے۔ اُس کے باپ نے شاہ صاحب سے کہا میرا بیٹا تقریر کرے گا قاری ایوب نے تقریر کی تقریر میں کہا۔

نہ جب تک کٹ مروں خواجہ یثرب کی عزت پر

قبلہ شاہ صاحب کو غصہ آ گیا، آپ نے فرمایا توبہ کر، تو نے ماہ مدینہ ﷺ کے شہر مبارک کو یثرب کیوں کہا، یثرب کا معنی ہے بیماریوں کی جگہ: رسول پاک ﷺ کی جلوہ گری سے پہلے اُس کا نام یثرب تھا، جب امام الانبیاء ﷺ نے وہاں قدم مبارک رکھ دیئے، اُس نے آپ کے قدم مبارک چوم لیئے، اب وہ یثرب (بیماریوں کی جگہ نہیں) دارالشفاء ہے۔

قبلہ شاہ صاحب نے فرمایا بیوقوف اس طرح کہہ:

''نہ جب تک کٹ مروں میں خواجہ بطحا کی عزت پر''

کم بخت یہ شانِ رسالت ہے ذرا ہوش سے بول، جہاں تو سر جھکاتا ہے کوئی پاؤں نہیں رکھتا، جہاں وہ پاؤں رکھتے ہیں زمانہ سر جھکاتا ہے۔

شاہ صاحب ہمارے محسن ہیں، شاہ صاحب کا اُچھری والوں پہ اور اُن کی آنے والی نسلوں پہ بھی احسان ہے کہ کھرا کھوٹا الگ کر کے دکھا دیا، مخالفین کو اس مسجد سے بھگا دیا، ورنہ آج اس مسجد سے بھی الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ کی صدائیں بلند نہ ہوتیں۔ اس مسجد کے نمازیوں کا تعلق بھی اولیائے کرام سے کٹ چکا ہوتا۔ شاہ صاحب کی برکت سے یہ مسجد آج سنی حنفی بریلوی لوگوں کا مرکز ہے۔ قبلہ شاہ صاحب کے صدقہ سے اللہ پاک ہمیں بے ادب گستاخ لوگوں کے شر سے بچائے۔ آمین۔ قبلہ شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور چورہ شریف کے پیر ارشاد بادشاہ علیہ الرحمۃ نے قاری ایوب کے والد شجاع الدین کو فرمایا تھا کہ

اپنے بچوں کو دیوبندیوں کے مدرسہ میں نہ پڑھائیں۔ صحیح العقیدہ سنی حنفی بریلوی علماء کے مدرسہ میں بچوں کو پڑھائیں۔ کاش وہ مان جاتا تو ہمارا گاؤں ہمیشہ اسی طرح پُر امن رہتا جس طرح ہمارے آباء و اجداد کے زمانہ میں تھا۔ مگر افسوس صد افسوس کہ اس نے دونوں بزرگوں کی بات نہ مانی: آج ہمارے گاؤں میں کوئی بریلوی ہے کوئی دیوبندی، ماحول خراب ہو گیا ہے۔ جب سے علماء کرام صلح کلی بنے ہیں بے ادب لوگوں نے ہمارے لوگوں کو گمراہ کرنا شروع کر دیا ہے۔ اللہ پاک ہمیں قبلہ شاہ صاحب کے مبارک قدموں کے مبارک نشانوں پر چلائے۔ آمین

مولانا محمد یوسف صاحب چشتی ریٹائرڈ خطیب پاکستان آرمی نے فقیر کو بتایا کہ یہ چالیس سال پہلے کا واقعہ ہے کہ شاہ صاحب اُچھری میں تقریر کے لیے تشریف لائے، چورہ شریف کے علامہ پیر ارشاد بادشاہ صاحب بھی ساتھ تھے، واں بھچراں کے نعت خوانوں کی جوڑی، بابا مالی اور حافظ چمن دین علیہما الرحمۃ بھی ساتھ تھے، ریلوے اسٹیشن اُچھری سے ڈھوک ریحان تک پیدل تشریف لائے۔ کافی مشکل، پہاڑی پتھریلا سفر راستہ میں خاردار جھاڑیاں ہیں۔ مولانا محمد یوسف صاحب نے بتایا، ہمارے گھر میں قیام تھا۔ غربت تھی کچے مکان تھے، موسلا دھار بارش آگئی، مہمانوں کو سنبھالنا مشکل ہو گیا۔ میرا شریف سے پیر مقبول احمد صاحب بھی تشریف لے آئے۔ شاہ صاحب نے میزبانوں کو پریشان دیکھ کر فرمایا: آپ ہماری فکر نہ کریں اپنے پیر صاحب کا خیال رکھیں۔ کمال شفقت فراخدلی کا مظاہرہ فرمایا۔ فقیر کو اپنے ابا جی حافظ محمد نعیم صاحب نے بتایا کہ چورہ شریف علامہ ارشاد بادشاہ صاحب علیہ الرحمۃ کے جہلم شریف پہ میں نے اور مولانا قاری کرم الٰہی صاحب نے شبینہ پڑھا، علامہ مفتی ریاض الدین اور قبلہ شاہ صاحب علیہما الرحمۃ نے مکمل قرآن شریف بیٹھ کر سنا، شبینہ مکمل ہونے پر ہمیں داد دی اور مستجاب دعاؤں سے نوازا۔

مولانا قاری محمد حسین قادری صاحب نے فقیر کو بتایا کہ میں دیوبندیوں کے مدرسہ میں پڑھتا تھا۔ قبلہ شاہ صاحب کی ایک تقریر سنی اس نے دل پہ ایسا اثر کیا کہ بریلوی بن گیا۔

علامہ مفتی محمد ریاض الدین صاحب علیہ الرحمۃ نے قبلہ شاہ صاحب علیہ الرحمۃ کو بتایا کہ یہ طالب علم آپ کی تقریر سن کر سنی بن گیا ہے۔ شاہ صاحب علیہ الرحمۃ نے فرمایا بھوک سے مر جائے گا۔ دیوبندیوں کے پاس پڑھتا تو عیاشی کرتا۔

یوں تو میرے خلوص کی قیمت ہی کم نہ تھی
کچھ لوگ کم شناس تھے دولت پہ مر گئے

مولانا قاری محمد حسین قادری صاحب نے فقیر کو بتایا کہ ہم جامعہ غوثیہ معینیہ رضویہ ریاض الاسلام اٹک میں پڑھتے تھے۔ جب شاہ صاحب تشریف لاتے تو آپ کی میٹھی میٹھی باتیں سننے کے لیے ہم آپ کے قدم مبارک دبانا شروع کر دیتے کہ اس بہانے آپ کی دل کش گفتگو سن لیں گے۔ کہتے ہیں ہم پاؤں مبارک دبا رہے تھے تو شاہ صاحب کی اپنی زبان مبارک سے ہم نے سنا، انہوں نے فرمایا کہ اب ہم تھک جاتے ہیں۔ ایک وہ وقت تھا کہ پیر ارشاد صاحب اور میں چورہ شریف سے پیدل کھڑپہ ڈھوک دتوال گئے۔ فرمایا آدھا سفر طے کیا تھا کہ گھر والوں نے ایک گھوڑی بھیج دی۔ میں نے کہا آپ پیر ہیں آپ سوار ہو جائیں۔ انہوں نے فرمایا آپ سید ہیں آپ سوار ہو جائیں، نہ وہ سوار ہوئے نہ میں سوار ہوا، پیدل چلتے چلتے گھر آ گیا۔

آپ کے لخت جگر، نور نظر، آپ کے مسند نشین، علامہ ابن علامہ صاحب زادہ سید ریاض الحسن شاہ صاحب دامت برکاتہم العالیہ صورت وسیرت، عادات واطوار میں آپ کا مظہر اتم ہیں۔ جن کو دیکھ کر اُن کی خوشبوئیں آتی ہیں، اُن کی یاد تازہ ہوتی ہے، اُن کا انداز تکلم یاد آتا ہے۔ آپ نے ایک مرتبہ علامہ صاحبزادہ ندیم سلطان صاحب کے ساتھ فقیر کے غریب خانہ پہ قدم مبارک رکھا تھا۔ آپ نے فقیر کے مذہبی جذبے کو خوب داد دی تھی۔ فرمایا تھا آپ میرے مزاج کے آدمی ہیں۔ خوب دعائیں دی تھیں۔ لائل پور شریف سیدنا محدث اعظم پاکستان رحمۃ اللہ علیہ کے سالانہ عرس مقدس پہ ہر سال آپ کی دست بوسی کی سعادت نصیب ہوتی ہے۔ ان کا سایہ سروں پہ سلامت رہے۔

نائب محدث اعظم پاکستان ولی کامل، عاشق مدینہ، نباض قوم علامہ الحاج ابو داؤد محمد صادق قادری رضوی رحمۃ اللہ علیہ کے شہزادے علامہ ابن علامہ حاجی محمد داؤد رضوی صاحب نے فقیر کو بتایا کہ مجاہد ملت علامہ عبدالستار خان نیازی علیہ الرحمۃ نے مجھ سے فرمایا، بڑے باپ کا بیٹا ہونا اعزاز بھی ہے امتحان بھی ہے۔ نیازی صاحب کے فرمان کے مطابق علامہ ابن علامہ سید ریاض الحسن شاہ صاحب کے لیے بڑے باپ کا بیٹا ہونا اعزاز بھی ہے امتحان بھی ہے۔ اللہ جل جلالہ اور رسول ﷺ سیدنا غوث اعظم رضی اللہ عنہ کے طفیل شاہ صاحب کی جان آبرو کی حفاظت فرمائیں۔ اور اپنے والد ماجد رحمۃ اللہ علیہ کا فیضان عام کرنے کی توفیق عطا فرمائیں۔ آمین

یونہی سجی رہے تیری پھولوں کی انجمن
جانِ چمن بہار تیری بے خزاں رہے

OOOO

تاثرات

حافظ محمد طفیل
جامعہ اسلامیہ غوثیہ جامع مسجد محمدی حنفیہ مسلم آباد چک لالہ روڈ راولپنڈی

غزالی عصر رازی دوراں، ابوظفر سید محمد زبیر شاہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، سرمایہ افتخار، محدث، بے بدل فقیہ اور عظیم ترین محقق ہیں۔ اپنی زندگی کا کثیر حصہ علم حدیث کی خدمت میں گزارا مختلف علمی موضوعات پر تحقیقی خطاب بھی فرمائے تحریر بھی فرمائے۔

جب آپ دارالعلوم اسلامیہ رحمانیہ ہری پور ہزارہ میں صدر مدرس کی حیثیت سے تشریف لائے تو صدر پاکستان محمد ایوب خان جامعہ کے تدریسی مناظر دیکھنے کے لیے مدرسہ میں تشریف لائے۔ اتنی شہرت تھی اسلامیہ رحمانیہ کی، آپ کے تشریف لانے سے پہلے اس علاقہ میں نجدیت عروج پر تھی۔ آپ کا پہلا مناظرہ خطیب ہزارہ مولوی محمد اسحاق ایبٹ آبادی سے ہوا۔ مولوی اسحاق کے سامنے ضلعی انتظامیہ اور علاقہ کا کوئی بڑے سے بڑا بول نہیں سکتا تھا۔ قبلہ سید محمد زبیر شاہ صاحب نے مولوی اسحاق کو پہلے کلمہ پر چت کر دیا، شور برپا ہو گیا سید محمد زبیر شاہ زندہ باد۔

ہری پور ہزارہ کی بزم توحید وسنت کی جانب سے ایک کتابچہ شائع ہوا۔ نبی کریم کو غیب نہیں۔ اس کے جواب میں قبلہ پیر صاحب نے ایک کتاب مسئلہ علم غیب پر ایک نظر لکھی۔ پہلے نجدیت کے سوالوں کے جواب دیئے پھر قرآن اور حدیث اور اقوال فقہاء سے ثبوت فرمائے۔

پہلا سوال: قُلْ لَّا یَعْلَمُ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ۔

جواب اول: اول تو یہ ہے کہ اس آیت میں نفی ہے غیب ذاتی کی ورنہ دوسری آیات سے جب انبیاء کے لیے غیب عطائی ثابت ہوتا ہے تو قرآن کی آیات آپس میں متعارض ہو جائیں گی۔ اور قرآن کی حقانیت کی یہی بڑی دلیل ہے کہ اس کی آیات آپس میں متعارض نہیں

اس پر خود قرآن مجید شاہد ہے۔ لَوْ کَانَ مِنْ عِنْدِ غَیْرِ اللّٰہِ۔

اب ظاہری طور تطبیق کی یہی شکل نظر آتی ہے کہ اس آیت میں جس غیب کی نفی ہے وہ غیب ذاتی ہے دوسری آیت میں جس غیب کا اثبات ہے وہ غیب عطائی ہے۔

جواب دوم: اس آیت میں نفی ہے نہی نہیں۔ نفی اور نہی میں یہ فرق ہے، نہی میں منہی عنہ مقدر ہوتا ہے اور نفی میں نہی عنہ مقدر نہیں ہوتا۔ جیسے مصنف نور الانوار وغیرہ نے اس بحث کی وضاحت کرتے ہوئے یہ مثال نقل کی ہے، اگر کوزے میں پانی موجود ہو اور زید کو منع کیا جائے تو یہ نہی ہوگی اور پانی موجود ہی نہیں اور منع کیا گیا تو یہ نفی ہوگی۔ اب یہ بات ظاہر ہوگئی کہ اس آیت میں بمطابق قول علامہ خازن نفی ہے نہی اور نفی تب ہی بن سکتی ہے کہ غیب سے مراد غیب ذاتی ہو۔

جواب سوم: اس آیت میں اللہ کریم نے اس غیب کی قید سے نفی کی ہے جو غیب خاصہ خداوندی ہے۔ اور خدا تعالیٰ کی سب صفتیں قدیم اصل ذاتی حقیقی ہیں۔ اور ظاہر ہے کہ غیب عطائی کی ان آیات سے تب ہی ہو سکتی ہے جب کہ خدا تعالیٰ کا غیب بھی غیب عطائی ہو حالانکہ خدا تعالیٰ کے غیب کو عطائی کہنا اس کا مطلب یہ ہے خدا تعالیٰ کے لیئے کوئی اور معطی ثابت کرنا ہے اور یہ سراسر کفر ہے۔ لہٰذا ثابت ہوا اس آیت سے مراد نفی اس غیب کی ہے جو خاصہ خداوندی ہے۔

بزم توحید وسنت ہری پور ہزارہ نے اس کے بعد ایک اور کتابچہ لکھ دیا، اس کا بھی قبلہ پیر صاحب نے منہ توڑ جواب دیا۔ اس کے بعد پھر خاموش ہو گئے، اس کتاب کا نام ''دعوت فکر'' تھا۔ اس کا جواب آپ نے ''دعوت حق بجواب دعوت فکر'' لکھا۔

دعوت فکر میں عقیدہ نمبر 1 پر ذکر کیا گیا اہل سنت کا عقیدہ ہے رسول اللہ ﷺ قبر میں زندہ ہیں اور ان پر ان کی ازواج مطہرات پیش کی جاتی ہیں اور وہ ان سے شب باشی فرماتے ہیں۔

قبلہ پیر سیّد محمد زبیر شاہ صاحب کا جواب:

اہل سنت وجماعت کے نزدیک انبیاء اپنی قبروں میں زندہ ہوتے ہیں بلکہ عام مومنین کی قبر بھی جنت ہوا کرتی ہے اس پر شاہد حضور علیہ السلام کا ارشاد گرامی ہے قبر المومن روضة من الریاض الجنة یعنی مومن کی قبر جنت کا ایک باغ ہوا کرتی ہے جب جنت میں باقی نعمتیں

ہیں اسی طرح نکاح کی بیوی بھی ایک نعمت ہے۔ علاوہ ازیں اعلیٰ حضرت نے یہ عبارت ایک اللہ کے ولی محمد بن عبدالباقی زرقانی کی نقل کی ہے۔ اس وجہ سے اعلیٰ حضرت کو مطعون کرنا شیوہ انصاف نہیں۔ مخالفین کے معتمد علیہ بزرگ مولانا اشرف علی صاحب کے پردادا محمد فرید صاحب کے متعلق "اشرف السوانح" حصہ اول میں مرقوم ہے، ایک عجیب واقعہ ہوا فرید صاحب وفات کے بعد شب کو گھر والوں یعنی بیوی کے پاس مثل زندہ کے تشریف لائے اور اپنی بیوی کو مٹھائی لا کر دی اور فرمایا تم کسی پر ظاہر نہ کروگی تو میں اس طرح آیا کروں گا پھر یہ بھی فرمایا کسی کو بتانا نہیں اس طرح چوری چوری آیا کریں گے اور مٹھائی لایا کریں گے بس تم سے ملنا ہوتا ہے دن بھر جوں توں قبر میں رہا کروں گا رات کو گھر آ جایا کروں گا۔ یہ واقعہ حضرت تھانوی صاحب کے خاندان میں مشہور ہے۔ ذرا دوبارہ سہ بارہ پڑھیے اور نظر انصاف سے فیصلہ کریں اگر مولانا صاحب کے پردادا گھر لوٹ آئیں تو کوئی اعتراض نہیں اور انبیاء جو حقیقی طور پر زندہ ہوا کرتے ہیں، دلیل فنبی اللہ حیّ یرزق اللہ کا نبی زندہ ہوتا ہے اور رزق بھی دیا جاتا ہے تو ان پر کیوں اعتراض کیا جاتا ہے۔ ہمارا بھی امتحان کرتے ہو لیکن تمہارا بھی اس میں امتحان ہے آپ جتنا عرصہ اسلامیہ رحمانیہ ہری پور میں رہے نجدیت سر نہ اٹھا سکی۔

بندہ ناچیز حافظ محمد طفیل نے 1962 سے 1963 تک ہری پور اسلامیہ رحمانیہ، 1964 اشرف المدارس اوکاڑہ ایک سال، 1965 سے 1966 تک مدرسہ اشاعت العلوم چکوال میں قبلہ شیخ الحدیث سے علوم دینیہ میں استفادہ کیا۔ اگر آپ کی دینی خدمات کو دیکھا جائے کوئی گھڑی کوئی ساعت کوئی دن اور کوئی رات فضول نہ گزرا ہوگا ہر لمحہ خدمت دین میں گزرا آپ کے حالات بیان کرنے کے لیے تو دفتر درکار ہیں۔ پیر طریقت رہبر شریعت حضرت علامہ پیر سید محمد ریاض الحسن شاہ صاحب مہتمم مدرسہ کے حکم پر میں نے یہ چند جملے لکھ دیئے۔

oooo

تاثرات

مولانا عبدالرزاق سکھوال

بندہ ناچیز ابتدائی کتب پیکر اخلاص قبلہ وکعبہ استاذی المکرم مفتی فضل حق صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے پڑھنے کے بعد غالب گمان کے مطابق 1969ء میں اشاعت العلوم چکوال میں داخل ہوا۔ ھدیۃ النحو، شرح وقایہ وغیرہ کتب پڑھنی شروع کیں۔ میرے ہم سبق مولانا عبداللطیف صاحب (آزاد کشمیر) اکرام الحق صاحب مرحوم چکوال، ماموں زاد بھائی مولانا بشیر احمد صاحب مرحوم، مولانا محمد حنیف صاحب آزاد کشمیر اور مقبول حسین شاہ صاحب تھے۔ سب سے سینئر طلباء مولانا محمد یٰسین صاحب مولانا محمد عرفان صاحب مولانا عبدالصبور صاحب مرحوم، مولانا مولوی عصمت اللہ صاحب (میانوالی) مولانا امیر خسرو صاحب (ہزارہ) مولوی محمد صادق صاحب (ہزارہ) یہ حضرات دورہ حدیث شریف سے پہلے سال میں تھے۔ مولانا عبدالرحمن صاحب بھی ان کے ساتھ تھے، جامع مسجد عثمانیہ پنڈی روڈ میں امامت کے فرائض انجام دیتے تھے، ہم سے پچھلی کلاس میں، مولانا نذیرالدین اور حاکم الدین برادران (کالس ہری پور) تھے مولانا سردار علی صاحب (مرحوم) بھی ہم سے پچھلی کلاس میں تھے، ان کے بعد اکبر شاہ صاحب (مکھن ہری پور) حافظ عبدالرزاق صاحب (تلہ گنگ) تھے، کافی زیادہ ٹائم گزر گیا ہے کچھ حضرات کے نام بھی میں بھول گیا ہوں۔ مولانا گل انار صاحب اور خلیل احمد آخری سال میں داخل ہوئے تھے۔ خلیل احمد تو میری طرح آرمی میں چلا گیا تھا اُس کے ساتھ میری ملاقات پنڈی میں ہوئی تھی۔ دورہ حدیث شریف مکمل کرنے کے بعد دستار بندی کے لیے فیصل آباد تمام طلباء تشریف لے گئے تھے۔ اس سفر میں بندہ قبلہ استاذی المکرم کے ساتھ تھا، چکوال سے سرگودھا اور سرگودھا سے فیصل آباد رات کو پہنچے تھے۔ صبح دستار بندی ہوئی، شام

کو فیصل آباد سے براستہ شیخوپورہ لاہور داتا دربار پر حاضری دی۔ واپسی پر لالہ موسیٰ جناب نذر حسین شاہ صاحب کے مدرسہ میں قیام کیا اور علی الصبح لاہور سے تلہ گنگ والی گاڑی میں بیٹھ کر چکوال پہنچ گئے اور معمول کے مطابق تمام اسباق پڑھائے تھے۔ قبلہ استاذی المکرم کی پوری کوشش ہوتی تھی کہ لمبے سفر کے باوجود طلباء کے اسباق میں کم سے کم ناغہ ہو۔ قبلہ انور شاہ صاحب دامت برکاتہم القدسیہ ٹیلیفون فیکٹری ہری پور میں لب سڑک جامع مسجد و مدرسہ کے مہتمم تھے۔ قبلہ استاذی المکرم صاحب کا یہ معمول تھا کہ جمعرات کو تمام اسباق پڑھا کر شام کو چکوال سے ہری پور تشریف لے جاتے اور جمعۃ المبارک وہاں پڑھاتے اور ہفتہ کے دن صبح سویرے ہری پور سے چکوال تشریف لے جا کر تمام اسباق پڑھاتے تھے۔ اس سفر میں بندہ ناچیز کو کم و بیش سال سوا سال خدمت نصیب ہوئی۔ اشاعت العلوم سے علیحدگی اس طرح ہوئی کہ قبلہ استاذی المکرم صاحب کسی سفر میں تھے۔ آپ کی غیر موجودگی میں ناظم مدرسہ نے آکر تمام طلباء سے کتابیں جمع کر لیں۔ میرے خیال میں شعبان المبارک ابھی شروع نہیں ہوا تھا، قبلہ استاذی المکرم جب واپس تشریف لائے تو آپ سخت ناراض ہوئے اور مدرسہ چھوڑنے کا فیصلہ فرمایا۔ اس ہنگامی حالت میں فوری طور پر کوئی اور انتظام تو نہیں ہو سکتا تھا۔ جناب مولانا محمد عرفان صاحب جو شمالی محلہ نزد ریلوے لائن جہاں غالباً اب بھی خطابت فرما رہے ہیں، اہل محلہ سے بات کی تو محلہ والوں نے فوری طور پر طلباء کے لیے قیام و طعام کا بندوبست کیا اور ہم سب طلباء بمع قبلہ استاذی المکرم وہاں چلے گئے۔ اور تقریباً ایک ماہ کے لگ بھگ وہاں ٹھہرے۔ اس کے بعد رمضان شریف کی چھٹیاں ہو گئیں اور تمام طلباء گھروں کو چلے گئے۔ شومئی قسمت رمضان شریف کے بعد بندہ فوج میں بھرتی ہو گیا اور یوں لائن کٹ گئی۔ بعد میں کبھی کبھی قبلہ استاذی المکرم کی قدم بوسی کے لیے حاضر ہوتا تھا۔ آپ کچھ عرصہ میرے ساتھ پڑھائی چھوڑنے کی وجہ سے ناراض رہے مگر بعد میں آپ نے شفقت فرمائی اور میری درخواست پر آپ راضی ہوئے۔ فارغ ٹائم پر آپ کی خدمت میں جب طلباء پاؤں دبانے کے لیے حاضر ہوتے تھے تو آپ طلباء سے نعت وغیرہ سنتے تھے۔ ایک دفعہ مجھ سے نعت

سُنی تو آپ نے فرمایا کہ تم زیادہ نعت خوانی کا شوق نہ کرنا کہ تمھیں پیسے کی لالچ پڑ جائے گی اور تم پڑھائی چھوڑ دو گے، مگر میرے مقدر میں فوج کا دانہ پانی لکھا تھا۔ جب پڑھائی چھوڑی تو اس وقت شرح ملا جامی، ھدایہ شریف اولین، دیوان حماسہ، نورالانوار، شرح تہذیب وغیرہ پڑھ رہے تھے۔

قبلہ استاذی المکرم صاحب کی چند خاص باتیں قابل ذکر ہیں۔ آپ کھانا لنگر سے طلباء کے ساتھ کھاتے تھے اور آپ کے لیے کوئی علیحدہ کھانا نہیں پکتا تھا۔ آپ کی زندگی انتہائی سادگی سے گذرتی تھی۔ باقی طلباء اپنے اسباق مکمل پڑھنے کے بعد اکا دُکا آکر کھانا لیتے تھے مگر آپ تمام طلباء کو پڑھا کر کھانا تناول فرماتے تھے۔ پڑھائی کے دوران یا نجی محفل میں آپ کے پاس جتنے لوگ موجود ہوتے تھے سب پر توجہ فرماتے تھے اور کمزور سے کمزور طالب علم پر بھی آپ پوری توجہ فرماتے تھے۔ پڑھائی کے دوران اگر کوئی مہمان آجاتا تو آپ اس کو انتہائی مختصر وقت دیتے تھے اور آپ کی زیادہ توجہ پڑھائی پر ہوتی تھی۔ مدرسہ میں چھوٹی سے مسجد تھی نماز پنجگانہ کی جماعت کا اہتمام تھا۔ جماعت ہو چکنے کے بعد آپ تمام کمروں میں دورہ فرماتے اور جماعت سے غیر حاضر حضرات کو سخت ڈانٹ پلاتے تھے۔ مولانا عصمت اللہ صاحب کی شادی کے سلسلہ میں آپ (محمد شریف والی) میانوالی تشریف لے گئے تھے، اس سفر میں بندہ آپ کی خدمت کے لیے ساتھ تھا چکوال سے تلہ گنگ، میانوالی اور وہاں سے عیسیٰ خیل والی گاڑی پر موچھ اترے اور وہاں سے پیدل گاؤں گئے، شادی کی تقریب ہونے کے بعد واپسی پر آپ کے لیے گھوڑی کا بندوبست کیا گیا راستے میں جنگل سے گذر رہے تھے، اچانک خرگوش یا اور کوئی چیز نکلی تو گھوڑی بدک گئی اور سیدھی کھڑی ہوگئی اور آپ سر کے بل گر پڑے مگر شکر ہے کہ جسم کے کسی حصے کو کوئی نقصان نہیں ہوا، جب بھی وہ منظر میری آنکھوں کے سامنے آتا ہے تو رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں مگر خدا کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ آپ کو کوئی بڑی تکلیف نہیں ہوئی۔ اگر کوئی غلطی ہو تو از راہ کرم معاف فرمائیں۔ پہلے بھی آپ کی خدمت میں یہی گذارش کی ہے اور اب بھی عاجزانہ التماس ہے کہ میرے لیے آپ خصوصی طور دعا فرمائیں

کہ جو کچھ قبلہ استاذی المکرم سے سیکھا ہے اس پر اللہ تعالیٰ عمل کی توفیق عطا فرمائے خاتمہ ایمان پر نصیب فرمائے، اور مولانا سردار احمد صاحب، امام اہل سنت اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ اور حضور غوث رحمۃ اللہ علیہ پاک کے غلاموں میں حشر نصیب فرمائے اور مذہب حقہ اہل سنت والجماعت پر استقامت عطا فرمائے۔ (آمین ثم آمین)۔

OOOO

تاثرات

قال اللہ تعالیٰ فی الکلام المجید والفرقان الحمید

وَفَوْقَ كُلِّ ذِي عِلْمٍ عَلِيمٌ

''ہر صاحب علم پر ایک بہت بڑا علم رکھنے والا موجود ہے''

مولانا محمد ظہور الاسلام
خطیب جامع مسجد انوار الخیر G-10/4
وشیخ الحدیث جامعہ نعیمیہ G-9/4 اسلام آباد

میں بندہ ناچیز ''محمد ظہور الاسلام ولد محمد عبداللہ (شیخ الحدیث جامعہ نعیمیہ G-9/4 اسلام آباد'' جس ہستی کے بارے میں ذکر کرنا چاہ رہا ہوں وہ کسی تعارف کے محتاج نہیں۔ میری مراد پیر طریقت رہبر شریعت منبع علوم وفنون حضرت علامہ مفسر قرآن استاذی المکرم پیر سید محمد زبیر شاہ قادری صاحب رحمہم اللہ تعالیٰ ہیں۔ بندہ ناچیز کو سب سے پہلے آپ کے ظل عاطفت میں چند لمحات گزارنے کا شرف حاصل ہوا۔ جامعہ اسلامیہ غوثیہ چکوال میں 1974ء میں آپ کے پاس زانوئے تلمذ بچھانے کا شرف حاصل کیا۔ جس میں ابتدائی کتب کا میں نے آپ سے استفادہ کیا۔ اس کے بعد پھر 1984ء میں آپ کی بارگاہ میں حاضر ہوا اور آپ سے دورہ تفسیر القرآن اور حدیث حاصل کیا۔ آپ کو اللہ تعالیٰ نے تمام علوم وفنون، تفاسیر اور احادیث کے اندر ملکہ عطا فرمایا ہوا تھا۔ آپ کو تدریس کے ساتھ اتنا شغف تھا کہ نماز فجر کے بعد ہی مسند تدریس پر جلوہ افروز ہو جاتے اور اسباق کا آغاز فرماتے اور اسباق کا ناغہ نہ ہونے دیتے۔ آپ تبلیغ وتقریر کی مصروفیات کی وجہ سے کہیں تشریف لے جاتے تو واپس آ کر وہ اسباق طلبہ کو پڑھا دیا کرتے۔ جب آپ تفسیر اور حدیث پڑھاتے تو اس طرح معلوم ہوتا کہ جیسے

سب چیزیں آپ کی نگاہ کے سامنے پڑی ہوئی ہیں، روانی کے ساتھ آپ ان کو پڑھتے جاتے تھے اور طلبہ اس سے استفادہ کرتے جاتے تھے۔ اسی طرح میں آپ کے پاس علم النحو کی کتاب "کافیہ" جو کہ "ابن حاجب" کی تالیف ہے، آپ سے کچھ اسباق پڑھنے کا شرف حاصل ہوا۔ آپ نحوی عبارات کو اس طرح حل فرماتے گویا کہ "ابن حاجب" خود بول رہے ہیں۔ اس طرح آپ ہر ہر فن کو اور ہر سطر کو اس طرح واضح فرماتے کہ اس کی خوب وضاحت ہو جاتی اور طالب علم کو دوبارہ پوچھنے کی حاجت نہ رہتی تھی۔ تفسیر اور حدیث کے علاوہ علم نحو، علم منطق، اور علم فلسفہ کے اندر بھی آپ کو ید طولی حاصل تھا۔ منطق کی کتاب آپ کے پاس "ملا حسن" جو کہ سلم العلوم کی شرح ہے، میں نے استفادہ کیا۔ آپ اس کتاب کو انتہائی عرق ریزی اور تحقیق سے پڑھایا کرتے تھے۔ آپ کی سب سے بڑی کرامت اپنے مسلک حق اہل سنت وجماعت پر استقامت تھی۔ اسی طرح "حمد یہ سعیدیہ" اور "میر زاہد" "ملا جلال، جو بہت کم دار العلوم میں پڑھائی جاتی ہیں میں نے آپ سے پڑھنے کا شرف حاصل کیا۔ یہ ایسی کتب ہیں جو ہر انسان یا معلم پڑھا نہیں سکتا، اللہ تعالی نے آپ کو اس کے اندر بھی ملکہ عطا فرمایا ہوا تھا۔ کچھ لمحات جو آپ کی بارگاہ میں رہنے کے ملے اور یہ شرف حاصل ہوا کہ آپ سے یہ علوم وفنون بھی مجھے حاصل ہوئے۔ یہ آپ کی فیضان نظر ہے کہ بندہ ناچیز آج دار العلوم جامعہ اسلامیہ نظیر یہ G-9/4 اسلام آباد میں صدر مدرس کی حیثیت سے تدریس کے فرائض سر انجام دے رہا ہے۔ میں اللہ پاک کی بارگاہ میں دعا کرتا ہوں کہ رب ذوالجلال میرے پیر و مرشد کے درجات بلند فرمائے اور آخرت کی منزلیں آسان فرمائے اور جنت الفردوس میں اعلی مقام عطا فرمائے۔ اور آپ کے صاحبزادہ والا شان حضرت علامہ پیر سید ریاض الحسن شاہ صاحب دامت برکاتھم العالیہ کو آپ کا صحیح جانشین بنائے اور ان کے علم وعمل میں برکتیں عطا فرمائے۔ (آمین)۔

OOOO

تاثرات

مولانا پیر محمد دلشاد حسین القادری
مہتمم و بانی جامعہ البتول برطانیہ

بحضور عالی مرتبت قدوۃ العلماء والفضلا شیخ الحدیث والتفسیر حضرت قبلہ پیر سید محمد زبیر شاہ صاحب ناظم و مہتمم جامعہ غوثیہ رضویہ چکوال۔

یہ بات قرآن وسنت سے مستفاد و مستنبط ہے کہ نفس بشریت و آدمیت کے اعتبار سے تمام بشر و آدمی یکساں اور برابر ہیں، مگر سیرت و کردار و اوصاف حمیدہ کے اعتبار سے بعض انسانوں کو بعض پر فضیلت و برتری حاصل ہوتی ہے۔ بلاشبہ حضرت شیخ الحدیث والتفسیر حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ بے شمار صفات حمیدہ سے متصف تھے۔ بندہ احقر جب مرکزی جامع مسجد عیدگاہ جہلم میں خطابت کے فرائض سرانجام دیتا تھا تو آپ کی بارگاہ عالیہ میں اور آپ کی قیادت وسرپرستی میں چکوال و مضافات کے مختلف قریہ جات میں منعقدہ اجلاس میں حاضری دیتا رہا۔ جب کہ کئی بار مرکزی میلاد کمیٹی جہلم کے زیر اہتمام جلوس میں حضرت موصوف و ممدوح کا ورود مسعود ہوتا رہا۔ آپ کی ذات مجسم اخلاق واخلاص، سراپا شفقت ومحبت اور جامع الشریعت والطریقت تھی۔ حقیقتاً آپ علمی، تحقیقی، فقہی اور منطقی تخاطب و تکلم میں اپنی مثال آپ تھے۔ حضرت قبلہ شاہ صاحب کی عظمت علمیہ وعملیہ کا نہ صرف احقر بلکہ آپ کے ہم عصر علماء ومشائخ عظام ان کی فیاضی، وسیع القلبی، بالغ نظری، دینی، مذہبی اور مسلکی خدمات کے نہ صرف قائل بلکہ معترف ومُقر تھے۔ حضرت قبلہ شاہ صاحب نے شریعت وطریقت، حقیقت و معرفت، ناموس رسالت، حُب صحابہ واہل بیت عظام علیہم السلام اور شان ولایت کے پرچار و اشاعت کے سلسلہ میں جو حق ادا کیا ہے اس کی نظیر ومثال نہیں ملتی۔ اللہ رب العزت ان کی

جملہ خدمات دینیہ، مذہبیہ، مسلکیہ اور ملیہ کو شرف قبولیت عطا کرے اور ان کے پروردہ صاحبزادگان کو بالخصوص اور دیگر تلامذہ متوسلین محبین کو بالعموم ان کے نقوش پا کو مشعل راہ بنانے کی توفیق عطا کرے۔ آمین ثم آمین بجاہ نبی الامین صلی اللہ علیہ وعلی آلہ واصحابہ اجمعین۔

OOOO

فخرِ سادات، مخزن علم وعرفان، مفسرِ قرآن، شیخ الحدیث

قاسمِ خیر حضرت پیر سیّد محمد زبیر شاہ رحمۃ اللہ علیہ

ڈاکٹر محمد ظفر اقبال نوری
سابق مرکزی صدر انجمن طلباء اسلام پاکستان
حال مقیم ورجینیا امریکہ

عزم وثبات کے کوہ گراں، نورِ یقین کے مہرِ درخشاں، علم وعرفان کے دریائے رواں، تحقیق وتدقیق کے میر میداں، عقائد حقہ کے بیباک ترجمان، محدثِ ذی شان، مفسر قرآن حضرت علامہ پیر سیّد محمد زبیر شاہ قدس سرہ ان نادر روزگار ہستیوں میں سے تھے جن کے بارے میں حضرت اقبال رحمۃ اللہ علیہ نے کہا تھا۔

عمر ہا در کعبہ و بتخانہ می نالد حیات
تاز بزمِ عشق یک دانائے راز آید بروں

آپ قافلہ خیر کے وہ راہبر تھے جنھوں نے اپنی حیات تاباں کا لمحہ لمحہ دین مصطفیٰ کریم ﷺ کی ترویج واشاعت اور عشق واطاعتِ رسول ﷺ کے لیے وقف کیے رکھا۔ مجھے ان کی زیارت کا شرف اس وقت حاصل ہوا جب میں 72-1971 میں ٹی اینڈ ٹی کالونی ہائی سکول ہری پور ہزارہ میں نویں جماعت کا طالب علم تھا، اور مسجدِ نور میں بہت ہی مہربان اور شفیق عالم نبیل حضرت مولانا سیّد محمد انور شاہ صاحب سے ترجمہ قرآن پڑھ رہا تھا۔ وہ ہمارے ممدوح حضرت قبلہ سیّد محمد زبیر شاہ رحمۃ اللہ علیہ کے برادر اصغر تھے۔ اور نور مسجد کے مدرسہ کے مہتمم اور خطیب تھے۔ وہیں پہ حضرت پیر سیّد محمد زبیر شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ تشریف فرما ہو کر ہمیں اپنے علمی تبرکات سے نوازتے تھے۔ ان محافل درسِ قرآن اور مجالس جمعہ کے اثرات کو میں زندگی بھر نہیں بھلا سکا۔ اس عاجز کی فکری ونظریاتی بنیادوں کو استوار کرنے میں میرے جدّ کریم

چوہدری علی محمد رحمۃ اللہ علیہ میرے عمِ کریم حضرت پروفیسر محمد حسین آسی رحمۃ اللہ علیہ کے بعد مسجد نور کی چٹائیوں، علامہ سید محمد انور شاہ صاحب مدظلہ کی فیض بارنگاہوں اور اور مفسر قرآن حضرت سید محمد زبیر شاہ قدس سرہ کے پُر جلال خطبوں کا ابتدائی کردار تھا۔ وہیں پر میری ملاقات جواں فکر متاثر کن درویش حضرت پیر اولیا بادشاہ فاروق زیب سجادہ دربار عالیہ نقشبندیہ موہڑہ شریف سے ہوئی۔ جن کی وساطت سے امیر سالکاں امام عارفاں حضرت پیر محمد زاہد خان صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے شرف بیعت حاصل ہوا۔ عنفوانِ شباب میں ایمان، محبت، عشق اور جنون کی فصل بہار کو جو عروج میرے استاذی المکرم شیخ تربیت حضرت مفسر قرآن پیر سید ریاض حسین شاہ صاحب دامت برکاتہم القدسیہ کی نگاہِ ناز سے میسر آیا اس کا آغاز مفسر قرآن شیخ الحدیث حضرت پیر سید محمد زبیر شاہ قدس سرہ العزیز ہی کی زیر سرپرستی ہوا۔

حضرت علامہ پیر سید محمد زبیر شاہ رحمۃ اللہ علیہ شخصی وجاہت کا حسین پیکر تھے۔ قدرت نے ان کو سحر انگیز، جاذب نظر مرعوب کن شخصیت بنایا تھا۔ ان کے رعب وجلال کے سامنے بڑے بڑے صاحبانِ مرتبہ وکمال بھی دم بخود رہتے تھے۔ جہاں ان کا علمی مرتبہ ومقام اپنے ہم عصروں سے بلند تر تھا وہاں ان کا دراز قد بھی ان کے ملنے والوں سے ہمیشہ بلند وبالا نظر آتا تھا۔ ان کے چہرے پہ جمالِ مصطفوی اور جلالِ مرتضوی کا فیض نور جھلملاتا دکھائی دیتا تھا۔ سمندروں سے گہری، کائنات کی پہنائیاں سمیٹتی بڑی بڑی آنکھیں اس قدر رعب دار تھیں کہ ان کا خطاب سننے والا یا ان سے بات کرنے والا ان کی تاب نہیں لاسکتا تھا۔ ان کی ایمان افروز گرجدار آواز میں کمال کا اثر ہوتا تھا۔ وہ گھنٹوں بھی خطاب کریں تو وقت گزرنے کا احساس نہیں ہوتا تھا۔ وہ اپنے سامع کو اس طرح اپنی گرفت میں لیتے تھے کہ اسے اپنے گردو پیش کا ہوش ہی نہیں رہتا تھا۔

جب وہ درسِ قرآن کی مجلس میں آیات کے حروف والفاظ کی پرتیں کھولتے تو مفاہیم و مطالب کا اک گلستان مہک اٹھتا۔ ایسے لگتا جیسے رازی اور سیوطی کا دبستان کھل گیا ہو۔ اور جب وہ آقائے دوجہاں ﷺ کی عظمتوں کا ذکر چھیڑتے تو آنکھیں باوضو ہوتیں، دل دھڑکتے اور رُو

حیں والہانہ گداز سے سرشار ہو جاتیں۔ یوں لگتا جیسے بوصیری وسعدی اور رومی وجامی کا دردو سوز روحوں میں گھل رہا ہے۔

مجھے خوشی ہے کہ حضرت مفسر قرآن شیخ الحدیث پیر سیّد محمد زبیر شاہ رحمۃ اللہ علیہ کے دبستان علمی کے فیض چشیدہ اوران کے فیضان روحانی کے پروردہ جناب صاحبزادہ صاحب والاشان پیر سیّد ریاض الحسن شاہ مدظلہ اللہ العالی نے ان کی سوانح حیات شائع کرنے کا بیڑہ اٹھایا ہے۔ مجھے بھی بڑی شدت سے انتظار ہے کہ یہ کتاب مستطاب چھپے اور متلاشیانِ راہِ حق اور طالبانِ خیر کو اصلاحِ فکر وعمل کا سامان میسر آئے

میں انجمن طلبہ اسلام کے اپنے دیرینہ ساتھی، ممتاز استاد، اور ماہرِ تعلیم جناب محمد حنیف صاحب کا شکر گزار ہوں کہ جنہوں نے مجھے بھی ممدوحِ محبین حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے خدام کی مجلس میں ایک ادنیٰ گدا کی حیثیت سے حاضری کی سعادت سے بہرہ مند کیا۔ اللہ کریم اپنے حبیب اکرم ﷺ کے طفیل ہمارے ممدوح، کانِ جواہرِ خیر حضرت سیّد محمد زبیر رحمۃ اللہ علیہ کے فیوض وبرکات کو تا ربینِ قیامت جاری وساری رکھے۔ آمین

oooo

افتخار ملت اسلامیہ، استاذ الاساتذہ، مناظر اسلام، عمدۃ المقررین

زبدۃ المدرسین، شیخ الحدیث حضرت علامہ سیّد محمد زبیر شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ

محمد صدیق ہزاروی سعیدی ازہری
خادم التدریس۔ جامعہ ہجویریہ دربار عالیہ حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ لاہور

راقم (محمد صدیق ہزاروی) نے 1963ء میں میٹرک کے امتحان کے بعد جامعہ اسلامیہ رحمانیہ ہری پور (ہزارہ) صوبہ کے پی کے، میں دینی علوم کے حصول کے لیئے داخلہ لیا تو اس وقت جامعہ اسلامیہ رحمانیہ اپنی کارکردگی کے اعتبار سے جوبن پر تھا۔ اور اس کی بنیادی وجہ صدر المدرسین استاذی المکرم علامہ سید زبیر شاہ صاحب اور استاذ العلماء، واستاذی المکرم علامہ مفتی محمد ریاض الدین کا وجود مسعود تھا۔ چونکہ راقم کے والد ماجد اور پورے خاندان کو چھوہر شریف سے روحانی نسبت حاصل تھی، اس لئے حضرت شاہ صاحب کے بارے میں کچھ معلومات حاصل تھیں اور استاذ گرامی حضرت مفتی محمد ریاض الدین ہمارے گاؤں میں تشریف لا چکے تھے۔ میں نے حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ سے شرح مائۃ عامل پڑھی اور ایک سال آپ کے سایہ عاطفت میں گزارنے کا شرف حاصل کیا۔ اللہ تعالیٰ نے جہاں آپ کو جسمانی اعتبار سے حسن و جمال اور رعب و دبدبہ کے وصف سے مالا مال فرمایا تھا وہاں ایسا معلوم ہوتا ہے کہ علم ان کے سامنے دست بستہ کھڑا ہے۔

درس نظامی کی تدریس میں آپ درجہ کمال تک پہنچے ہوئے تھے، صبح نماز کے بعد اور ظہر کے بعد بھی اسباق پڑھانا آپ کا معمول تھا۔ تدریسی اوقات میں تدریس تو ہوتی ہی تھی۔ آپ کو اختلافی مسائل گویا ازبر تھے اور ان کے حوالہ جات اس طرح بیان فرماتے گویا سامنے کتب

کھلی ہیں۔

آپ کا دور مسلکی اختلافات کے جوبن کا دور تھا اس لیئے مخالفین کا ہر وقت سامنا رہتا تھا لیکن جب کسی جگہ تقریر کے لئے تشریف لے جاتے تو یوں معلوم ہوتا کہ اہل سنت کا شیر میدان میں اترا ہے۔

آپ ایک نڈر خطیب تھے کسی جھجک اور خوف وخطر کی پروا کیے بغیر مسلک اہل سنت کی ترجمانی فرماتے۔ادارہ اسلامیہ رحمانیہ اور آستانہ عالیہ چھوہر شریف سے تعلق میں محبت اور وفا کی خوشبو آتی ہے۔

ایک مرتبہ عرس شریف کے موقع پر انتظامیہ کی بھول سے طلباء کو پہلے کھانا نہ کھلایا جا سکا اور طلباء نے کھانے کا بائیکاٹ کر دیا تو شام کے وقت جب استاذ گرامی جامعہ میں تشریف لائے تو سخت ناراضگی کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا کہ ہم لوگ تو میزبان ہیں، ہمیں آنے والے زائرین کی خدمت کرنی چاہیے۔غرضیکہ آپ کے بارے میں اس ناچیز کا کچھ لکھنا کیا معنی رکھتا ہے۔آپ تو" آفتاب آمد دلیل آفتاب" کی مثل تھے۔اللہ تعالیٰ آپ کی قبر انور پر بے حساب رحمتیں نازل فرمائے۔(آمین)

۱۰ شوال المکرم ۱۴۴۰ھ/۱۴ جولائی ۲۰۱۹ء

OOOO

جامع معقول والمنقول شیخ القرآن والحدیث

حضرت علامہ استاذی المکرّم سیّد محمد زبیر شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے علمی کمالات

مولانا بشیر احمد اوکاڑوی
جامعہ حنفیہ غوثیہ مسلم ٹاؤن علی بلاک فیصل آباد

میں پڑھنے کیلئے اشرف المدارس اوکاڑہ سے جامعہ حنفیہ قصور چلا گیا، وہاں میں نے استاذی المکرّم حضرت علامہ شیخ القرآن سید محمد زبیر شاہ صاحب کی بہت شہرت سُنی کہ پاکپتن شریف میں ایک بہت بڑے مدرس تشریف فرما ہیں جو کہ ہر علم وفن بہت اچھے طریقے سے اور بڑی محنت سے پڑھاتے ہیں۔ ہر فن میں مہارت کاملہ رکھتے ہیں۔ میرے دل میں شوق پیدا ہوا کہ چلو اُن سے استفادہ حاصل کیا جائے۔ مَیں اور میرا ایک ساتھی صوفی فرزند علی جو کہ فوت ہو چکے ہیں، قصور سے پاکپتن شریف پہنچ گئے۔ وہاں ہماری ملاقات ایک خوب رو نوجوان دراز قد سے پاکپتن کے غلہ منڈی بازار کے چوبارے کے ایک چھوٹے سے کمرے میں ہوئی۔ یہ میری استاذی المکرّم سے پہلی ملاقات تھی۔ یہ علامہ موصوف کی جوانی کا دور تھا میں اگرچہ ابتدائی طالب علم تھا۔ لیکن مجھے یہ بڑی حیرانی ہوئی کہ علامہ موصوف نے جوانی میں ہی اتنی بڑی شہرت حاصل کرلی۔

یہی چھوٹا سا کمرہ، مدرسہ تھا یہی استاذی المکرّم رحمۃ اللہ علیہ کی رہائش گاہ تھی، اسی میں ہی میں نے اور میرے ساتھی فرزند علی مرحوم نے حدایۃ النحو اور منیۃ المصلی کے اسباق شروع کئے یہ غالباً 58-1957ء کا زمانہ تھا۔

عموماً یہ ہوتا ہے، میرا تجربہ بھی ہے کہ جس طرح آدمی کی شہرت سُنی جاتی ہے اُس طرح

اس کونہیں پاتا۔ لیکن ہم نے جس طرح علامہ موصوف کی شہرت سُنی، ہو بہو اُس طرح پایا۔ اس سے قبل میں نے دو مدرسوں میں پڑھا لیکن اسباق کی کچھ خاص سمجھ نہ آتی۔ شرح مائتہ عامل پڑھی، ترکیب آتی ہی نہ تھی لیکن استاذی المکرم مذکورہ اسباق ایسے پڑھاتے کہ آپ کی تقریر سنتے ہی ہمیں اسباق یاد ہو جاتے اور ترکیب نحوی میں بھی ہمیں مہارت حاصل ہوگئی۔ آپ کا کافیہ بڑا مشہور تھا۔ آپ کافیہ پر بڑی جامع تقریر فرماتے ایسے قیل وقال اعتراض جواب کرتے کہ آج تک مجھے کسی شرح میں وہ تمام قیل وقال نہ مل سکے، اگر چہ کچھ قیل وقال تو شروح میں مل گئے۔ کافیہ کی تمام شروح کی بجائے آپ کی کافیہ کی تقریر کافی ہے، کافیہ کی یہ تقریر ہمیں زبانی یاد کرائیں۔ یہ تقریریں ہمیں ایسے یاد تھیں جیسے حافظ کو قرآن مجید۔ ان تقریروں نے شرح جامی کے حل کیلئے کافی مدد کی۔ ان دنوں آپ کا تقرر مدرسہ رحمانیہ ہری پور ہزارہ میں ہو گیا۔ میں جب سالانہ تعطیلات گزار کر رمضان کے بعد پاکپتن شریف پہنچا تو پتہ چلا کہ آپ مدرسہ رحمانیہ ہری پور ہزارہ تشریف لے گئے۔ میرا ساتھی صوفی فرزند علی میرے ساتھ تھا۔ ہمارا ہری پور ہزارہ جانا ایسا تھا جیسے ولائت جانا۔ ہم نے فیصلہ کیا کہ انوار العلوم ملتان میں داخلہ لیا جائے۔ یہاں آکر جب ہم نے شرح جامی اور اور دیگر اسباق شروع کئے تو ہم نے قبلہ استاذی المکرم شاہ صاحب کے مقابلے میں عشر عشیر بھی نہ پایا۔ جس طرح قبلہ شاہ صاحب کتاب کی تقریر فرماتے کتاب حل فرماتے اور قیل وقال کرتے اگر کوئی طالب علم اعتراض کرتا تو اس کو جواب دے کر مطمئن کرتے یہاں یہ معاملہ نہ تھا۔ لہذا ہم نے یہاں ملتان سے بھاگ جانے کو ترجیح دی۔ پنجاب کے دیگر مدارس میں ہم ایک دو دن ٹھہر کے اسباق سنتے لیکن وہ لطف نہ آتا جو قبلہ استاذی المکرم شاہ صاحب کے پاس آتا تھا آخر فیصلہ یہ ہوا کہ ہری پور ہزارہ اگر چہ دور ہی سہی لیکن وہاں جانا چاہیے۔ لہذا ہم دونوں ساتھی گاڑی پر بیٹھے اور صبح سویرے ہری پور ہزارہ پہنچ گئے۔ ہمیں دیکھ کر قبلہ شاہ صاحب مسکرائے اور حیرانی سے پوچھا آپ، ہم نے کہا، جی ہاں! ہم بھی آپ کو تلاش کرتے کرتے یہاں پہنچ گئے ہیں۔ قبلہ استاذی المکرم علامہ سید محمد زبیر شاہ سے میں نے ہر فن کی تکمیل کی (۱) منطق ابتدا سے قاضی حمد اللہ تک۔ (۲) فقہ ہدایہ آخرین تک۔ (۳) اصول فقہ مسلم الثبوت تک۔ (۴) نحو شرح جامی تک۔ (۵) ادب

حماسہ متنبّی تک۔ (۶) تفسیر، بیضاوی تک۔ (۷) علم کلام امور عامہ تک۔ (۸) فلسفہ شمس باز غہ تک۔ (۹) علم الفروض میں محیط الدائرہ۔ (۱۰) علم مناظرہ میں مناظرہ رشیدیہ۔ باقی فنون صرف، ہندسہ، علم ہیئت، وراثت، اصول تفسیر، حدیث، اصول حدیث، ریاضی کی کچھ کتابیں قبلہ شاہ سے پڑھیں، اور کچھ کتابیں دیگر اساتذہ سے پڑھیں لیکن جو لطف اور تسلی قبلہ شاہ صاحب سے ہوتی تھی وہ دوسروں سے نہ ہوتی تھی۔ میں جب کسی مدرس کی شہرت سنتا تعطیلات کے بعد وہاں چلا جاتا۔ واں بچھراں میانوالی گیا۔ بھکھی گجرات گیا لیکن قبلہ شاہ کی وہ علمی کشش تھی کہ پھر پھرا کر آخر واپس ان کے پاس آجاتا۔ حقیقت یہ ہے کہ میں نے قبلہ استاذی المکرم کو ہر جہت میں کامل پایا۔

بحیثیت مدرس

آپ کمال درجہ کے مدرس تھے۔ ہر فن میں کمال درجہ مہارت رکھتے، جو طالب علم آپ سے جو جو پڑھتا اس پر آپ ایسی جامع تقریر اور نقاط بیان فرماتے کہ وہ طالب علم یہی سمجھتا کہ آپ اسی فن میں ماہر ہیں۔ آپ ایسے جوش وخروش سے پڑھاتے کہ آپ کی آواز جامعہ کے باہر تک جاتی۔ باہر سے ہر آنے والا سمجھ جاتا کہ جامعہ رحمانیہ میں قبلہ شاہ صاحب پڑھا رہے ہیں۔ آپ کا کمال یہ تھا آپ صبح کو صرف ایک کپ چائے کا پی کر اسباق پڑھانے بیٹھ جاتے اور 12-1 بجے تک پڑھاتے۔ پھر ظہر سے لے کر عصر تک پڑھاتے۔ اس طرح روزانہ آپ 22,24 اسباق پڑھاتے۔ پھر آپ کی ہمت پر داد دیجئے کہ آپ رات کو گاؤں گاؤں جا کر تقریر فرماتے، کیا مجال کہ دن کو کوئی سبق ناغہ ہو جائے۔ اس طرح دن کو آپ پڑھاتے اور رات کو تبلیغ کا سلسلہ شروع رہتا۔

بحیثیت مفتی

چونکہ ہری پور ہزارہ کے علاقہ میں فتویٰ کا رواج تھا لہذا آپ فتویٰ نویسی کا بھی کام کرتے تھے۔ علاقہ کے بڑے پیچیدہ مسائل آپ کے پاس آتے، آپ بڑے احسن طریقے سے حل فرماتے۔ آپ کی قابلیت کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ اگر کوئی مسئلہ کسی سے حل

نہ ہوتا آپ کے پاس آتا آپ فوراً حل فرمادیتے۔ آپ کا حافظہ کمال درجہ کا تھا کہ آپ کو حوالہ جات کے لیئے کتابوں کے صفحے تک یاد تھے۔

بحیثیت مصنف

اگرچہ بے انتہا مصروفیت کی بنا پر آپ کو زیادہ تصنیف کا موقع نہ ملا۔ لیکن آپ کے اندر تصنیف کی صلاحیت بھی موجود تھی۔ میرے طالب علمی کے زمانہ میں ہری پور ہزارہ میں آپ نے مسئلہ علم غیب پر ایک رسالہ تحریر فرمایا۔ جس میں مخالفین کے اعتراضات کے آپ نے دندان شکن جواب تحریر فرمائے اور علم غیب کے مسئلہ پر آپ نے عقلی نقلی دلائل پیش کیے، جن کا آج تک مخالفین جواب نہ دے سکے، اس سے آپ کا علمی مقام ظاہر ہوتا ہے۔ وہ رسالہ آج بھی میرے پاس موجود ہے۔

بحیثیت خطیب

تقاریر کا سلسلہ تو پاکپتن سے ہی شروع تھا۔ وہاں آپ ایک مسجد میں جمعۃ المبارک کا خطبہ دیتے اور مختلف مساجد میں تقریر فرماتے لیکن یہ تقریر کا سلسلہ ہری پور ہزارہ آنے کے بعد زیادہ ہوگیا۔ اس علاقہ میں دیوبندیت زیادہ تھی۔ جو لوگ سُنی تھے وہ بھی پکے سُنی نہ تھے۔ آپ کی تقریر بڑی مدلل ہوتی تھی جس سے آپ نے علاقہ کی کایا پلٹ دی اور ہر طرف سنیت کا ڈنکا بجنے لگا۔ جس سے دیوبندی گھبرا گئے۔ جو کچے سُنی تھے آپ کی تقریروں سے ایسے پکے سُنی ہوئے کہ دیوبندی کا نام سننا گوارا نہ کرتے۔ ہری پور ہزارہ کے علاقہ میں سُنیت کو اُجاگر کرنے والے آپ پہلے شخص ہیں۔ اپنے تو اپنے پرائے بھی یہ کہتے سُنے گئے کہ یہ شخص بے پناہ صلاحیتوں کا مالک ہے۔ دن کو پڑھاتے ہیں اور رات کو تبلیغ کرتے ہیں۔ پہلے پہل آپ ہری پور شہر کے اندر مسجد جس میں جمعۃ المبارک کا خطبہ ارشاد فرماتے تھے، اس مسجد کا نام یاد نہیں۔ پھر آپ نے مدرسہ کی مسجد رحمانیہ میں جمعہ کا سلسلہ شروع کر دیا۔ لوگ شہر اور دیہاتوں سے جمعۃ المبارک شروع ہونے سے قبل ہی آپ کی تقریر سُننے کے لیئے مسجد میں بیٹھ جاتے۔ پورے شہر سے آپ کا مجمع زیادہ ہوتا۔ جب آپ تقریر فرماتے تو ڈرتے نہ تھے۔ اگر کوئی دیوبندی شور وغل کرتا یا جلسہ

میں حملہ کرنے کی کوشش کرتا آپ بے دھڑک تقریر فرماتے رہتے۔ ایسے مواقع تو بہت سے آئے لیکن ایک واقعہ مجھے اچھی طرح یاد ہے۔ گڑھی حبیب اللہ میں جلسہ تھا وہاں دیوبندیوں کا بڑا گڑھ تھا اس جلسہ میں مجھے بھی آپ ساتھ لے گئے کیونکہ میں اس وقت منتہی طالب علم تھا جہاں خطرہ ہوتا تھا کہ شاید کسی دیوبندی مولوی سے بات کرنی پڑے تو کبھی کبھار مجھے آپ ساتھ لے جاتے تاکہ میں حوالہ نکال کر دینے میں مدد کرسکوں۔ تو جب آپ نے اس جلسہ میں تقریر فرمائی مَیں آپ کے پیچھے بیٹھا ہوا تھا۔ اس تقریر میں آپ نے دیوبندیوں کا ایسے دلائل کے ساتھ رد فرمایا کہ دیوبندی جواب تو نہ دے سکے البتہ جلسہ پر حملہ کر دیا۔ ایک طرف سے بڑا شور ہوا۔ ایک دیوبندی بھاگتا ہوا سٹیج پر چڑھ گیا مائیک اُٹھانے کی کوشش کی لیکن آپ نے گرج دار آواز میں کہا او گستاخ ہٹ جا۔ وہ گھبرا گیا۔ جلسہ کی انتظامیہ اُسے پکڑ کر جلسہ سے باہر لے گئی۔ لیکن آپ پر کوئی پریشانی کے آثار نہ تھے۔ آپ بدستور تقریر فرماتے رہے۔

بحیثیت مناظر

آپ بڑے زبردست مناظر بھی تھے۔ مناظرہ کے داؤ پیچ سے خوب واقف تھے۔ میں نے ان سے مناظرہ رشیدیہ پڑھا اس میں آپ نے مناظرہ کے بڑے بڑے گُر بتائے، ہمیں فرماتے دیوبندی طلباء سے مناظرہ کرو۔ ہری پور ہزارہ میں سکندر پور کے اندر دیوبندیوں کا مدرسہ تھا وہاں ہم چلے جاتے ان کے اساتذہ اور طلباء سے بحثیں کرتے کبھی اختلافی مسائل میں، کبھی فنون میں، خصوصاً کافیہ میں جب ہم سوال کرتے تو وہ لاجواب ہو کر مارنے پر اتر آتے۔ ایک دفعہ ایک گاؤں گاندھیاں کا دیوبندی مولوی امتحان لینے کے لیے مدرسہ رحمانیہ ہری پور ہزارہ میں آگیا۔ وہ مولوی اپنے آپ کو بڑا پھنے خاں سمجھتا تھا، استاذی المکرم قبلہ شاہ صاحب مجھے فرمانے لگے اس کے ساتھ ایک دو ہاتھ کرنے ہیں تاکہ یہ دوبارہ امتحان لینے نہ آئے۔ میں نے عرض کی کہ مدرسہ کی انتظامیہ ناراض نہ ہو جائے، آپ نے فرمایا مدرسہ کی انتظامیہ کی آپ پروا نہ کریں اور تقریباً ہر فن میں مجھے سوال وجواب بھی بتا دیئے۔ سب سے پہلے منطق میں قطبی میر قطبی کا امتحان تھا، ممتحن صاحب نے پہلے قطبی کی عبارت سُنی پھر چند سوال

کیئے میں نے جواب دے کر ممتحن پر سوالوں کی بوچھاڑ کر دی۔ یقین جانیے وہ ایک سوال کا بھی جواب نہ دے سکا۔ گھبرا کر کہنے لگا آپ امتحان دینے آئے ہیں یا لینے آئیں ہیں۔ میں نے کہا آپ کا بھی امتحان لینا ہے آپ کتنے پانی میں ہیں۔ آپ کو آتا واتا نہیں ہے۔ آ گئے منہ اُٹھا کر امتحان لینے کے لیئے، اس سے وہ بڑا برہم ہوا۔ کہنے لگا یہ لڑکا بڑا گستاخ اور بدتمیز ہے میں امتحان نہیں لیتا۔ مسئلہ انتظامیہ تک پہنچا میری بھی بلائی ہوئی قبلہ شاہ بھی تشریف فرما تھے، آپ نے مجھے تھوڑا سا ڈانٹ کر فرمایا آپ نے آرام سے امتحان دینا ہے۔ ممتحن صاحب کہنے لگے پہلے تو میں امتحان لیتا نہیں، اگر آپ مجبور کرتے ہیں تو باقیوں کا امتحان لے لیتا ہوں اس گستاخ لڑکے کا نہیں لیتا۔ میری موجودگی میں گاندھی والی سرکار نے مدرسہ رحمانیہ کا دوبارہ رُخ نہ کیا۔

بحیثیت شیخ القرآن

میں ایک دفعہ حضرت علامہ عبدالغفور صاحب ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ سے وزیر آباد میں دورہ قرآن پڑھ چکا تھا۔ لیکن جب حضرت علامہ عبدالغفور ہزاروی نے قبلہ شاہ صاحب کی شہرت سُنی تو انہوں نے دوسرے سال دورۂ قرآن کے لیے قبلہ شاہ کو دعوت دے دی۔ میں بھی آپ کے ساتھ دورہ کے لیے وزیر آباد حاضر ہوا۔ آپ نے اس دورہ میں بڑی ہمت کی، طلباء بڑے متاثر ہوئے۔ آپ نے اس دورۂ قرآن میں تقریباً ہر مسئلہ پر بڑے تحقیقی بحثیں تحریر کروائیں، جنہیں دیکھ علامہ ہزاروی صاحب کو کہنا پڑا کہ شاہ صاحب بڑے قابل آدمی ہیں۔ آپ ہر سال چکوال میں دورۂ قرآن کرواتے تھے۔ بہر حال استاذی المکرم بڑی قابل شخصیت تھی۔ ہر فن میں دسترس حاصل تھی ایسی شخصیت صدیوں بعد ہی پیدا ہوتی ہے۔ آپ کی کمی ہمیشہ محسوس کی جائے گی۔ اللہ تعالیٰ آپ پر کروڑ ہا رحمتیں نازل فرمائے۔ آپ کے درجے بلند فرمائے۔ آمین ثم آمین۔

OOOO

حضرت علامہ پیر سیّد محمد زبیر شاہ صاحب علیہ الرحمہ

مولانا طارق محمود نقشبندی

شخصیت شناسی وقدر شناسی ہر کاہ و مہ کا کام نہیں، یہ کچھ گنے چنے عالی ظرف، صاحب بصیرت حضرات ہوتے ہیں جنہیں اللہ رب العزت نے زمانہ واہل زمانہ کی نبض شناسی کی صلاحیت عطا کر رکھی ہوتی ہے۔ یہ حقیقت شناس جب کسی کے متعلق کوئی مثبت تبصرہ یا موزوں رائے قائم کرتے ہیں تو اس ممدوح کی قدر وحیثیت کا صحیح تعین ہو جاتا ہے۔ اوراس ممدوح کے بارے میں عوام الناس کے حسن ظن کو یقین کی سند حاصل ہو جاتی ہے۔

اس لیئے راقم شیخ القرآن والحدیث حضرت علامہ پیر سیّد محمد زبیر شاہ صاحب علیہ الرحمہ کے متعلق ملک پاکستان بلکہ عالم اسلام کی دو مسلمہ شخصیات کے ارشادات نذر قارئین کرتا ہے۔ میری مراد کشور تدریس کے بے تاج بادشاہ، سلسلہ خیر آبادی کے بے مثال امین، امام المناطقہ حضرت علامہ عطاء محمد بندیالوی رحمۃ اللہ علیہ اور قائد ملت اسلامیہ امام الشاہ احمد نورانی صدیقی علیہ الرحمہ ہیں۔

علاقہ سرگودھا موضع سد شہانی کے سیّد اسد الحسن شاہ صاحب بیان کرتے ہیں کہ میں کچھ ساتھیوں کے ہمراہ علامہ بندیالوی علیہ الرحمہ کی بیمار پرسی کے لیئے گیا۔ گفتگو کے دوران حضرت شیخ القرآن پیر سیّد محمد زبیر شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا ذکر ہوا،تو علامہ بندیالوی صاحب نے فرمایا!

''ہاں! شاہ صاحب بہت ہی بڑے عالم تھے''

عالمی ایوارڈ یافتہ قاری علی اکبر نعیمی صاحب جو کہ آج مورخہ ۷ جنوری ۲۰۲۲ء بقید حیات ہیں۔ بیان کرتے ہیں کہ میں نے علامہ امام الشاہ احمد نورانی صدیقی رحمۃ اللہ علیہ کو بتایا کہ

چکوال والے شیخ القرآن پیر سید محمد زبیر شاہ صاحب انتقال کر گئے ہیں، تو امام نورانی نے فرمایا!

''شاہ صاحب جیسی شخصیات صدیوں بعد پیدا ہوتی ہیں، بلاشبہ وہ بہت ہی بڑے اور مستند عالم دین تھے، اللہ تعالیٰ ان کے درجات بلند فرمائے''

امام شاہ احمد نورانی علیہ الرحمہ ان کی تعزیت کے لئے جامعہ اسلامیہ غوثیہ چکوال تشریف لائے، جمعہ کا دن تھا۔ آپ نے حضرت شیخ القرآن کی دینی و ملی خدمات کو اپنے خطاب میں خوب سراہا اور نماز جمعہ کی امامت بھی فرمائی۔

راقم الحروف کو تقریباً گیارہ سال کی عمر سے حضرت شیخ القرآن کے ساتھ آشنائی ہے، جب اپنے والد گرامی کے ساتھ ہر سال میلاد پاک کے سالانہ جلسوں میں شرکت کے لئے جایا کرتا تھا، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے فضل فرمایا اور ۱۹۸۶ء میں باقاعدہ دورہ تفسیر القرآن پڑھنے کا موقع نصیب ہوا تو آپ کے علمی جاہ و جلال، دینی حمیت و غیرت کا بے حجاب نظارہ و مشاہدہ کیا۔

بحالت روزہ، بلا وقفہ ہر روز تقریباً نو گھنٹے مسلسل تن تنہا پڑھانا، آپ کے جذبہ صادقہ اور کرامت کی کھلی دلیل ہے۔ آپ کی برجستہ حاضر جوابی کا کوئی جواب نہ تھا۔ ایک دفعہ بدعت کے موضوع پر گفتگو کرتے ہوئے فرمایا کہ:

وہابی دیوبندی کہتے ہیں ''كُلُّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ وَكُلُّ ضَلَالَةٍ فِي النَّارِ'' کہ ہر بدعت گمراہی ہے اور ہر گمراہی دوزخ میں لے جانے والی ہے۔ تو پھر دیوبندیوں، وہابیوں کو گاڑی وجہاز پر سفر نہیں کرنا چاہیے کہ یہ بدعت ہیں، کیوں کہ نبی کریم علیہ الصلاۃ والسلام کے زمانہ اقدس میں یہ سواریاں نہیں تھیں۔ اس مثال پر سوال اٹھاتے ہوئے ایک طالب علم نے کہا کہ استاذ جی! بدعت کا مسئلہ سمجھانے کے لیے یہ مثال درست نہیں ہے، کیوں کہ یہ ایک شرعی مسئلہ ہے اور گاڑی وجہاز پر سفر یہ ایک دنیوی معاملہ ہے۔ حضرت شیخ القرآن نے برجستہ فرمایا!

''یہ بتاؤ! کہ اسلام مکمل ضابطہ حیات ہے کہ نہیں؟ طالب علم نے عرض کیا بے شک اسلام مکمل ضابطہ حیات ہے۔ آپ نے فرمایا! مولانا ضابطہ حیات الفاظ کے کیا معنی ہیں؟ جواباً

طالب علم نے کہا، جو زندگی کے مکمل طریقے بتائے۔ آپ علیہ رحمہ نے فرمایا اب ضابطہ حیات میں گاڑی اور جہاز وغیرہ جدید سواریاں آگئی ہیں، تو جو اسلام جدید سواریوں پر سفر کرنے کے متعلق کچھ نہیں بتا سکتا وہ مکمل ضابطہ حیات نہ ہوا۔ لہٰذا ماننا پڑے گا کہ ہر نئی ایجاد ہونے والی چیز ایسی بری گمراہی نہیں جو دوزخ میں لے جائے بلکہ ہر نئی ایجاد کو اسلامی اصولوں پر تولیں اور پرکھیں گے، اگر اسلامی اصول قوانین سے ٹکرائے تو ناجائز ہوگی اور اگر اسلامی اصول و مزاج کے خلاف نہ ہو بلکہ اسلامی افکار و تعلیمات کے ابلاغ و فروغ میں ممد و معاون ہو، عوام الناس اور دیگر ہر طرح کی مخلوق کے لئے جائز سہولت راحت اور امن آشتی کا باعث ہو تو بلاشبہ وہ بدعت حسنہ ہوگی جس پر موجد کے لئے اجر بھی ہے۔

فلاسفہ ملحدہ کے رد میں دندان شکن اسلامی فلسفہ کے موجدین امام غزالی، امام رازی، امام جلال الدین رومی صاحب مثنوی علیہم الرحمہ کے پاک و ہند میں اسلامی فلسفہ کے امین خاص و مبلغ، علماء خیر آبادی کے ممتاز شاگردوں میں اسلامی فلسفی تاریخی علوم کا عظیم استعارہ علامہ بدھوی علیہ الرحمہ کی ذات گرامی بھی ہے، جنہوں نے پاکستان کے شہر ٹیکسلا کی چھوٹی سی بستی "بدھو" میں بیٹھ کر اسلامی فلسفہ کی خیر آبادی وراثت خوب خوب تقسیم فرمائی، پاکستان کا شائد ہی کوئی فلسفی عالم ہو جو علامہ بدھوی علیہ الرحمہ تک نہ پہنچا ہو۔

آستانہ عالیہ سیال شریف کے فرزند جمعیت علماء پاکستان کے سابق صدر شیخ الاسلام حضرت خواجہ قمر الدین سیالوی رحمۃ اللہ علیہ جیسی عظیم شخصیت بھی فلسفہ میں علامہ بدھوی علیہ الرحمہ کی خوشہ چیں تھے۔ حضرت علامہ شیخ القرآن پیر سیّد محمد زبیر شاہ رحمۃ اللہ علیہ نے بھی حضرت ممدوح علامہ بدھوی علیہ الرحمہ سے اسلامی فلسفہ کا حظ وافر حاصل کیا۔ یہی وجہ ہے کہ جب بھی کوئی شخص آپ کو کسی مسئلہ میں تردد و شک میں ڈالنے کی کوشش کرتا تو حضرت شیخ القرآن علیہ الرحمہ فوراً فرماتے!

"میں نے جو پڑھا ہے اس پر یقین ہے، مجھے پھسلانے کی ناکام کوشش کر کے وقت ضائع مت کرو"

حضرت شیخ القرآن تدریس و تبلیغ، کردار و تحریک، چوکنا پن اور بیدار مغزی میں بطل حریت امام فضل حق خیر آبادی علیہ الرحمہ کے طرز و مزاج کے عکس و علم بردار رہے۔ آپ کی کتاب، حیات سستی، کاہلی، کوتاہی اور کسی بھی طرح کی غفلت وغیرہ کے عنوان رذیلہ سے مبرا، صاف اور پاک تھی بلکہ ان عیوب سے آپ کو طبعی تنفر تھا۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان بریلوی کے فروغ عشق رسول ﷺ کا خصوصی فیضان دو واسطوں، حضرت محدث اعظم پاکستان مولانا سردار احمد رحمہ اللہ علیہ اور حضرت مولانا مصطفیٰ رضا خان بریلوی رحمہ اللہ علیہ کے ذریعے آپ کو نصیب ہوا۔ اسی لئے آپ کی تدریس و تبلیغ کا آغاز و اختتام محبت و عشق رسول ﷺ پر ہوتا تھا۔ گرج دار خیر آبادی و بریلوی جذبوں نے آپ کو تدریس و تقریر کے میدانوں میں ایسا برق بار بنا دیا تھا کہ آپ کی گفتار کے آگے کمپیوٹر بھی شرم سار ہے۔

یہ کاتب السطور کی کوئی شاگردانہ محبت کے باعث مبالغہ آمیزی و ملمع کاری نہیں، بلکہ ایک ایسی روشن حقیقت کا اعتراف و تذکرہ جاری و ساری ہے۔ جس کے اب بھی ۲۰۲۲ء کو سیکڑوں نہیں ہزاروں عینی شاہد موجود ہیں۔ آپ بلاشبہ امام فضل حق خیر آبادی کی تلوار اور اعلیٰ حضرت امام بریلوی کی للکار تھے۔ تادم زیست آپ کا کردار مجاہدانہ رہا۔ آپ مصلحت سے کوسوں دور اور رخصت کے مقابل عزیمت کے راہی تھے۔ بابا فتح محمد مالی کہتے ہیں کہ آپ ان تھک جدوجہد میں فرشتہ جسم تھے۔

دینی حمیت، حریت اور غیرت آپ کا اوڑھنا بچھونا تھا، ایک دفعہ بس سٹینڈ چکوال میں ایک ہوٹل والے نے رمضان المبارک کی سرعام بے حرمتی کی، ایک آدمی نے آکر شاہ صاحب کو اس کی اطلاع دی۔ آپ جلوس لے کر ڈی سی کے پاس آئے اور لجاجت سے نہیں پُر جلال انداز میں فرمایا "یہ بے حرمتی میں بند کراؤں یا آپ کرائیں گے"

استغنا تو اس قدر کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا کہ نہ آئے کی خوشی نہ گئے کا غم تھا۔ سخاوت کا یہ عالم کہ بھیک مانگنے والے مدرسہ میں دوران تدریس بھی آجایا کرتے تھے، آپ بغیر گننے کے

جو نوٹ ہاتھ میں آتا نکال کر دے دیتے۔ نہ نوٹ کی طرف دیکھتے نہ ہی تدریس روکتے۔

محرم، میلاد، معراج اور بڑی گیارہویں شریف کی سالانہ تقریبات پر کھانا واضح بطور مہمان نوازی نہیں بلکہ بطور خیرات ہوتا۔ جلسہ سے قبل ہی لنگر شروع ہو جاتا جو اختتام جلسہ تک جاری رہتا، دوران جلسہ بار بار اعلان بھی کیا جاتا کہ جس نے کھانا نہیں کھایا ساتھ والی حویلی میں کھانا و لنگر تناول کر لے۔ حاضرین بغیر کسی شرمندگی کے کئی بار کھانا کھاتے۔ اس جہت سے بھی آپ نے نہ صرف اپنے آبائی گاؤں "لنگر" کی تاریخ کو عزت بخشی ہے بلکہ مدرسہ کے لنگر کی عظمت کو بھی معراج عطا کی ہے۔ آپ فرماتے کہ اس قدر وسیع لنگر کا اہتمام اس لئے کرتا ہوں کہ کوئی سُنی پیٹ پوجا کے لئے وہابیوں، شیعوں کی مجالس میں جا کر اپنا عقیدہ خراب نہ کر لے۔

مذہب مہذب حق اہل سنت وجماعت بریلوی کے دفاع میں ہر وقت مستعد رہتے۔ آپ کا اعلان تھا کہ کہیں بھی کوئی بدمذہب کسی طرح کی کوئی چھیڑ چھاڑ کرے تو مجھ تک اطلاع پہنچانا تمہارا کام ہے اور اپنے خرچے اور ذمہ داری سے پہنچنا فقیر کا کام ہے۔ آپ ایک انقلابی شخصیت تھے اسی لئے دشمنان اہل سنت سے ہر میدان میں بڑی پامردی واستقامت سے ڈٹ کر مقابلہ کیا اور آخری حد تک ان کا تعاقب کیا بلکہ انہیں ناکوں چنے چبوائے۔

سخت جلالی مزاج کے باوجود صوفیانہ روش اختیار کرتے ہوئے، جنگ و جدال اور قتل وفساد سے اعتراض کرتے ہوئے، استشہاد واستدلال کے انبار سے اپنے مسلک کی حقانیت کا لوہا منوایا۔ ایسے ہی حضرات کے متعلق علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ نے کیا ہی خوب فرمایا ہے۔

یقین محکم، عمل پیہم، محبت فاتح عالم

جہاد زندگانی میں ہیں یہ مردوں کی شمشیریں

ملک پاکستان میں تحفظ مقام مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء، تحفظ عقیدہ ختم نبوت اور نفاذ نظام مصطفیٰ ﷺ کے لئے چلنے والی ہر تحریک میں بھرپور حصہ لیا۔ پارلیمانی انتخابات میں صرف ان امیدواروں کی حمایت کرتے جن میں پاکستان، اسلام، اور اہل سنت کی وفاداری کا جذبہ محسوس

کرتے۔ ۱۹۸۸ء کے الیکشن میں راقم نے اپنی آنکھوں سے آپ کی سیاسی بصیرت کا نظارہ کیا۔ حلقہ چکوال سے جمعیت علماء پاکستان کے ٹکٹ ہولڈر راجہ منور صاحب کی انتخابی مہم کے سلسلے میں منعقدہ جلسے "ماہال مغلاں" میں آیہ کریمہ "اِنَّ اللّٰہَ یَاْمُرُکُمْ اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمٰنٰتِ اِلٰٓی اَھْلِھَا" (سورۃ نساء آیت ۵۸، پارہ نمبر ۵) کو موضوع سخن بنایا اور حاضرین کو متنبہ کیا کہ اپنی امانتیں کسی اہل کے سپرد کرو۔ بے شک ووٹ بھی ایک امانت ہے جس کی اہل صرف اور صرف جمعیت علماء پاکستان ہے۔ لہذا ملک میں نفاذ نظام مصطفیٰ ﷺ کے لئے اس جماعت کے امیدواروں کو ووٹ دو۔

آپ کو سیاست کا شوق نہیں تھا مگر اس شعبہ سے بے خبر و بے ذوق بھی نہیں تھے۔ علامہ اقبال علیہ الرحمہ نے کیا خوب کہا ہے۔

ہے وہی تیرے زمانے کا امام برحق
جو تجھے حاضر و موجود سے بے زار کرے

OOOO

حضرت شیخ القرآن کے بعض شاگردوں کے اسمائے گرامی

حافظ محمد شاکر
اکاؤنٹنٹ و مدرس جامعہ اسلامیہ غوثیہ چکوال

مولانا سید محمد زبیر شاہ بخاری رضوی رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد، جنہوں نے آپ سے درس نظامی کی کتب مکمل یا جزوی طور پڑھیں، یا آپ کے دورہ تفسیر قرآن کریم کی مجالس میں حاضر ہوئے اور سماعت کیا، ان کی تعداد سیکڑوں میں ہے جن کے نام جامعہ اسلامیہ غوثیہ کے ریکارڈ میں محفوظ ہیں۔ جبکہ یہاں ان میں سے کچھ کے اسماء گرامی پیش ہیں:

⇦ مولانا سید محمد انور شاہ، لنگر شریف تحصیل فتح جنگ ضلع اٹک۔

⇦ مولانا سید ریاض الحسن شاہ، لنگر شریف تحصیل فتح جنگ ضلع اٹک۔

⇦ مولانا محمد ندیم سلطان، آستانہ عالیہ حضرت سخی سلطان باہو۔

⇦ مولانا حامد شاہ، اٹک۔

⇦ مولانا ریاض الدین، جامعہ معینیہ ریاض الاسلام اٹک۔

⇦ مولانا بشیر احمد اوکاڑوی، ساہیوال۔

⇦ مولانا سید حسین شاہ گردیزی، کراچی۔

⇦ مولانا شمس العارفین، ضلع و تحصیل باغ آزاد کشمیر بمقام لعل گڑھ۔

⇦ مولانا راشد علی، ضلع و تحصیل گوجرانوالہ بمقام وریال کلاں۔

⇦ مولانا ماہتاب حسین، ضلع کوٹلی تحصیل سہنسہ بمقام گہہ۔

⇦ مولانا محمد علیم چشتی، ضلع مظفر گڑھ تحصیل جتوئی ڈاک خانہ و بمقام جھنگی والا۔

⇦ مولانا محمد اعظم چشتی، ضلع و تحصیل خوشاب ڈاک خانہ جوہر آباد۔

⇦ مولانا محمد اسلام، ضلع چکوال تحصیل تلہ گنگ ڈاک خانہ مصریال۔
⇦ مولانا عبدالرشید، ضلع چکوال تحصیل تلہ گنگ ڈاک خانہ کوٹیڑہ۔
⇦ مولانا محرم خان، آف نرگی تحصیل تلہ گنگ۔
⇦ مولانا مقصود احمد، مہرو پیلو تحصیل چکوال۔
⇦ مولانا محمد رمضان، صاحبوال تحصیل شاہ پور ضلع سرگودھا۔
⇦ مولانا محمد شفیق، بھاری کلاں تحصیل چکوال۔
⇦ مولانا سید قدرت اللہ شاہ ولد محمود شاہ، مظفر آباد آزاد کشمیر۔
⇦ مولانا عبدالقیوم، جامع مسجد غوثیہ مردان۔
⇦ مولانا حافظ بشیر الدین، نیلہ تحصیل ضلع چکوال۔
⇦ مولانا سید عابد حسین شاہ، سرگودھا۔
⇦ مولانا محمد صغیر نقشبندی، گز لنگا ڈاک خانہ کلریان تحصیل کہوٹہ ضلع راولپنڈی۔
⇦ مولانا سید وحید شاہ گیلانی، بمقام وڈاکخانہ کنیٹ خلیل تحصیل گوجر خان ضلع راولپنڈی۔
⇦ مولانا سید یحییٰ بخاری، بمقام وڈاکخانہ اتی سر تحصیل عیسیٰ خیل ضلع میانوالی۔
⇦ مولانا محمد قاسم، آف سونڈکی ڈاک خانہ کوٹ دادو خان تحصیل اٹک۔
⇦ مولانا حافظ محمد صابر، سونڈکی ڈاک خانہ کوٹ دادو خان تحصیل اٹک۔
⇦ مولانا قاضی نور الحق، سونڈکی ڈاک خانہ کوٹ دادو خان تحصیل اٹک۔
⇦ مولانا سید اجمل حسین شاہ، آف لنگر شریف تحصیل فتح جنگ ضلع اٹک۔
⇦ مولانا قاضی انوار الحق، ڈھاب کلاں چکوال۔
⇦ مولانا محمد شکیل، موہڑہ اعوان تحصیل چکوال۔
⇦ مولانا خالد محمود، تھنیل فتوحی تحصیل چکوال۔
⇦ مولانا عرفان الحق، قطبال تحصیل فتح جنگ۔
⇦ مولانا محمد مشتاق، جہاں آباد تحصیل اٹک۔

⇦ مولانا طاہر محمود، جہاں آباد تحصیل اٹک۔
⇦ مولانا حبیب الرحمٰن ولد خلیل الرحمٰن، منیہ کلاں مظفر آباد تحصیل وضلع ایبٹ آباد۔
⇦ مولانا اللہ بخش، آف دیدن ڈاک خانہ کوٹ نجیب اللہ تحصیل ہری پور ضلع ایبٹ آباد۔
⇦ مولانا سید عظمت حسین شاہ، آف چک مصری تحصیل وضلع اسلام آباد۔
⇦ مولانا سید مجاہد حسین شاہ ولد سید یعقوب شاہ، ملکوال تحصیل پھالیہ ضلع گجرات (منڈی بہاء الدین)۔
⇦ مولانا بشیر احمد چشتی سیالوی، ملکوال تحصیل پھالیہ ضلع گجرات (منڈی بہاء الدین)۔
⇦ مولانا خلیل الرحمٰن، ضلع پونچھ تحصیل پلندری برانچ پوسٹ آفس اسلام پورہ۔
⇦ مولانا عتیق احمد، بمقام وڈاک خانہ بکھاری کلاں تحصیل چکوال۔
⇦ مولانا حافظ ظفر اقبال، بمقام رعنہ سادات تحصیل چکوال۔
⇦ مولانا قاضی نثار الحق صدیقی، بھکری روڈ چکوال شہر۔
⇦ مولانا سید کشور حسین شاہ، لنگر تحصیل فتح جنگ ضلع اٹک۔
⇦ مولانا محمد حنیف رضوی، بمقام ماہال مغلاں تحصیل وضلع چکوال۔
⇦ مولانا حافظ سجاد حسین، ربال تحصیل وضلع چکوال۔
⇦ مولانا محمد آصف، کوٹ سارنگ تلہ گنگ۔
⇦ مولانا نذیر احمد، ڈاک خانہ واں بھچراں تحصیل وضلع میانوالی۔
⇦ مولانا سید عبدالرزاق شاہ ولد سید باقر شاہ، کونگلہ شریف تحصیل تلہ گنگ۔
⇦ مولانا اللہ بخش چشتی، بمقام دیدن ڈاک خانہ کوٹ نجیب اللہ ہری پور۔
⇦ مولانا محمد رفاقت، سکنہ لکھر تحصیل فتح جنگ ضلع اٹک۔
⇦ مولانا محمد افضل شاہ ولد محمد شاہ، بمقام ڈاک خانہ قریشی تحصیل پنڈی گھیب اٹک۔
⇦ مولانا محمد ظفر اقبال، بمقام تخت خرد تحصیل گوجر خان ضلع راولپنڈی۔
⇦ مولانا حافظ اللہ دتہ، بمقام وفر تحصیل پھالیہ ضلع گجرات (منڈی بہاء الدین)۔

⇦ مولانا رحیم اللہ، تحصیل ہٹیاں ضلع مظفر آباد۔

⇦ مولانا سید آفتاب حسین شاہ، آف ملکوال تحصیل پھالیہ ضلع گجرات (منڈی بہاء الدین)۔

⇦ مولانا شاہ غلام بہاول الحق ولد پیر فضل شاہ، چک نمبر ۹۰ ماکلاوالا سرگودھا۔

⇦ مولانا محمد عبداللہ ولد محمد خان، ایران سستان بلوچستان۔

⇦ مولانا جاوید اقبال، بمقام ملکاں والا تحصیل وضلع فیصل آباد۔

⇦ مولانا طارق محمود، بمقام ڈنوئی تحصیل کہوٹہ ضلع راولپنڈی۔

⇦ مولانا سید بنیاد علی شاہ، آف لوہار گلی میراں سیداں تحصیل وضلع مظفر آباد۔

⇦ مولانا سید لقمان شاہ ولد سید حلیم شاہ، لنگر شریف ضلع اٹک۔

⇦ مولانا سید مراتب علی شاہ ولد سید محمد زبیر شاہ لنگر شریف اٹک۔

⇦ مولانا محمد ریاض الحسن، بمقام کھنانہ جھیموں تحصیل پھالیہ ضلع گجرات۔

⇦ مولانا نور حسین ولد محمد خان، بمقام گلیاں کلاں تحصیل پنڈی گھیب ضلع اٹک۔

⇦ مولانا محمد رمضان، بمقام گلیاں کلاں تحصیل پنڈی گھیب ضلع اٹک۔

⇦ مولانا محمد ابوبکر ولد حافظ نذیر احمد، بمقام ڈھیر تحصیل پھالیہ۔

⇦ مولانا گل محمد ولد عبداللہ، بمقام بالاکوٹ ڈاک خانہ ننگیال تحصیل کوٹلی۔

⇦ مولانا غلام داؤد ولد گل خان، بمقام بارو وانڈہ ڈاک خانہ لکی مروت تحصیل وضلع بنوں۔

⇦ مولانا نیاز محمد ولد میاں شہاب الدین، لنگڑیال تحصیل منچن آباد ضلع بہاول نگر۔

⇦ مولانا گل محمد ولد نور خان، بمقام تنے خیل ڈاک خانہ سپیرہ تحصیل گورگن ضلع کابل۔

⇦ مولانا ڈاول خان ولد بادشاہ خان، بمقام تنے خیل ڈاک خانہ سپیرہ تحصیل گورگن ضلع کابل۔

⇦ مولانا فضل خان ولد جیم خان، بمقام تنے خیل ڈاک خانہ سپیرہ تحصیل گورگن ضلع کابل۔

- ⇦ مولانا محمد آزاد ولد محمد خان، بمقام رہنہ تحصیل و ضلع چکوال۔
- ⇦ مولانا عبدالرزاق ولد نور حسین، بمقام وڈاک خانہ بھگوال تحصیل و ضلع چکوال۔
- ⇦ مولانا سراج خان ولد نجم خان، بمقام بھون تحصیل و ضلع چکوال۔
- ⇦ مولانا مختار احمد ولد حافظ غلام رسول، بمقام چکوڑہ تحصیل و ضلع چکوال۔
- ⇦ مولانا صوفی اختر حسین ولد خان بہادر، رہتہ پانی تحصیل پلندری ضلع پونچھ۔
- ⇦ مولانا حافظ عبدالرحمٰن ولد لال خان، بمقام وڈاک خانہ چورہ شریف تحصیل پنڈی گھیب ضلع اٹک۔
- ⇦ مولانا مقصود احمد ولد نور حسین، ڈاک خانہ چلونا تحصیل و ضلع کوٹلی میر پور ڈاک خانہ براہی۔
- ⇦ مولانا حافظ سفیر احمد ولد محمد خان، چورہ شریف۔
- ⇦ مولانا نثار احمد ولد نور محمد خان، بمقام کوٹلی آزاد کشمیر۔
- ⇦ مولانا محمد معروف ولد محمد درویش، بمقام وڈاک خانہ سنگڑا تحصیل مانسہرہ ضلع ہزارہ۔
- ⇦ مولانا محمد ظہور الاسلام ولد حاجی محمد عبداللہ، بمقام فرید کسر تحصیل و ضلع چکوال۔
- ⇦ مولانا محمد گلستان ولد محمد خان، بمقام ڈھاب بڑی تحصیل و ضلع چکوال۔
- ⇦ مولانا محمد اشرف ولد قطب الدین، تحصیل و ضلع کوٹلی ڈاک خانہ ڈونگی بمقام وھنہ آزاد کشمیر۔
- ⇦ مولانا عالم دین ولد کرم دین، تحصیل و ضلع مظفر آباد ڈاک خانہ دومیل بمقام اگاں۔
- ⇦ مولانا محمد اقبال سیالوی ولد اللہ بخش، بمقام پرانا بھلوال ضلع سرگودھا۔
- ⇦ مولانا محمد رمضان ولد محمد رحمت علی، بمقام ہری ہرہ ڈاک خانہ برج کلاں تحصیل و ضلع قصور۔
- ⇦ مولانا عطاالمصطفیٰ ولد نواب خان، بمقام بسال تحصیل پنڈی گھیب ضلع اٹک۔
- ⇦ مولانا عبدالقیوم ولد محمد رمضان، بمقام پلی تحصیل ہری پور ضلع ایبٹ آباد۔

- مولانا ریاض حسین شاہ ولد سید سرور شاہ، بمقام خیر پور ضلع ایبٹ آباد۔
- مولانا قاری نور محمد ولد فتح محمد، بمقام مصروٹ شریف تحصیل تلہ گنگ ضلع چکوال۔
- مولانا انوار خان ولد نصیب خان، بمقام کھنڈوعہ تحصیل پنڈ دادن خان ضلع جہلم۔
- مولانا حافظ غلام دین ولد فضل کریم، ڈاک خانہ جلوال تحصیل پنڈی گھیب اٹک۔
- مولانا مختار احمد صابری ولد عبد الغفار، تحصیل و ضلع فیصل آباد جامعہ رضویہ مظہریہ۔
- مولانا محمد امیر خان، تحصیل فتوحی چکوال۔
- مولانا حافظ غلام مصطفیٰ، محلہ عثمانیہ چکوال۔
- مولانا محمد سلیمان نوری، رہنہ چکوال۔
- مولانا عبد الرحمٰن، بمقام گوریا ڈاک خانہ ملکوال تحصیل تلہ گنگ چکوال۔
- مولانا محمد عبد القیوم چشتی، بمقام و تحصیل فتح جنگ اٹک۔
- مولانا حافظ محمد ریاض، بمقام سکندر پور ڈاک خانہ احمد پور۔
- مولانا محمد یوسف، بمقام اچھری تحصیل پنڈی گھیب اٹک۔
- مولانا محمد اختر باسطی، بمقام حطار تحصیل ہری پور ضلع ہزارہ۔
- مولانا محمد اسحاق، بمقام ڈاک خانہ بسال شریف تحصیل پنڈی گھیب۔
- مولانا غلام مجتبیٰ، بمقام بیلہ ڈاک خانہ جنڈ تحصیل پنڈی گھیب ضلع اٹک۔
- مولانا محمد رضا المصطفیٰ، بمقام و ڈاک خانہ ڈنگہ تحصیل کھاریاں ضلع گجرات۔
- مولانا محمد بشیر شاکر، بمقام و ڈاک خانہ امر کلاں ضلع گجرات۔
- مولانا عبد الغفور، بمقام و ڈاک خانہ بلھے بالا تحصیل و ضلع چکوال۔
- مولانا صاحبزادہ سلطان فیاض الحسن دربار عالیہ سلطان باہو ضلع جھنگ۔
- مولانا سید مزمل شاہ، بمقام بکھاری کلاں چکوال۔
- مولانا قاری نور الحسن ولد حافظ محمد نواز، بمقام سرحالی تحصیل تلہ گنگ ضلع چکوال۔
- مولانا حافظ محمد سعید، اٹک۔

⇦ مولانا مفتی محمد الیاس، وادی سون خوشاب۔

⇦ مولانا گل شہزاد، واہ کینٹ۔

⇦ مولانا مفتی محمد طیب، کہ نور کوٹ شور کوٹ۔

⇦ مولانا محمد رفیق ولد محمد دین، پنڈی گھیب ضلع اٹک۔

⇦ مولانا سید احمد یوسف شاہ ہزاروی بمقام وڈاک خانہ بلند کوٹ تحصیل بٹ گرام ضلع مانسہرہ۔

⇦ مولانا سید ابوعبید شاہ، ضلع اٹک بمقام لنگر شریف فتح جنگ۔

⇦ مولانا عبدالقیوم نوشاہی، جامعہ اسلامیہ فاروقیہ فیصل آباد۔

⇦ مولانا قاری محمد اسلم سیالوی، جامع مسجد بھلوال ضلع سرگودھا۔

⇦ مولانا محمد ممتاز مغل، میر پور آزاد کشمیر چک سواری۔

⇦ مولانا محمد اسمٰعیل، بمقام جودھ تحصیل فتح جنگ ضلع اٹک۔

⇦ مولانا حافظ غلام صفدر، سر کال مارٗ چکوال۔

⇦ مولانا محمد نصیر، بمقام کھارا تحصیل پنڈ دادن خان ضلع جہلم۔

⇦ مولانا حاجی نواب الدین، تحصیل چونیاں ضلع لاہور۔

⇦ مولانا محمد سلیمان، بمقام رہنہ تحصیل چکوال۔

⇦ مولانا حافظ محمد سعید، بمقام راولپنڈی۔

⇦ مولانا حبیب اللہ ولد عبدالرحیم، مضافات قندھار افغانستان۔

⇦ مولانا مسعود الرحمٰن صادق ولد محمد جی، بمقام کلاں ڈاک خانہ جبی کسراں ضلع اٹک۔

⇦ مولانا حبیب الحق، پشاور۔

⇦ مولانا ملک محمد بوستان، بھوکھر زیر تحصیل چکوال۔

⇦ مولانا حافظ اللہ دین، بمقام کوٹ چھچھی ضلع اٹک۔

⇦ مولانا عبدالحمید، بمقام کھڑپہ تحصیل پنڈی گھیب۔

- مولانا پروفیسر غلام مصطفیٰ، جامع مسجد عثمانیہ بغدادیہ چکوال۔
- مولانا ظہور احمد، بمقام ڈھرنال تحصیل تلہ گنگ۔
- مولانا خان بہادر، بمقام مانسہرہ ضلع ہزارہ۔
- مولانا حافظ محمد نواز، ضلع اٹک تحصیل جنڈ ڈاک خانہ بسال۔
- مولانا عبدالغفار، ضلع وتحصیل راولپنڈی ڈاک خانہ جھونگل۔
- مولانا محمد صدیق، ضلع چکوال تحصیل تلہ گنگ ڈاک خانہ مورت۔
- مولانا شاہد منصور، تحصیل وضلع راولپنڈی چوہڑ ہڑپال پشاور روڈ۔
- مولانا محمد لطیف، ضلع چکوال تحصیل تلہ گنگ ڈاک خانہ کوٹ سارنگ۔
- مولانا عبدالواحد، ضلع اٹک تحصیل جنڈ ڈاک خانہ اچھری۔
- مولانا محمد منیر ہاشمی، ضلع مانسہرہ بمقام وڈاک خانہ مانسہرہ۔
- مولانا ممتاز حسین، ضلع چکوال تحصیل تلہ گنگ۔بمقام چکوالیاں۔
- مولانا محمد الیاس قادری، تحصیل وضلع ہری پور بمقام ڈاک خانہ بھرکوٹ۔
- مولانا نصیر الدین، بمقام وڈاک خانہ سرگ تحصیل پنڈی گھیب ضلع اٹک۔
- مولانا زبیر سلطان، بمقام ڈھوک بلوچ ڈاک خانہ امیر خان تحصیل پنڈی گھیب ضلع اٹک۔
- مولانا قاری محمد یونس، بمقام کھوئی رٹہ تحصیل وضلع کوٹلی آزاد کشمیر۔
- مولانا زاہد بیگ، علامہ اقبال سول ہاسٹل نیو بلڈنگ سیالکوٹ۔
- مولانا محمد نعیم، بمقام کوٹہرہ تحصیل تلہ گنگ ضلع چکوال۔
- مولانا محمد جاوید، ڈاک خانہ اچھری تحصیل جنڈ ضلع اٹک۔
- مولانا زاہد محمود اختر، بمقام وڈاک خانہ بڈھیال تحصیل تلہ گنگ ضلع چکوال۔
- مولانا محمد علی الرحمٰن ولد مسعود الرحمٰن، بمقام خاص کیاں شریف ڈاک خانہ کنڈل شاہی تحصیل اٹھمقام ضلع مظفر آباد آزاد کشمیر۔

⇦ مولانا مقصود احمد ولد نور حسین، بمقام پراہی تحصیل و ضلع کوٹلی۔

⇦ مولانا گل شہزاد، واہ کینٹ۔

⇦ مولانا مفتی طیب، کوہ نور کوٹ شور کوٹ۔

⇦ مولانا حافظ سعید، اٹک۔

⇦ مولانا فضل احمد ولد صالح محمد، کسلیان۔

⇦ محمد بشیر القادری ولد غلام نبی، بمقام سیدپہ ڈاک خانہ ہٹل تحصیل و ضلع مظفر آباد۔

⇦ علامہ عبد القیوم، جامعہ مہریہ غوثیہ راولپنڈی۔

⇦ حکیم محمد خلیل الرحمن، بمقام اٹھ مقام ضلع مظفر آباد آزاد کشمیر۔

⇦ سید فدا حسین شاہ ولد سید سبطین شاہ، بمقام کٹھالہ شیر انوالہ روڈ ضلع و تحصیل ایبٹ آباد۔

⇦ محمد اشرف ولد قطب الدین، ضلع و تحصیل کوٹلی بمقام وھنہ آزاد کشمیر۔

⇦ محمد صغیر ولد محمد حنیف، بمقام آزر بازہ تحصیل باغ ضلع پونچھ آزاد کشمیر۔

⇦ مولانا عالم دین، بمقام رانوال شریف تحصیل و ضلع آزاد کشمیر۔

⇦ ماسٹر محمد سعید ولد محمد یوسف، بمقام بکہ جبی تحصیل ہری پور ضلع ایبٹ آباد۔

⇦ حافظ ناز احمد، بمقام راوی ہموڑہ تحصیل باغ ضلع پونچھ آزاد کشمیر۔

⇦ علامہ محمد یعقوب ہزاروی، ہری پور ہزارہ۔

⇦ مولانا سید عصمت اللہ شاہ، میانوالی۔

⇦ مولانا محمد صدیق ہزاروی، ہری پور ہزارہ۔

⇦ قاری شجاع الدین، رتہ شریف چکوال۔

⇦ قاری شعاع الدین، رتہ شریف چکوال۔

⇦ مولانا محمد صادق، لاہور۔

⇦ حافظ محمد طفیل، جنڈ اٹک۔

⇦ قاری کرم الٰہی، غوثیہ رضویہ جنڈ اٹک۔

- مولانا حافظ سردار علی خان، واہ کینٹ۔
- مولانا عبدالصبور، جامعہ غوثیہ جوہڑ ہڑیال تونسہ شریف اٹک۔
- مولانا عبدالغفور، کریمہ شریف اٹک۔
- مولانا محمد عرفان، میر خان فتح جنگ اٹک۔
- مولانا اکرام اللہ زاہد، منڈی بہاء الدین۔
- حاجی محمد نعیم، اجڑی جنڈ اٹک۔
- قاری غلام مجتبیٰ، اجڑی جنڈ اٹک۔
- مولانا محمد بشیر، لاہور۔
- محمد یاسین، لاہور۔
- صوفی فرزند علی۔
- صاحبزادہ محمد صفدر، قصور۔
- مولانا احمد یار، بہاولپور۔
- مولانا احمد خان، بنوں۔
- مولانا محمد عظیم، پلندری۔
- مولانا غلام نبی، مانسہرہ۔
- مولانا محمد صادق، ہری پور۔
- حافظ محمد عنایت، گجرات۔
- مولانا محمد یٰسین، برطانیہ۔

OOOO

علّامہ سیّد زبیر شاہ صاحب چکوال

عرفان رضوی

اے زبیر خوش سخن	علم تیرا بانکپن
گلشنِ اسلام کا	تو ہے اِک تازہ سمن
علم و فن کا اے زبیر	تجھ سے ہے رنگیں چمن
کشورِ اسلام میں	تو ہے اِک مشکِ ختن
دردِ ملّت کی زبیر	تیرے دل میں ہے چبھن
تیری ذاتِ حُسن سے	ہے خطابت کی پھبن
ہے ترے انوار سے	پُر ضیا میرا وطن
قلبِ عرفان میں زبیر	رہتی ہے تیری لگن

(حوالہ: سحابِ کرم، شعری مجموعہ، عرفان رضوی، اشاعت ۱۹۹۱ء بزمِ نعت پبلی کیشنز راول پنڈی، صفحہ ۱۷۲)

oooo

قطعہ تاریخ رحلت

عالی قدر پیر سید محمد زبیر شاہ ۱۴۱۹ھ

پاک باطن استاذ العلماء ۱۴۱۹ھ

از قلم صاحبزادہ پیر فیض الامین فاروقی ایم۔اے
مونیاں شریف ضلع گجرات

لٹ گیا صبر و سکوں آرام جاں رخصت ہوا ۔۔۔ ایک یکتا قائدِ اسلامیاں رخصت ہوا

چھا گئے رنج والم کے گہرے بادل چار سو ۔۔۔ محفلِ عشاق کا روحِ رواں رخصت ہوا

صاحب نور بصیرت حضرت سیّد زبیر ۔۔۔ عزم و استقلال کا کوہ گراں رخصت ہوا

علم کے گلزار میں دور خزاں کا ہے گزر ۔۔۔ حکمت و دانش کا بحرِ بے کراں رخصت ہوا

جمعہ کا وہ روز تھا ماہ محرم کی تھی چار ۔۔۔ دے کے وہ، داغ جدائی ناگہاں رخصت ہوا

خستہ جاں فیض الحسن ہیں شہ مراتب اور ریاض ۔۔۔ ان کے سر سے وہ مبارک سائباں رخصت ہوا

طالبان علم و حکمت رو رہے ہیں زار زار ۔۔۔ دیدہ ور، عقدہ کشا، شیریں دہاں رخصت ہوا

کون سمجھا پائے گا اب جرح کے مشکل مقام ۔۔۔ کاشف اسرار تھی جس کی زباں رخصت ہوا

گتھیاں تعدیل کی اک پل میں کرتا تھا جو حل ۔۔۔ وہ مفکر، مجتہد، تفسیر داں رخصت ہوا

ظاہری و باطنی ہر علم پہ حاوی تھا وہ ۔۔۔ صرف اک انساں نہیں اک کارواں رخصت ہوا

ضیغم اسلام تھا وہ اہل سنت کا زعیم ۔۔۔ اختر دیں، دیدہ ور دیدہ دلاں رخصت ہوا

خائف اس کے نام سے رافضی و خارجی ۔۔۔ عظمت و شانِ نبی ﷺ کا پاسباں رخصت ہوا

حضرت شبیر کا دل ہو گیا ہے داغ داغ ۔۔۔ ان کا ایک ہمدم، محب و راز داں رخصت ہوا

صاحب تفسیر قرآں حضرت مفتی ریاض ۔۔۔ ان کا استاذ یگانہ مہرباں رخصت ہوا

تا قیامت ہو گا پورا نہ کبھی اس کا خلا ۔۔۔ تھیں ودیعت جس کو بے حد خوبیاں رخصت ہوا

تھا تبسم ریز اس کا چہرہ وقتِ دفن بھی مرحبا با صد وقار و عز و شاں رخصت ہوا

رحمت حق نے لیا آغوش میں بڑھ کر اسے زیرِ لطفِ رحمتِ ربّ جہاں رخصت ہوا

اس کی مرقد یا الٰہی نور سے معمور ہو تھا محبِّ سرورِ کون و مکاں رخصت ہوا

عاشقانِ مصطفٰے ﷺ کی موت اک اعزاز ہے دے کے یہ پیغام وہ عظمت نشاں رخصت ہوا

فکر جب فیض اللہ میں کو سال رحلت کی ہوئی

دی ندا ہاتف نے "محبوبِ جہاں رخصت ہوا" ۱۴۱۹ھ

برسال عیسوی آواز آئی غیب سے

''مرد دانا جانبِ دارالجناں رخصت ہوا''

OOOO

اسلامی صحافت میں مجلّہ
"شیخ الحدیث" چکوال
کا کردار

عابد حسین شاہ پیرزادہ
ناظم بہاء الدین زکریا لائبریری، چکوال

فہرست عنوانات

OOOO

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اسلامی جمہوریہ پاکستان کے صوبہ پنجاب کے شمال میں واقع شہر چکوال، اس خطہ پر برطانوی استعمار کے تسلط سے قبل ضلع پنڈ دادن خان میں شامل تھا۔ تا آنکہ انگریزوں نے ۱۸۵۰ء میں پنڈ دادن خان کی ضلعی حیثیت ختم کر کے جہلم شہر کو صدر مقام قرار دیا(۱) تب سے اگلے ۱۳۵ برس تک چکوال کو جہلم کی تحصیل کا درجہ حاصل رہا اور یکم جولائی ۱۹۸۵ء کو چکوال ضلعی صدر مقام قرار پایا(۲) صحافت کے شعبہ میں اس ضلع کے باشندوں کی خدمات ماضی و حال میں نمایاں رہیں۔ چنانچہ آج ۲۰۱۹ء میں ہم دیکھتے ہیں کہ چکوال سے متعدد اخبارات ہفتہ وار اور روزانہ کی بنیاد پر شائع ہو رہے ہیں(۳)۔

ضلع چکوال میں اسلامی صحافت

چکوال کی مقامی دینی صحافت کی تاریخ پر سرسری نظر ڈالی جائے تو سواد اعظم اہل سنت و جماعت کے ہاں سے پہلا رسالہ "نقیب اہل سنت" جنوری ۱۹۸۷ء میں سامنے آیا۔ یہ ماہنامہ سرفراز خان نے جاری کیا جو چکوال سے مغربی سمت چالیس کلومیٹر فاصلہ پر گاؤں رانجھا کے باشندہ تھے(۴)۔ وہ خود رسالہ کے چیف ایڈیٹر اور عبدالخالق ایڈیٹر نیز اوڈھروال متصل چکوال کے حافظ عبدالصبور صابر چشتی سب ایڈیٹر جب کہ چکوال سے جنوبی سمت تقریباً چالیس کلومیٹر فاصلہ پر گاؤں دھرکنہ کے مشہور عالم مفسر قرآن کریم و شارح احادیث مولانا سید محمد ذاکر حسین شاہ سیالوی (وفات ۱۴۳۹ھ/۲۰۱۸ء) نقیب اہل سنت کے سرپرست تھے۔(۵)

تحصیل کلر کہار چکوال کے گاؤں رتہ میں واقع خانقاہ نقشبندیہ مجددیہ(۶) کے فرزند، عالم و شاعر مفتی محمد شجاع الدین رتوی (پیدائش ۱۳۷۲ھ/۱۹۵۲ء) نے بزرگوں کے احوال و

آثار کی ترویج کے لیے سالنامہ "فیضان المشائخ" ریتہ سے جاری کیا۔ جس کا پہلا شمارہ ۱۹۸۳ء میں اور آخری ۱۹۹۱ء میں منظر عام پر آیا اور کل سات شمارے طبع ہوئے۔ مفتی شجاع الدین ان دنوں گورنر ہاؤس کراچی کی مسجد میں امام وخطیب تھے اور اسی دوران موضع جھوک ضلع ٹھٹھہ سندھ منتقل ہو گئے جہاں علمی سرگرمیاں جاری رکھے ہوئے ہیں۔ (۷)

ماہنامہ "المصطفیٰ"، "المصطفیٰ" ویلفیئر سوسائٹی چکوال کی طرف سے جاری کیا گیا۔ اور علامہ محمد نوید حیدری (پیدائش ۱۳۹۶ھ / ۱۹۷۶ء) اس کے مدیر اعلیٰ، محمد وحید تبسم مدیر، اور محمد مسعود احمد شاکر معاون مدیر تھے۔ المصطفیٰ کا "میلاد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم نمبر" ربیع الاول ۱۴۲۷ھ / اپریل ۲۰۰۶ء کو چالیس صفحات پر شائع ہوا۔ کچھ عرصہ بعد یہ رسالہ علامہ عامر علی سلطانی کی ادارت میں تحصیل کلر کہار کے گاؤں نور پور سے شائع ہوتا رہا۔

سہ ماہی "بزم خواتین" علاقہ کہون تحصیل چوآسیدن شاہ کے گاؤں تترال میں واقع جامعہ فاطمیہ ضیاء للبنات سے ۲۰۱۳ء میں جاری ہوا۔ مولانا سیّد عنایت اللہ شاہ کاظمی (پیدائش ۱۳۷۱ھ / ۱۹۵۲ء) اس کے بانی و مدیر اعلیٰ (۸) اور ان کے فرزند صاحبزادہ سیّد محمد نعمان شاہ کاظمی مدیر، نیز سیدہ عطرت بتول مدیرہ ہوئیں۔ اس کے کل چھ شمارے سامنے آئے۔

ضلع چکوال کی جن شخصیات نے پاکستان کے دیگر مقامات سے دینی صحافت کے میدان میں خدمات انجام دیں ان میں سب سے اہم نام ملک کے مشہور نعت گو شاعر، مؤرخ ومحقق راجا رشید محمود (وفات ۱۴۴۲ھ / ۲۰۲۱ء) کا ہے۔ جن کے والد راجا غلام محمد چوآسیدن شاہ سے نزدیک گاؤں کھجولہ سے لاہور جا بسے۔ راجا رشید محمود نے ۱۹۸۸ء میں لاہور سے ماہنامہ "نعت" جاری کیا جو ۲۰۱۲ء میں بند ہوا۔ (۹)

چکوال کی نئی تحصیل لاوہ کے گاؤں ونڈہ شاہ بلاول کے مولانا سیّد عظمت علی شاہ ہمدانی پنجاب کالونی کراچی میں واقع دارالعلوم قمر الاسلام کے سرپرست ہیں۔ ان کی نگرانی میں ماہنامہ "کاروان قمر" اور مجلہ "قمر الاسلام" کی اشاعت اسی مدرسہ سے جاری ہے۔ (۱۰)

گوجرانوالہ سے مشہور عالم ومصنف مولانا ابو البیان محمد سعید احمد مجددی (وفات

۱۴۲۳ھ/ ۲۰۰۲ء) نے ماہنامہ "دعوت تنظیم الاسلام" مارچ ۱۹۸۹ء میں جاری کیا۔ ان کے شاگرد و خلیفہ مولانا پیر احمد فاروق شاہ مجددی (پیدائش ۱۳۸۲ھ/ ۱۹۶۳ء) اس رسالہ کے ۱۹۹۴ء سے ۲۰۰۵ء تک ایڈیٹر رہے۔ انہی کی ادارت میں اس کا ضخیم "ابوالبیان نمبر" ستمبر اکتوبر ۲۰۰۳ء کو ۳۰۴ صفحات پر شائع ہوا۔ مولانا فاروق شاہ کے والد پیر محمد یعقوب شاہ تحصیل کلر کہار میں واقع آبائی گاؤں کرولی پیراں سے گوجرانوالہ منتقل ہوئے (۱۱)۔

مجلہ "شیخ الحدیث"

یہ ماہانہ مجلہ جامعہ اسلامیہ غوثیہ چکوال کی طرف سے جاری کیا گیا۔ اور پہلا شمارہ محرم ۱۴۳۱ھ/ دسمبر ۲۰۰۹ء کو منظر عام پر آیا اور محرم ۱۴۴۱ھ/ ستمبر ۲۰۱۹ء کو آخری شمارہ سامنے آیا۔ اس کے کُل شماروں کی تعداد ۶۶ ہے۔ رنگین سرورق اور کسی عمارت کی تصویر سے مزین ہر شمارہ ۳۲ صفحات پر چھپا۔ جامعہ اسلامیہ کے مہتمم مولانا سید ریاض الحسن شاہ اس مجلہ کے بانی و ایڈیٹر تھے۔

مولانا سید محمد زبیر شاہ بخاری

جامعہ اسلامیہ غوثیہ چکوال کی بنیاد ملک کے مشہور عالم، مفسر قرآن کریم مولانا سید محمد زبیر شاہ نے رکھی۔ آپ ۱۳۵۴ھ/ ۱۹۳۵ء میں ملحقہ ضلع کیمبل پور (اب اٹک) تحصیل فتح جنگ کے گاؤں لنگر میں پیدا ہوئے اور ۱۴۱۹ھ/ ۱۹۹۸ء میں راولپنڈی کے ایک اسپتال میں وفات پائی اور لنگر میں ہی قبر بنی۔ آپ درجہ اول کے مدرس، مفسر قرآن کریم اور اسلامی عقائد و معمولات کے عظیم شارح تھے۔ نواحی گاؤں کریا اور بدھو میں ماہر اساتذہ سے حصول علم کے بعد مدرسہ اسلامیہ اشاعت العلوم چکوال اور پھر جامعہ رضویہ مظہر الاسلام لائل پور (اب فیصل آباد) سے شرعی علوم کی تکمیل کی نیز محدث کبیر مولانا محمد سردار احمد چشتی قادری لائل پوری (وفات ۱۳۸۲ھ/ ۱۹۶۲ء) سے قادری سلسلہ میں خلافت پائی (۱۲) پھر عمر بھر درس و تدریس، وعظ و ارشاد میں مشغول رہے۔ پاکپتن، اوکاڑہ، ہری پور اور لنگر کے اسلامی مدارس میں استاذ رہے پھر ۱۹۶۳ء سے ۱۹۷۰ء تک مدرسہ اسلامیہ اشاعت العلوم چکوال میں پڑھاتے رہے۔

۱۹۷۰ء میں جامعہ اسلامیہ غوثیہ چکوال کی بنیاد رکھی اور بقیہ زندگی اسی کے لیے وقف رہی۔ آپ کے لاتعداد شاگرد ملک کے اکابر علماء کے طور پر جانے گئے۔(۱۳)

مولانا سیّد زبیر شاہ کے چھ فرزندان حیات ہیں۔جن میں سے چار طبقہ علماء میں شمار ہوئے۔نام یہ ہیں، مولانا پروفیسر سیّد فیض الحسن شاہ، مولانا سید ریاض الحسن شاہ، سید ضیاء الحسن شاہ، مولانا سید افتخار الحسن شاہ، مولانا سید مراتب علی شاہ اور سید زاہد الحسن شاہ۔

بڑے فرزند پروفیسر مولانا سیّد فیض الحسن شاہ نے جامعہ اسلامیہ غوثیہ چکوال میں ہی والد گرامی سے درس نظامی کی تکمیل کی نیز گورنمنٹ کالج چکوال سے فراغت کے بعد اسلامی یونیورسٹی بہاولپور سے اسلامیات میں ایم اے کیا۔ پھر سرکاری شعبہ تعلیم سے وابستہ ہوئے۔ ان دنوں گورنمنٹ کامرس کالج اٹک میں استاذ ہیں۔

مولانا سیّد افتخار الحسن شاہ نے بھی اسی جامعہ میں والد گرامی سے مروجہ شرعی علوم کی تکمیل کی۔اور تقریباً پچیس برس سے مسجد غوثیہ رضویہ لاری اڈا چکوال میں خطیب ہیں۔نیز مجلّہ "شیخ الحدیث" کے قلمی معاون رہے۔

مولانا سیّد مراتب علی شاہ (پیدائش ۱۳۹۲ھ/ ۱۹۷۲ء) نے بھی والد گرامی سے نصاب درس نظامی کی تکمیل کی نیز گورنمنٹ ڈگری کالج چکوال میں تعلیم حاصل کی۔ والد ماجد کی وفات کے بعد جامعہ اسلامیہ غوثیہ میں استاذ ہوئے۔ان دنوں صدر مدرس ہیں اور نصاب کی جملہ کتب بالخصوص صحیح مسلم، سنن ترمذی، شرح معانی الآثار کی تدریس کے علاوہ کالج سطح کی کتب پڑھاتے ہیں۔ نیز شہر کے اہم مذہبی اجتماعات میں آپ کا خطاب لازم ٹھہرا۔مجلّہ "شیخ الحدیث" کے مستقل قلم کار اور مجلس ادارت میں شامل رہے۔

مولانا سیّد زبیر شاہ نے اپنے فرزندان کے علاوہ خاندان کے دیگر افراد کو بھی دینی علوم سے آراستہ کرنے کی کامیاب کوشش کی۔جن میں آپ کے چھوٹے بھائی مولانا سید محمد انور شاہ ،اور دو بھانجے مولانا سیّد حامد علی شاہ، مولانا سیّد لقمان شاہ اہم و نمایاں ہیں۔جن کا یہاں کسی قدر تعارف ضروری ٹھہرا۔

مولانا سیّد محمد انور شاہ ۱۳۷۳ھ / ۱۹۵۴ء کو لنگر میں پیدا ہوئے۔اور برادر گرامی مولانا سید محمد زبیر شاہ سے لنگر، اوکاڑہ، ہری پور کے مدارس میں شرعی علوم کی تکمیل کی۔ پھر مسجد نور ہری پور میں امام وخطیب ہوئے نیز اسی میں مدرسہ حنفیہ نوریہ برائے تحفیظ قرآن کریم قائم کیا۔اور ہری پور کی مشہور درس گاہ جامعہ رحمانیہ میں درس نظامی کے استاذ ہوئے۔اور دورہ تفسیر قرآن کریم پڑھانے میں معاونت کے لیے جامعہ اسلامیہ غوثیہ چکوال تشریف لاتے رہے۔۲۰۱۹ء میں امراض کے باعث گاؤں لنگر میں گوشہ نشیں ہیں۔مجلّہ "شیخ الحدیث" کے قلمی معاون وسر پرست رہے۔

اور مولانا سیّد حامد علی بن امیر شاہ لنگر میں پیدا ہوئے۔اور حصول تعلیم کی غرض سے لنگر، اوکاڑہ، ہری پور میں ماموں مولانا سیّد محمد زبیر شاہ کی خدمت میں حاضر رہے۔تا آنکہ ۱۹۶۳ء سے ۱۹۶۹ء تک مدرسہ اسلامیہ اشاعت العلوم چکوال میں انہی سے پڑھ کر سند فراغ پائی۔اور جامعہ اسلامیہ غوثیہ کے قیام کے بعد ۱۹۷۲ء میں پھر سے چکوال آگئے اور اس میں مدرس نیز راولپنڈی روڈ پر واقع مسجد عثمانیہ میں خطیب ہوئے۔اور جامعہ اسلامیہ غوثیہ کے قیام میں معاون چکوال کی علم دوست شخصیت الحاج ڈاکٹر راجہ مظہر حسین (وفات ۱۹۷۵ء) کے ساتھ گاؤں گاؤں چکر لگا کر جامعہ کے قیام کی تشہیر کی اور طلباء کے لیے گندم ودیگر سامان اور رقم کا بندوبست کیا۔تا آنکہ ۱۹۷۴ء میں استاذ گرامی وماموں کے حکم سے بوہڑ والی مسجد چوہڑ ہڑپال راول پنڈی منتقل ہوگئے۔بعد ازاں جامعہ رحمانیہ گوجر خان شہر میں مدرس، پھر کھوڑ میں کمپنی کی مسجد میں خطیب رہے۔کچھ عرصہ چوآسیدن شاہ میں واقع مزار حضرت سیّد سیدن شیرازی سے ملحق محکمہ اوقاف کے زیر انتظام مسجد میں خطیب رہے۔آخری عمر میں شہر حسن ابدال کے ایک مدرسہ میں استاذ تھے، وہیں وفات پائی اور حسن ابدال سے قریب گاؤں چھتر گڑھ میں قبر واقع ہے۔دو مختصر تصانیف ہیں۔۱۹۷۳ء کے آخر میں جامعہ اسلامیہ غوثیہ چکوال میں مدرس تھے۔تو کتاب "جواز ندائے یارسول ﷺ" تالیف کی جو ۳۲ صفحات پر چھپی اور اس پر مولانا سیّد محمد زبیر شاہ نیز مولانا سیّد محمد یعقوب شاہ خطیب ملکوال کی تقریظات درج ہیں۔اور جنوری ۲۰۰۰ء

میں مولانا سید حامد علی شاہ گاؤں لنگر کی مسجد غوثیہ گلی حضرت بابا پیر اصحاب میں خطیب و مدرس تھے تو استاذ گرامی مولانا سید محمد زبیر شاہ کے احوال پر کتابچہ "سوانح عمری" لکھا جو ۳۹ صفحات پر مطبوع ہے۔

مولانا سیّد زبیر شاہ کے دوسرے بھانجا و شاگرد مولانا سیّد لقمان شاہ آج کے چکوال میں اکابر علماء اہل سنت میں سے ہیں۔ آپ مولانا سیّد حامد علی شاہ کے چچازاد نیز خالہ زاد بھائی ہیں۔ سیّد لقمان شاہ بن حلیم شاہ ۱۳۹۰ھ / ۱۹۷۱ء میں لنگر میں پیدا ہوئے۔ والد گرامی سے قرآن مجید ناظرہ پڑھا۔ اور جامعہ نوریہ حنفیہ ہری پور میں ماموں مولانا سیّد محمد انور شاہ کے ہاں قرآن مجید حفظ کیا۔ پھر چکوال آ گئے اور جامعہ اسلامیہ غوثیہ میں مولانا سیّد زبیر شاہ سے درس نظامی میں رائج تمام کتب پڑھ کر ۱۹۹۲ء میں سند فراغت پائی۔ قادری سلسلہ میں مولانا قاضی محمد فضل رسول حیدر رضوی سے بیعت کی۔ علاوہ ازیں گاؤں لنگر کے سکول میں پرائمری سطح تک اور پھر ہری پور میں میٹرک کے بعد ۱۹۹۲ء میں ہی گورنمنٹ کالج چکوال سے بی ایس سی کیا۔ پنجاب یونیورسٹی کے تحت ایم اے اسلامیات سال اول کے امتحان میں کامیابی حاصل کی لیکن تکمیل نہیں کر پائے۔

مولانا سیّد لقمان شاہ نے جامعہ اسلامیہ غوثیہ میں مولانا سیّد زبیر شاہ کی زندگی میں آٹھ برس نماز تراویح میں قرآن مجید ختم کیا۔ بعد ازاں مسجد غوثیہ رضویہ لاری اڈا میں چار سال اور محلہ فاروقی کی مسجد الکوثر میں پانچ برس تراویح میں ختم کیا۔ بعد ازاں شہر کی قدیم آبادی میں واقع مرکزی مسجد حنفیہ رضویہ اسپتال روڈ سے وابستہ ہوئے تب سے اسی میں ہر ماہ رمضان میں نماز میں ختم قرآن مجید کا سلسلہ تاحال قائم و جاری رکھے ہوئے ہیں۔ اور جامعہ اسلامیہ میں درس نظامی کی تعلیم کے ساتھ ساتھ ۱۹۸۸ء سے ۱۹۹۲ء تک شعبہ حفظ میں پڑھاتے رہے۔

۱۹۹۲ء سے ۱۹۹۶ء تک گاؤں لنگر میں کاروبار اور زمینوں کی دیکھ بھال کی ۱۹۹۶ء میں استاذ گرامی مولانا سیّد زبیر شاہ گردوں کے مرض میں مبتلا ہوئے تو ان کی خدمت کے لیے چکوال آ گئے اور وفات تک وابستہ رہے۔ اسی دوران آپ سے فتویٰ نویسی سیکھی اور فتاوے قلم بند کرتے

رہے۔ وصال کے بعد شعبہ حفظ کے استاذ ہوئے اور اگلے برس ۱۹۹۹ء سے ۲۰۱۳ء تک جامعہ اسلامیہ میں ہی درسی کتب پڑھاتے رہے۔ ۲۰۰۳ء سے مرکزی مسجد حنفیہ رضویہ اسپتال روڈ میں امامت وخطابت جاری تھی پھر اسی میں شعبہ حفظ کو فعال کیا نیز درس نظامی اور میٹرک تک تعلیم کا اہتمام کیا۔ اور ۲۰۰۳ء سے ہی یہاں خود صدر مدرس ہیں۔ اسی کے ساتھ ۱۹۹۹ء سے جامعہ اسلامیہ غوثیہ میں سالانہ دورہ تفسیر قرآن کریم کی تدریس میں معاون وشریک کار ہیں۔ مزید یہ کہ ۲۰۱۰ء میں ۲۶ شعبان سے ۲۶ رمضان تک مرکزی مسجد حنفیہ رضویہ میں ہی طلباء وعلماء، عام و خاص کے لیے "عقائد کورس" صبح کے اوقات میں شروع کیا جو جاری ہے۔

۲۰۱۹ء میں ۵۶ طلبہ وعلماء نے عقائد کورس میں شرکت کی۔ نیز اس وقت آپ کے زیر اہتمام شعبہ حفظ میں ۴۲ جب کہ درس نظامی کے مختلف مراحل میں ۷ اطلبہ زیر تعلیم ہیں۔ مولانا سید لقمان شاہ اب تک تقریباً ایک ہزار فتاوے جاری کر چکے ہیں۔ نیز مجلہ "شیخ الحدیث" میں متعدد مضامین درج ہیں۔ اور ایک تالیف "مسئلہ تعظیم مصطفی ﷺ" جامعہ اسلامیہ غوثیہ چکوال سے ۱۹۹۸ء میں ۷۶ صفحات پر شائع ہوئی۔ جس پر مولانا سید ریاض الحسن شاہ اور مولانا سید مراتب علی شاہ نے تقاریظ لکھیں۔ علاوہ ازیں دوبارہ ۲۰۰۷ء پھر ۲۰۱۶ء میں حج وزیارت کی سعادت پائی نیز متحدہ عرب امارات کی تمام ریاستوں کے متعدد تبلیغی دورے کیے۔ حالیہ برسوں میں مولانا سید لقمان شاہ کے خطبہ جمعہ کا خلاصہ واہم نکات مقامی صحافی پیر عبدالستار ندیم کے قلم سے مقامی اخبار "دھن کہون" میں بروز ہفتہ شائع ہو رہا ہے۔ اور ۲۰۲۰ء میں نماز جمعہ کی خطابت وامامت سے فراغت کے بعد ایف۔ ایم ریڈیو چینل "بول ۸۸ چکوال" پر سامعین کے براہ راست شرعی سوالات کے جوابات پیش کرتے ہیں۔ یہ پروگرام آپ کی مختصر مگر مدلل و جامع گفتگو کے باعث مقبول ہوا۔

۱۴۳۸ھ / ۲۰۱۶ء میں چکوال کی تحصیل چوآ سیدن شاہ کے گاؤں دوالمیال میں جشن میلاد النبی ﷺ جلوس پر مقامی مرزائیوں کی فائرنگ سے ایک مسلمان محمد نعیم شفیق نے شہادت پائی اور چند مسلمان زخمی ہوئے۔ مزید یہ کہ حکومت نے ستر سے زائد مسلمان گرفتار کر کے

اڈیالہ جیل راول پنڈی پہنچا دیے۔ اس سانحہ کے نتیجہ میں تحریک تحفظ عقیدہ ختم نبوت کا آغاز ہوا جس میں مولانا سید لقمان شاہ کا کردار تمام مکاتب فکر کے علماء میں سب سے بڑھا ہوا دیکھنے میں آیا، جس کی تفصیل کی یہاں گنجائش نہیں۔ اسی ضمن میں اگلے برس عید میلاد النبی ﷺ کے ایام میں سرکاری انتظامیہ نے انہیں دو ماہ کے لیے تحصیل چکوال کی حدود سے باہر کسی اجتماع میں خطاب کرنے سے روک دیا۔ اور اعلاء کلمۃ الحق کی پاداش میں ۲۰۲۰ء میں ایک مقدمہ قائم کیا گیا جس پر گرفتار کر کے جہلم جیل پہنچا دیے گئے لیکن چند دن میں رہائی پائی اور اگلے برس کے آغاز میں عدالت سے اس کا فیصلہ آپ کے حق میں صادر ہوا۔

مولانا سید ریاض الحسن شاہ

مجلہ "شیخ الحدیث" کے بانی اور جامعہ اسلامیہ غوثیہ چکوال کے موجودہ مہتمم مولانا سید ریاض الحسن شاہ، بانی جامعہ مولانا سید محمد زبیر شاہ کے دوسرے فرزند ہیں۔ جو ۱۳۸۰ھ/ ۱۹۶۱ء میں آبائی گاؤں لنگر میں پیدا ہوئے۔ اپنے دادا حضرت سید مہدی شاہ سے قرآن کریم ناظرہ نیز دو پارے حفظ کیے۔ ۱۹۷۲ء میں ان کی وفات کے بعد لنگر میں ہی مولانا نور الٰہی چکوالی سے تحفیظ قرآن کریم کا عمل جاری رکھا۔ بعد ازاں فتح جنگ شہر میں مدرسہ تدریس القرآن میں مولانا فضل کریمی کے ہاں چند پارے حفظ کیے۔ اور ہری پور شہر میں اپنے چچا مولانا سید محمد انور شاہ کے ہاں حفظ قرآن کریم کا مرحلہ مکمل کیا۔

درس نظامی میں رائج علوم ہری پور میں ہی چچا سے پڑھنا شروع کیے۔ پھر جامعہ نقشبندیہ ڈھانگری میں مولانا عصمت اللہ شاہ کی شاگردی اختیار کی تا آنکہ چکوال آ گئے اور والد گرامی مولانا سید محمد زبیر شاہ سے تکمیل کی۔ اور صوفیہ کے سلسلہ قادریہ میں مولانا محمد سردار احمد محدث لائل پوری کے فرزند مولانا قاضی محمد فضل رسول حیدر رضوی (وفات ۱۴۴۲ھ/ ۲۰۲۰ء) بانی محدث اعظم اسلامی یونیورسٹی چنیوٹ سے بیعت کی۔ اور مرشد گرامی کی نماز جنازہ کی امامت کی سعادت آپ کے حصہ میں آئی۔

مولانا سید ریاض الحسن شاہ نے پانچ ماہ رمضان میں قرآن مجید تراویح میں مکمل پڑھا۔ اور تعلیم مکمل کرنے پر جامعہ اسلامیہ غوثیہ چکوال میں شعبہ حفظ کے استاذ ہوئے۔ اور والد گرامی کی زندگی کے آخری برس دورہ تفسیر قرآن کریم پڑھایا۔ اور ۱۹۹۷ء میں ان کی وفات کے بعد درس نظامی کے مدرس ہوئے۔ تب سے اسی جامعہ میں دین حنیف اور امت مسلمہ کی خدمت میں مگن ہیں۔ دو بار عمرہ وزیارت کی سعادت پائی اور متحدہ عرب امارات کے دو تبلیغی دورے کئے جس دوران تمام ریاستوں میں خطاب کیا۔ ۲۰۱۹ء کے آخر میں جامعہ اسلامیہ کے مہتمم ہیں اور شعبہ حفظ میں ایک سو جب کہ پچیس طلباء شعبہ درس نظامی میں زیر تعلیم ہیں۔ نیز دورہ تفسیر قرآن کریم پڑھا رہے ہیں۔ اس برس ۶۵ طلباء وعلماء نے اس میں شرکت کی۔ ضلع چکوال میں جامعہ کے زیر اہتمام حفظ قرآن کریم کے مزید تین مدارس قائم وجاری ہیں۔ سنی رضوی جامع مسجد رضا نگر بمقام بلکسر، جامعہ غوثیہ بمقام ڈھرنال اور جامعہ غوثیہ رضویہ محلہ جھاٹلہ تلہ گنگ نیز ہری پور میں جامعہ نوریہ غوثیہ واقع ہے۔

مجلہ "شیخ الحدیث" کے اجراء کے علاوہ مولانا ریاض الحسن شاہ نے تبلیغی غرض سے دس سے زائد رسائل وکتب تالیف کر کے جامعہ اسلامیہ غوثیہ چکوال کی طرف سے شائع کیں جو بالعموم مفت تقسیم کی گئیں، نام یہ ہیں۔ جشن میلاد النبی ﷺ کی شرعی حیثیت، اشاعت ۱۴۳۶ھ/ ۲۰۱۴ء صفحات ۹۶ مع تقاریظ مولانا محمد بخش رضوی صدر مدرس جامعہ محدث اعظم چنیوٹ، مولانا محمد باغ علی فیصل آباد۔ احسن الخیرات فی معرفۃ الزکوۃ، صفحات ۱۶۔ توسل و استمداد و معجزہ وکرامت، صفحات ۲۷۔ حاجت روائی باذن اللہ، صفحات ۹۴۔ فضائل ومسائل روزہ اعتکاف، صفحات ۱۶۔ فضائل ومسائل قربانی، صفحات ۱۶۔ مسئلہ علم غیب پر ایک نظر، صفحات ۴۴، مشکل کشائی۔ تبلیغی جماعت سے اختلاف کیوں۔ آخر الذکر غیر مطبوع ہے۔ علاوہ ازیں ماہنامہ "النجم" منڈی بہاءالدین کے ۱۴۲۳ھ کے شماروں میں آپ کی تحریر "وسیلہ کی شرعی حیثیت" عنوان سے شائع ہوتی رہی۔

مولانا سید ریاض الحسن شاہ کے فرزند سید ارشاد الحسن شاہ نے قرآن مجید حفظ کیا نیز درس

نظامی نصاب کی تکمیل کی اور ایل ایل بی کیا۔ ان دنوں فتح جنگ بار کونسل کے رکن اور وکالت کا پیشہ جاری ہے۔ چکوال شہر اور اس کے شمالی جانب گاؤں کھودے کی مساجد میں اب تک تقریباً دس برس نماز تراویح میں قرآن مجید ختم کیا۔ نیز استاذ گرامی و ماموں مولانا سید لقمان شاہ کی غیر موجودگی میں مرکزی مسجد حنفیہ رضویہ چکوال میں درس نظامی کے طلبہ کو اسباق پڑھائے۔

(۱۴)

مجلہ "شیخ الحدیث" کا کردار

جامعہ اسلامیہ غوثیہ چکوال اور اس کے بانی مولانا سید محمد زبیر شاہ، نیز موجودہ مہتمم مولانا سید ریاض الحسن شاہ کے مختصر تعارف کے بعد اب آئندہ صفحات پر مجلہ "شیخ الحدیث" کے اسلامی صحافت و تعلیمات کے فروغ میں کردار کی جھلک پیش ہے۔ اس اطلاع و وضاحت کے ساتھ کہ شیخ الحدیث کے کُل تقریباً ۶۶ شماروں میں سے ۳۳ متفرق شمارے پیش نظر ہیں۔ اور ہر شمارہ پر ہجری ماہ و سال کے اندراج کا خاص اہتمام ہے لہذا یہاں بھی ان کے حوالہ جات اسی طرز پر دیئے جارہے ہیں۔

علوم قرآن

اس موضوع پر تین اقسام کی تحریریں مجلہ کی زینت ہیں:۔

۱۔ قرآن کریم کی تلاوت اور ترجمہ و تفسیر کے مطالعہ کی ترغیب۔

۲۔ مولانا سید محمد زبیر شاہ کے "دورہ تفسیر قرآن کریم" کے انتخاب کی قسطوار اشاعت۔

۳۔ جامعہ اسلامیہ غوثیہ سے متعلق علماء کرام کے دروس قرآن کریم کی اشاعت۔

پہلی قسم کی تحریروں میں سے ایک اداریہ کا اقتباس یہ ہے:

"ماہ مقدس (رمضان) میں نزول قرآن ہوا جو رہتی دنیا تک کے لیئے نظام حیات اور پیغام بقا ہے۔ جس کے دامن میں حقائق کے سمندر بھی ہیں، عبرت کے نشان بھی اور معرفت و محبت کے جہاں بھی۔ اس نعمت کا شکر اس طریقہ سے ادا کیا جاسکتا ہے کہ ہم اس

کتاب مبین کو پڑھیں۔ اس پر غور کریں، خود کو عملی طور پر اس کے سانچے میں ڈھالیں۔ اور اسے راہبر ورہنما بناتے ہوئے یوں سراپا عزم وغیرت بن کر اٹھیں کہ ہمیں تسخیر کائنات کا قرآنی انعام حاصل ہو جائے اور پوری امت مسلمہ قرآنی درس وحدیث دیگانگت پر عمل پیرا ہو کر یہود ونصاریٰ اور مشرکین وکفار کا پنجہ ظلم واستبداد مروڑ دیں"۔ (۱۵)

اور علامہ پیر سید مراتب علی شاہ کا مضمون "مطالعہ قرآن اور ہم" (۱۶) اور مفتی محمد نواز کی تحریر "فضائل قرآن" اسی طرز کے ہیں۔ (۱۷)

مطالعہ قرآن کریم کا موضوع جامعہ اسلامیہ غوثیہ کی پہچان اور طرۂ امتیاز رہا اور اسی باعث مدرسہ اور اس کے بانی مولانا سید محمد زبیر شاہ کو ملک گیر مقبولیت وشہرت ملی۔ مدرسہ کے قیام و آغاز سے ہی مولانا محمد حنیف رضوی کے بقول آپ شعبان کے آخری عشرہ سے رمضان کے جمعۃ الوداع تک دورہ تفسیر القرآن پڑھاتے تھے۔ جس میں ملک کے مختلف گوشوں سے علماء و طلباء، وکلاء، دانشور، صحافی وادیب، ڈاکٹر اور انجینئر غرض کہ مختلف شعبہ ہائے زندگی سے تعلق رکھنے والے حضرات شامل ہوتے تھے۔ دورہ تفسیر القرآن آپ بغیر وقفہ کے آٹھ آٹھ گھنٹے پڑھایا کرتے لیکن ذوق اور دلچسپی میں آخر تک کمی نہ آتی تھی۔ ڈاکٹر شیراز قادری نے مزید بتایا کہ رمضان کے کچھ ایام آپ کے بھائی مولانا سید محمد انور شاہ قادری بخاری ہری پور سے تشریف لا کر دورہ تفسیر القرآن پڑھایا کرتے تھے۔ حضرت بانی جامعہ کی وفات کے بعد آپ کے فرزند مولانا سید ریاض الحسن شاہ رضوی نے دورہ تفسیر القرآن کے سلسلہ کو جاری وقائم رکھا۔ جن دیگر علماء نے بطور مدرس ومعاون اس میں شرکت کی ان میں مولانا سید مراتب علی شاہ بخاری اور مولانا مفتی سید محمد لقمان شاہ بخاری اور اہل سنت کے دیگر معروف علماء ہیں۔ (۱۸)

یہ دورہ تفسیر قرآن کریم تاحال کتابی شکل میں جمع ومرتب کر کے شائع نہیں ہو سکا۔ اور اس کے حلقات دروس اوڈیو نیز ویڈیو کیسٹ اور بعض طلباء کی ذاتی نوٹ بک میں محفوظ ہیں۔ علاوہ ازیں مولانا شفیق احمد رضوی خطیب مرکزی مسجد بکھاری کلاں نزد چکوال نے آپ کی زندگی کے آخری برس کے بعض دروس کو ویڈیو کیسٹ سے کاغذ پر منتقل کیا جو "دورہ تفسیر

القرآن" نام سے ۱۱۹ صفحات پر کمپوز شدہ ہے۔ مجلہ "شیخ الحدیث" کا اجراء ہوا تو ان دروس سے انتخاب بالعموم قسط وار اس کے صفحات کی زینت بنا۔(۱۹)

"شیخ الحدیث" کے صفحات پر دیگر علماء کرام کے دروس قرآن کریم کا بھی سلسلہ شروع کیا گیا۔ جن میں مولانا سیّد محمد انور شاہ (۲۰) مولانا سیّد ریاض الحسن شاہ (۲۱) مولانا مفتی حافظ محمد نواز چشتی (۲۲) اور مولانا محمد باغ علی رضوی (۲۳) کے دروس شامل ہیں۔

علوم قرآن کے ضمن میں ایک اور مضمون مولانا سید ریاض الحسن شاہ کا تحریر کردہ "تراجم قرآن میں کی جانے والی غلطیوں میں سے چند ایک کی نشان دہی" بھی قابل ذکر ہے، جو چھ سے زائد اقساط میں چھپا (۲۴) یوں تو اس موضوع پر اردو زبان میں بہت کچھ لکھا گیا۔ لیکن اس مضمون میں اہمیت واضافہ یہ ہے کہ دس کے قریب قرآن کریم کے اردو تراجم کے بعض مقامات کے جائزہ میں ان دو تراجم کو بھی شامل کیا گیا ہے، جو سعودی حکومت باہر سے آئے ہوئے سادہ لوح حجاج میں مفت تقسیم کرتی ہے۔ ماضی میں مشہور دیوبندی عالم علامہ محمود حسن کا ترجمہ تقسیم کیا جاتا رہا پھر ایک مرحلہ پر اس کی طباعت روک دی گئی اور اب غیر مقلد عالم علامہ محمد جوناگڈھی کا ترجمہ قرآن حجاج کو پیش کیا جاتا ہے۔ اور مضمون نگار کی تحقیق کے مطابق ان دونوں تراجم کے بعض مقامات کی عبارات مقام الوہیت ورسالت کے لائق نہیں۔

علوم حدیث

علامہ سیّد مراتب علی شاہ نے حدیث اور سنت رسول اللہ ﷺ کی اہمیت وضرورت ان الفاظ میں بیان واجاگر کی:۔ "منکرین حدیث حضرات، امام الانبیاء شہ ہر دوسرا ﷺ کی اطاعت کاملہ سے گویا انکار کرتے ہیں۔ اور باری تعالیٰ جل شانہ کے حکم کے خلاف چلتے ہیں اور اللہ تعالیٰ جل مجدہٗ سے کھلی بغاوت کرتے ہیں۔ انکار حدیث کے غلط نتائج۔ منکرین احادیث مسلمہ مفاہیم ومطالب قرآن کا انکار کرکے افتراق بین المسلمین کے مرتکب ہوتے ہیں۔ یہ لوگ آیات حقہ سے مطالب باطلہ ومفاہیم فاسدہ اخذ کرتے ہیں۔ احادیث مبارکہ کی مدد کے بغیر ناسخ ومنسوخ احکام کا علم نہیں ہوتا۔ اس لیئے ان میں سے اکثر ناسخ ومنسوخ کا فرق

مانتے ہی نہیں۔ انکار حدیث مطہرہ کے باعث منسوخ کو غیر منسوخ بتاتے اور حرام کو حلال بتاتے ہیں۔ کوئی شراب پینا تک روا جانتا ہے اور کسی کے نزدیک ہر روز پانچ نمازوں کی بجائے تین فرض ہیں"۔

آگے چل کر "منکرین احادیث اور ان کے ہمنوا" کے ذیلی عنوان کے تحت یہ نصیحت و تنبیہ کی:۔"یاد رکھیں اگر کسی گندم نما جو فروش ٹولے کو احادیث مبارکہ کا صریح انکار کرتے ہوئے پائیں یا ایسے حیلہ گر، فتنہ پرور لوگ دیکھیں، جو احادیث شریفہ کا کھلا انکار تو نہیں کرتے مگر حیلے بہانے سے احادیث شریفہ کو خواہی نخواہی موضوع موضوع کہہ کر جھٹلاتے یا ضعیف ضعیف کہہ کر غیر ضروری بتلاتے ہیں۔ تو سمجھ جائیں کہ یہ لوگ رجل شیطان علی اریکتہ کے گروہ سے ہیں"۔ (۴۵)

مجلہ شیخ الحدیث کے صفحات پر "درس حدیث" کا سلسلہ شروع کیا گیا۔ جس میں کسی ایک حدیث کی شرح قارئین کو پیش کی جاتی رہی۔ جو مولانا مفتی سید لقمان شاہ (۴۶) مولانا سید ریاض الحسن شاہ (۴۷) مولانا سید مراتب علی شاہ (۴۸) مولانا عبدالحنان سیالوی (۴۹) کے قلم سے ہیں۔ اور مولانا محمد شفیق رضوی کی تحریر "سرور کائنات ﷺ کا نظام اوقات" بھی سنت نبوی جانب راغب کرنے کی کوشش ہے۔ (۵۰)

فقہ اسلامی

اسلامی ارکان پر آگاہی اور ان پر عمل کے شرعی طریقہ کار کے بیان پر "شیخ الحدیث" کے تقریباً ہر شمارے میں مضامین درج ہیں۔ جن میں ایسے تمام اہم موضوعات کا احاطہ کرنے کی کوشش کی گئی ہے جو ہمہ اوقات ہر مسلمان کی ضرورت ہیں۔ ان میں وضو، مسجد، اذان، نماز، روزہ اور عید، تراویح، قربانی، زکوۃ، شب برأت، اسلامی مہینوں کے فضائل و مسائل کے بیان پر بطور خاص توجہ دی گئی ہے۔

چنانچہ جامعہ اسلامیہ غوثیہ کے مدرس مولانا حافظ محمد نواز چشتی کی تحریر "وضو" (۵۱) اور مولانا سید مراتب علی شاہ کا مضمون "مساجد" (۵۲) مولانا سید ریاض الحسن شاہ کا "اذان و

اقامت " (۳۳) مولانا محمد نواز کے قلم سے " نماز اور صحت انسانی " (۳۴) اور رمضان مبارک کے فضائل نیز روزہ اور عید سے متعلق مسائل کے بیان پر مولانا سید محمد انور شاہ کی تحریر " فضائل رمضان " (۳۵) اور مولانا سید ریاض الحسن شاہ کی " رمضان المبارک " (۳۶) نیز " فضائل و مسائل رمضان " (۳۷) مولانا سید افتخار الحسن شاہ کے قلم سے " عید الفطر کے مسائل و فضائل " (۳۸) اور مولانا محمد شفیق قادری کی تحریر " روزہ اور عید کے مسائل " (۳۹) عنوانات سے ہیں۔

ذوالحجہ کی دس، گیارہ اور بارہ تاریخ کو اللہ عزوجل کی رضا حاصل کرنے کے لیئے اور حضرت سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی سنت پر عمل کرتے ہوئے جانور ذبح کرنا " قربانی " کہلاتا ہے۔ اس کے واجب ہونے اور متعلقہ شرعی احکامات کے بیان پر مولانا سید محمد انور شاہ کی تحریر " فضائل و مسائل قربانی " (۴۰) اور " قربانی " (۴۱) نیز " فضائل و مسائل قربانی " عنوان سے ہی مولانا سید ریاض الحسن شاہ کے مضمون (۴۲) اس مجلہ کی زینت ہیں۔ اور مولانا سید ریاض الحسن شاہ کا مضمون " فضائل و مسائل قربانی " نام سے ہی جامعہ کی طرف سے کتابی صورت میں بھی ۱۵ صفحات چھپا اور تقسیم کیا گیا۔

ارکان اسلام میں زکوٰۃ ایک اہم اور بنیادی رکن، دین کا فرض اعظم اور اسلام کا تیسرا رکن ہے۔ عوام کو اس اہم رکن و فریضہ پر مطلع کرنے کے لیئے علامہ سید احسان الحسن شاہ کا مضمون " زراعت اور پھلوں کی زکوٰۃ۔ عشر " (۴۳) مولانا سید ریاض الحسن شاہ کا " زکوٰۃ، اسلام کا بنیادی رکن " (۴۴) نیز مولانا سید مراتب علی شاہ کے قلم سے " مسائل زکوٰۃ " (۴۵) پیش نظر ہیں۔ علاوہ ازیں ۲۰۱۷ء میں اس موضوع پر مہتمم جامعہ مولانا ریاض الحسن شاہ کا کتابچہ " احسن الخیرات فی معرفۃ الزکوٰۃ " جامعہ کی طرف سے ۱۴ صفحات پر طبع کرا کے تقسیم کیا گیا۔

" شیخ الحدیث " کے صفحات پر ایک سلسلہ ہائے مضامین اسلامی مہینوں کی مناسبت سے ہے۔ جن میں زیر قلم مہینہ کے فضائل، اس میں پیش آنے والے اہم واقعات اور اس مہینہ کی نفلی

عبادات کے متعلق معلومات درج ہیں۔ اس نوع کے پیش نظر مضامین کے عنوانات یہ ہیں۔ مولانا سید افتخار الحسن شاہ کے قلم سے "فضائل و برکات عاشورہ" (۴۶) اداریہ "فضیلت محرم الحرام" (۴۷) "صفر المظفر" از مولانا سید مراتب علی شاہ (۴۸) "ماہ صفر کا بیان" مولانا سید محمد انور شاہ (۴۹) "ربیع الاول شریف" علامہ سید محمد لقمان شاہ (۵۰) "ربیع الثانی" علامہ سید افتخار الحسن شاہ (۵۱) "جمادی الاول" علامہ سید مراتب علی شاہ (۵۲) "رمضان المبارک" مولانا سید ریاض الحسن شاہ (۵۳) "شوال المکرم" مولانا سید ریاض الحسن شاہ (۵۴) "ذوالقعدہ" مولانا سید مراتب علی شاہ (۵۵) "ماہ ذیقعد کے واقعات" علامہ محمد شفیق قادری (۵۶) ذوالحجہ کے فضائل" مولانا سید مراتب علی شاہ (۵۷) "ماہ ذوالحج اور اس کی فضیلت" مولانا سید ریاض الحسن شاہ (۵۸) "فضیلت ذوالحجہ" مولانا سید افتخار الحسن شاہ (۵۹)۔

مولانا سید مراتب علی شاہ کی تحریر "فلسفہ احتساب اور شب برأت" (۶۰) نیز حافظ گل محمد کی "شب برأت کے نوافل" (۶۱) بھی اسی نوع کی ہیں۔

علاوہ ازیں جامعہ اسلامیہ غوثیہ چکوال کے ماہر مفتیان کرام کی طرف سے آن لائن فتاویٰ اسلامیہ کی سہولت فراہم کرتے ہوئے اپنی ویب سائٹ کا پتا "شیخ الحدیث" شمارہ رمضان ۱۴۳۵ھ کے صفحہ اول پر نمایاں انداز میں درج کیا:-

WWW.JAMIAISLAMIAGHOUSIA.COM

نماز تراویح

بانی مدرسہ مولانا سید محمد زبیر شاہ کے دورہ تفسیر قرآن مجید سے ماخوذ ایک تحریر "مسئلہ نماز تراویح" عنوان سے مجلّہ کی زینت ہے، جس میں تعداد رکعات نماز تراویح بیس پر دلائل دیئے گئے ہیں (۶۲) یہ مضمون اس پہلو سے بھی خاص اہمیت کا حامل ہے کہ حالیہ برسوں میں چکوال میں مقیم ایک غیر مقلد علامہ محمود الحسن غضنفر کا اس موضوع پر کتابچہ "مسنون تعداد تراویح" نام سے سولہ صفحات پر طبع کرا کے چکوال اور دیگر مقامات پر تقسیم کیا گیا۔ جس میں مصنف نے تعداد تراویح آٹھ رکعات لکھی اور حرمین شریفین، مسجد حرم مکہ مکرمہ اور مسجد نبوی مدینہ منورہ میں

بیس رکعات ادائیگی کی من پسند توضیح وتاویلی کرتے ہوئے اسے "خلفشار سے بچنے کے لیے انتظامی نقطہ نظر" قرار دیا (۶۳) اور لکھا کہ سعودیہ عربیہ کی (دیگر) تمام مساجد میں گیارہ رکعت (آٹھ تراویح اور تین وتر) ہی پڑھی جاتی ہیں جس کا مشاہدہ کیا جا سکتا ہے (۶۴)۔ اسی طرز کی ایک اور تحریر غیر مقلد علامہ غلام مصطفےٰ ظہیر امن پوری کے قلم سے "نماز تراویح کا عدد مسنون" بھی پیش نظر ہے (۶۵) دونوں نے بیس رکعات کو "من گھڑت روایت" قرار دے دیا (۶۶) جو ہمارے لیے حیرت کا باعث ہے۔

شیخ محمد علی صابونی ازہری (وفات ۱۴۴۲ھ/۲۰۲۱ء) جو تیس برس تک ام القریٰ یونیورسٹی مکہ مکرمہ میں پروفیسر رہے۔ بعد ازاں اسی یونیورسٹی کے شعبہ تحقیق سے وابستہ رہے۔ نیز مسجد حرم مکی میں مدرس اور رابطہ عالم اسلامی کے مشیر رہے۔ انہوں نے بیس رکعات تراویح کے مسنون ہونے کے اثبات پر ۱۴۰۳ھ/ ۱۹۸۳ء میں کتاب "**الھدی النبوی الصحیح فی صلاۃ التراویح**" تالیف کی۔ جس پر قطر کے مشہور عالم و محقق شیخ عبداللہ بن ابراہیم انصاری (وفات ۱۴۱۰ھ/۱۹۸۹ء) نے نظر ثانی کر کے اسی برس مطابع قطر الوطنیہ قطر سے ۱۴۷ صفحات پر طبع کرائی۔ اور سیالکوٹ کے مولانا حافظ محمد اکرم مجددی نے اس کتاب کا اردو ترجمہ کیا، جس پر مولانا حافظ محمد اشرف مجددی نے نظر ثانی کی اور یہ "نماز تراویح" نام سے اسلامی کتب خانہ اقبال روڈ سیالکوٹ نے ۶۱ صفحات پر شائع کیا۔

علاوہ ازیں مسجد نبوی مدینہ منورہ میں بیس رکعات نماز تراویح ادائیگی کی ہزار سالہ تاریخ کے بیان پر قاضی مدینہ منورہ اور مدرس مسجد نبوی شیخ عطیہ محمد سالم (وفات ۱۴۲۰ھ/ ۱۹۹۹ء) نے کتاب "**التراویح اکثر من الف عام فی مسجد النبی علیہ السلام**" لکھی، جو ۱۳۹۱ھ/۱۹۷۱ء کو مطبع المدنی قاہرہ نے ۱۴۴ صفحات پر شائع کی۔ اور دارالعلوم دیوبند کے مدرس علامہ محمد عارف جمیل نے اس کا اردو ترجمہ کیا جو "مسجد نبوی میں تراویح عہد بہ عہد" نام سے ۱۴۳۴ھ/ ۲۰۱۳ء میں مکتبہ ضیاء الکتب شیخوپور ضلع اعظم گڑھ ہندوستان نے ۱۴۴ صفحات پر شائع کیا۔ یاد رہے مصنف کتاب شیخ عطیہ محمد سالم اور پاکستان کے مشہور غیر مقلد علامہ احسان

الٰہی ظہیر (وفات ۱۴۰۷ھ/ ۱۹۸۷ء) کے درمیان گہرے روابط تھے۔

حجاز مقدس کے اخبارات میں بھی بیس رکعات مسنون کے جواز پر تحریریں شائع ہوتی رہتی ہیں۔ جیسا کہ خطہ نجد کے مشہور عالم شیخ عبداللہ بن سلیمان المنیع (پیدائش ۱۳۴۹ھ/ ۱۹۳۰ء) جو قاضی مکہ مکرمہ، علماء سپریم کونسل کے اہم رکن اور سعودی بادشاہ کے شرعی امور میں مشیر ہیں۔ ان کا جاری کردہ فتویٰ مکہ مکرمہ کے اخبار میں " صلاۃ التراویح سنة مؤکدة و حدد ھا الفاروق بعشرین رکعة" عنوان سے شائع ہوا۔ (۶۷)

ادھر دارالافتاء ریاض کے رکن اور مدرس مسجد حرم مکی شیخ اسماعیل بن محمد ماجی انصاری (وفات ۱۴۱۷ھ/ ۱۹۹۷ء) نے کتاب "تصحیح حدیث صلاۃ التراویح عشرین رکعة والرد علی الالبانی فی تضعیفه" لکھی۔ جو پہلی بار ریاض کے مجلہ " رایة الاسلام " میں قسط وار ۱۳۸۰ء میں شائع ہوئی۔ دوسری بار ۱۳۸۲ھ میں کتابی شکل میں ریاض سے ہی چھپی۔ اور تیسری بار ۱۴۰۸ھ / ۱۹۸۸ء میں مکتبہ امام شافعی ریاض نے ۴۸ صفحات پر شائع کی۔

مزید یہ کہ حجاز مقدس کے شہر جدہ سے اشاعت پذیر روزنامہ ''اردو نیوز'' کے شمارہ ۷ دسمبر، صفحہ ۴ پر مکہ مکرمہ کے اسعد محمودی کی تحریر بعنوان ''تراویح، رمضان المبارک کی اہم عبادت'' پیش نظر ہے۔ جس میں ہے کہ ''بعض لوگوں کا یہ خیال کہ آٹھ رکعت سے زیادہ تراویح سنت نہیں، یہ قطعاً غلط ہے۔ اور بعض نادان جو یہ کہہ دیتے ہیں کہ آٹھ رکعت سے زیادہ تراویح پڑھنا نعوذ باللہ بدعت یا گمراہی ہے، تو اس سے توبہ کرنی چاہیے''۔ آگے جا کر مزید لکھا ''ہر مسلمان کو بیس رکعت تراویح کا مسجد میں جماعت کے ساتھ اہتمام کرنا چاہیے۔ اور اگر کسی وجہ سے مسجد میں جماعت کے ساتھ بیس رکعت نہ ملیں تو جتنی مسجد میں ہو چکی ہوں، ان کے علاوہ بقیہ بیس رکعت سے جو باقی ہوں وہ گھر میں تنہا پوری کریں تاکہ بیس رکعت سنت تراویح سے محرومی نہ ہو''۔

اور بیس رکعات نماز تراویح کی ادائیگی محض حرمین شریفین کی مساجد تک ہی محدود نہیں

بلکہ سعودی عرب کے دیگر شہروں کی بعض مساجد میں بھی معمول ہے۔ جیسا کہ دارالحکومت ریاض کے وسط میں واقع شارع خزاں پر مرکزی مسجد الجوھرۃ میں بیس رکعات ادا کی جاتی ہیں۔ جس کے امام وخطیب شیخ عبدالمحسن بن ناصر عُبیکان (پیدائش ۱۳۷۲ھ / ۱۹۵۳ء) ہیں۔ جو سپریم کورٹ کے سابق جج، نیز وزارت عدل وانصاف کے مشیر، اور سعودی مجلس شوریٰ کے رکن پھر بادشاہ کے مشیر بدرجہ وزیر تھے۔

ان تمام تر حقائق کے باوجود چکوال میں علامہ محمود الحسن غضنفر اور ان کے حواری علامہ غلام مصطفےٰ ظہیر کا بیس رکعات کو "من گھڑت روایت" کہنا ہماری سمجھ سے بالاتر ہے۔ ان کے اثبات پر عرب علماء کی مزید کتب وفتاوے بھی ہمارے علم میں ہیں لیکن طوالت کے خوف سے یہاں علماء نجد وحجاز کی چند تحریروں کے ذکر پر اکتفا کیا جارہا ہے۔ اور ہاں! اس تناظر میں چکوال کی تحصیل کلر کہار کے قصبہ بوچھال کلاں میں واقع گورنمنٹ کالج کے سابق پرنسپل پروفیسر محمد اعجاز جنجوعہ کا مضمون "بیس رکعات نماز تراویح کا ثبوت واہمیت" بھی قابل ذکر ہے جو انہی ایام میں "المصطفےٰ" میں چھپا۔ (۶۸)

سیرت وشمائل رسول ﷺ

سیدالانبیاء والمرسلین، سیدنا ومولانا محمد بن عبداللہ ﷺ کی سیرت وخصائص کے بیان پر متعدد علماء کی تحریریں اس مجلہ کی زینت بنتی رہیں۔ جن میں ہر پہلو کو مدنظر رکھنے کی کوشش کی گئی۔ مولانا حافظ محمد نواز کے مضمون "حضور ﷺ کی شانِ اولیت" میں ہے کہ آپ کی تخلیق موجودات میں سب سے اول ہے (۶۹) اور مولانا سید مراتب علی شاہ کی تحریر "باعث تخلیق کائنات ﷺ" میں تفصیل ہے کہ رب کائنات جل مجدہ نے ساری کائنات کی تخلیق سے قبل جانِ کائنات ﷺ کے نور کو پیدا فرمایا۔ (۷۰)

مولانا سید محمد انور شاہ نے "ﷺ کا سلسلہ نسب" میں بتایا کہ سیدنا محمد ﷺ کے تمام آباء مسلمان تھے، مواحد تھے۔ سلسلہ نسب میں "معد" تک مورخین کا اتفاق ہے اور اس سے آگے حضرت اسماعیل علیہ السلام تک کتنی پشتیں اور ہیں، اس کے بارے میں روایات مختلف ہیں۔

خود حضور ﷺ نے بھی معد تک اپنا سلسلہ نسب بیان فرمایا ہے۔(۷۱)

نبی آخر الزماں ﷺ کی ولادت جیسی نعمت کبریٰ پر فرحت وسرور کے اظہار اور یاد تازہ کرنے کے لیے جو مضامین شائع کیے گئے، ان میں اداریہ " کیا سہانا نور ہے" (۷۲) اور " صبح میلاد نبی ہے" (۷۳) اور مولانا سید مراتب علی شاہ کے قلم سے " جس سہانی گھڑی چمکا طیبہ کا چاند" (۷۴) "میلاد رسول ﷺ" (۷۵) " آمدِ مصطفےٰ ﷺ" (۷۶) نیز مولانا سید ریاض الحسن شاہ کی تحریر " کارآمد حوالے" (۷۷) " میلاد مبارک" (۷۸) "ظہور قدسی کے وقت اللہ نے جشن منایا" (۷۹) مولانا ابو داؤد محمد صادق کی " جشن میلاد النبی ﷺ" (۸۰) اہم ہیں۔

شب ولادت کی فضیلت کے متعلق علامہ سید لقمان شاہ کی تحریر " ربیع الاول شریف" میں لکھا ہے کہ حضور پُر نور شافع یوم نشور ﷺ کا وقت ولادت باسعادت لیلۃ القدر سے بھی افضل ہے۔ کیوں کہ لیلۃ القدر میں فرشتے نازل ہوتے ہیں۔ اور ولادت پاک کے وقت خود رحمت للعالمین ﷺ تشریف لائے۔ جن کے واسطے تمام جہان پیدا ہوئے۔ نیز اللہ تبارک و تعالیٰ لیلۃ القدر میں صرف امت مسلمہ پر فضل وکرم فرماتا ہے اور شب ولادت میں اللہ تعالیٰ نے تمام مخلوقات پر اپنا فضل وکرم فرمایا۔(۸۱)

اس موضوع پر ایک اور تحریر "شب قدر سے شب ولادت افضل ہے" جو علامہ عابد میاں دیو بندی کی کتاب "رحمۃ للعالمین" سے ماخوذ اور ایک اقتباس یہ ہے۔ "خداوند کریم نے رحمۃ للعالمین حضرت محمد مصطفےٰ ﷺ کی مبارک امت کو دو راتیں نہایت ہی مبارک عنایت فرمائیں۔ ایک شب ولادت رحمۃ للعالمین حضرت محمد ﷺ کی۔ اور دوسری شب قدر کی کہ جس کی فضیلت سورۃ لیلۃ القدر سے ظاہر ہے۔ لیکن تھوڑی سی فکر کے بعد یہ بات روز روشن کی طرح ثابت ہوتی ہے کہ شب ولادت مبارک رحمۃ للعالمین حضرت محمد مصطفےٰ ﷺ کی زیادہ تر افضل اور اعلیٰ ہے شب قدر سے"۔(۸۲)

اور رسول ﷺ کے حلیہ مبارک پر دو تحریریں پیش نظر ہیں۔ مولانا مفتی محمد نواز چشتی کی "

صورت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم" اور حافظ شیر محمد رضوی کی "حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا حلیہ شریف" ۔ (۸۳)

اور مقام مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی رفعتوں کے بیان پر مولانا محمد شفیق قادری رضوی کے مضمون "معراج النبی صلی اللہ علیہ وسلم" میں لکھا ہے کہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ سفر سیر اور معراج کہلاتا ہے۔ سیر کے معنی رات کو لے جانے کے ہیں اور معراج کی معنی اوپر چڑھنے اور پستی سے بلندی کی طرف جانے کے ہیں۔ سو اس سفر میں حضور پاک کو عالم بیداری میں روح مع الجسم مکہ مکرمہ سے مسجد اقصیٰ لے جایا گیا۔ جو اس کا منکر ہے کافر ہے۔ پھر مسجد اقصیٰ سے ساتوں آسمان سدرۃ المنتہیٰ اور عرش معلیٰ اور کون و مکان کی سیر کروائی گئی (۸۴)۔ اور مولانا سید محمد زبیر شاہ کے دورہ تفسیر قرآن سے ماخوذ مضمون "مسئلہ علم غیب مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم" میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت تک دنیا سے تشریف نہیں لے گئے جب تک رب کریم نے جمیع مغیبات کا علم عطا نہیں فرما دیا۔ اللہ تعالیٰ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے علم میں چند وجوہ سے فرق ہے۔ اللہ تعالیٰ کا علم قدیم ہے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا حادث۔ اللہ تعالیٰ کا علم ذاتی، غیر متناہی، حقیقی اور کلی حقیقی ہے اور اصل۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا علم عطائی، متناہی، کلی عرفی اور اللہ تعالیٰ کے مقابلے میں بعض ہے اور عارضی (۸۵)۔

اور مولانا محمد بشیر سیالوی کی تحریر "انگوٹھے چوم کر آنکھوں پر لگانا" میں بتایا گیا کہ یہ عمل جائز و مستحب ہے اور اس عمل پر عامل رہنا چاہیے کہ یہ ثواب ہے۔ فضائل میں ضعیف احادیث پر بھی عمل کیا جائے گا (۸۶)۔ روضہ اقدس کی زیارت کی نیت و ارادہ سے مدینہ منورہ کے سفر کے جواز پر حافظ شکیل احمد طاہر کے دو مضامین ہیں۔ " حدیث لاتشدالرحال کا تحقیقی تجزیاتی مطالعہ "(۸۷) اور " زیارت در رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اصل حج ہے" (۸۸)۔ اور درود شریف کے فضائل پر مولانا سلیم حسان شاہ کا انتخاب " بکھرے موتی " (۸۹) نیز ادارہ کی جانب سے "درود پاک" (۸۹۔ا) کے علاوہ مولانا سید ریاض الحسن شاہ کے قلم سے "عقیدہ ختم نبوت" (۸۹۔ب) اور مولانا سید مراتب علی شاہ کی قسط وار تحریر "تعظیم نبی و عظمت رسول اقدس صلی اللہ علیہ وسلم" (۹۰) بھی مقام مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے بیان پر ہیں۔

سیرت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے موضوعات پر اداریہ بعنوان "رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم اور خشیت الٰہی "

(۹۱) پیر حشمت علی عزیزی کی تحریر "حضور سرور کائنات کا مزاح و تبسم" (۹۲) کرنل صالح نصر سعدی گیلانی کی "بے خوف سپہ سالار اعظم ﷺ" (۹۳) اور مولانا سید مراتب علی شاہ کی "سیرت مصطفےٰ ﷺ" ہیں (۹۴)۔

حمد و نعت

حمد و نعت کے لیئے "شیخ الحدیث" کا پہلا صفحہ مختص اور اس پر معتبر شعراء کرام کا مشہور کلام پیش کیا گیا۔ پیش نظر شماروں میں حمدیہ کلام حسب ذیل شعراء کا ہے۔ شیخ احمد سرہندی فاروقی نقشبندی (۹۵) مولانا حسن رضا خان بریلوی (۹۶) مولانا احمد رضا خان قادری بریلوی (۹۷) مولانا سید علی حسین اشرفی جیلانی کچھوچھوی (۹۸) مولانا سید خلیل احمد خاکی امروہوی (۹۹) مولانا احمد حسین قاسم الحیدری (۱۰۰) علامہ محمد حفیظ نیازی (۱۰۱) محمد حبیب الحسنین ساجد (۱۰۲) بشیر احمد رحمانی (۱۰۳) محمد افضال رسول فقیر (۱۰۴) اور علامہ غلام مصطفیٰ مجددی۔(۱۰۵) جب کہ نعتیہ کلام مولانا احمد رضا خان بریلوی کا لگ بھگ ہر شمارہ میں ہے۔

اسلامی عقائد

مولانا سید محمد زبیر شاہ کے دورہ تفسیر قرآن کریم سے ماخوذ "بحث شرک" اسلام کے عقیدہ الہ پر اہم ہے (۱۰۶) اور اسی کی بنیاد پر ترتیب دی گئی دوسری تحریر "مسئلہ حیات الانبیاء علیہم السلام" (۱۰۷) جس میں ہے کہ انبیاء علیہم السلام اپنی قبروں میں زندہ ہیں، نمازیں پڑھتے ہیں، ان کی زندگی حقیقی، جسمانی، دنیاوی کی طرح بلکہ اس سے بھی افضل ہے۔ مولانا حافظ محمد نواز چشتی کی تحریر "ایصال ثواب سے وابستہ واقعات" (۱۰۸) عنوان سے ہے۔

اسلامی عقائد و معمولات کے بیان و تشریح پر جامعہ اسلامیہ غوثیہ چکوال سے وابستہ علماء کے تالیف کردہ تبلیغی کتابچے بھی یہاں قابل ذکر ہیں جو جامعہ کی طرف سے طبع کرا کے بالعموم مفت تقسیم کئے گئے۔ سابق مدرس جامعہ مولانا سید حامد علی شاہ کی "جواز ندائے یا رسول اللہ ﷺ" صفحات ۳۲، مہتمم جامعہ مولانا سید ریاض الحسن شاہ کی "توسل و استمداد، معجزہ و کرامت" صفحات ۷۲، اور "حاجت روائی باذن اللہ" صفحات ۶۴، نیز "جشن میلاد النبی

ﷺ کی شرعی حیثیت" مطبوعہ ۲۰۰۹ء صفحات ۸۰، اور "مسئلہ علم غیب پر ایک نظر" صفحات ۴۴، کے علاوہ سابق صدر مدرس جامعہ مولانا سید لقمان شاہ کی "مسئلہ تعظیم مصطفیٰ محمد ﷺ" مطبوعہ ۱۹۹۸ء صفحات ۶۷۔ اور مولانا سید محمد زبیر شاہ کے شاگرد و چکوال کے نواح میں گاؤں باڑے کے باشندہ (۱۰۹) مولانا قاری محمد نواز صدیقی نقشبندی (پیدائش ۱۳۶۵ھ/۱۹۴۶ء) کی "دلائل البرکات فی جواز مسئلہ ندائے یارسول اللہ ﷺ" جو پانچویں بار مع اضافات مکتبہ رضائے مصطفیٰ گوجرانوالہ نے ۹۶ صفحات پر شائع کی۔

حرمین شریفین

مولانا سید ریاض الحسن شاہ کی قسط وار تحریر "کعبہ" (۱۱۰) اور علامہ محمد شفیق رضوی کی "باب خانہ کعبہ" (۱۱۱) نیز ڈاکٹر محمد الیاس کی "حجر اسود" (۱۱۲) اور پٹنہ کے محمد شمیم اختر کی "آب زم زم کا کیمیائی تجزیہ" (۱۱۳) مولانا سید ریاض الحسن شاہ کی "مدینہ منورہ کی فضیلت و اہمیت" (۱۱۴) جس میں لکھا ہے کہ، مدینہ شریف کا ارادہ کر کے زیارت کے لیئے جانا بہت بڑے اجر وثواب کا باعث ہے۔ مسلمان جب مدینہ شریف جائیں تو ان کا ایک تو مقصود زیارت روضہ رسول ﷺ ہونا چاہیے اور دوسرا وہاں مسجد نبوی میں زیادہ سے زیادہ نمازیں ادا کرنی چاہیں۔

اھل بیت النبی ﷺ

اس موضوع پر "شیخ الحدیث" کے صفحات پر پیش نظر مضامین کے عنوانات یہ ہیں۔
مولانا سید ریاض الحسن شاہ کے قلم سے "حضرت خدیجہ الکبری رضی اللہ تعالی عنھا کا نکاح" (۱۱۵) "وفات حسرت آیات ام المؤمنین سیدہ خدیجہ رضی اللہ تعالی عنھا" (۱۱۶) اور "ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالی عنھا" از مفتی محمد نواز چشتی (۱۱۷) "حضرت سیدنا علی المرتضیٰ ؓ" از مولانا سید محمد انور شاہ (۱۱۸) "حضرت خاتون جنت رضی اللہ تعالی عنھا" (۱۱۹) اور "حضرت سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ تعالی عنھا" بقلم مولانا سید مراتب علی شاہ (۱۲۰) "حضرت سیدہ خاتون جنت رضی اللہ تعالی عنھا" از مولانا سید افتخار الحسن شاہ (۱۲۱)

مولانا محمد سعید احمد مجددی کی اہم تحریر "سیرت دختر رسول اور مروجہ جہیز" (۱۲۲) خواجہ وحید احمد قادری کے قلم سے "سید الشہداء حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ" (۱۲۳) "امام عالی مقام سیدنا حسین بن علی ؓ" از مولانا سید ریاض الحسن شاہ (۱۲۴) آخر الذکر میں لکھا ہے کہ "حضرت سکینہ بنت الحسین اپنی والدہ محترمہ کے ساتھ واقعہ کربلا میں موجود تھیں۔ لیکن ان کی عمر پانچ یا سات سال تھی۔ کربلا میں ان کے نکاح کی جو روایت مشہور ہے، بالکل غلط ہے، اس کی کچھ اصل نہیں...... پھر حضرت سکینہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی وفات راہ شام مشہور کی جاتی ہے، یہ بھی بالکل غلط ہے۔ بلکہ واقعہ کربلا کے بعد عرصہ تک حیات رہیں اور ان کا نکاح حضرت ابن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ ہوا ہے"۔

مولانا سید عنایت حسین شاہ کی تحریر "باغ فدک" بھی اسی موضوع سے متعلق ہے۔ (۱۲۵)

صحابہ کرام

خلیفہ اول سیدنا ابوبکر صدیق اللہ تعالیٰ عنہ کے احوال پر سید احسان الحسن شاہ کی تحریر "سچی حکایت" (۱۲۶) مولانا سید مراتب علی شاہ کے قلم سے قسط وار "سیدنا علی المرتضےٰ کرم اللہ وجہہ الکریم کے سیدنا ابوبکر صدیق ؓ کے متعلق ارشادات" (۱۲۷) اور "سیدنا صدیق اکبر ؓ سیدنا علی المرتضیٰ ؓ کے باہمی تاثرات" (۱۲۸) نیز "خلیفہ اول سیدنا ابوبکر صدیق ؓ" از قلم مولانا سید ریاض الحسن شاہ (۱۲۹) علامہ حافظ محمد نواز چشتی کی "عظمت صدیق اکبر ؓ کتب شیعہ کی روشنی میں" (۱۳۰) مولانا ابوداؤد محمد صادق قادری رضوی کے قلم سے "سیرت سیدنا صدیق اکبر ؓ کا ایک سنہری ورق" (۱۳۱) نیز ادارہ کی جانب سے "سیدنا صدیق اکبر ؓ کا بے مثال عشق" (۱۳۲) ہیں۔

دوسرے خلیفہ راشد سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق مولانا حافظ شیر محمد رضوی کی تحریر "فاروق اعظم کا عشق" (۱۳۳) مولانا سید مراتب علی شاہ کی "فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور عظمت اسلام" (۱۳۴) نیز "خلیفہ دوم امیر المومنین سیدنا عمر بن خطاب ؓ

کتب شیعہ کی روشنی میں "(۱۳۵) مولانا سید مراتب علی شاہ ایک اور مضمون میں رقم طراز ہیں کہ سیدہ حضرت ام کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا نکاح سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہوا۔(۱۳۶)

معلوم رہے اس موضوع پر مولانا سید شاہ برکات حسن بن محمد امیر حسینی واسطی بلگرامی ثم مارہروی کی کتاب "القول الصحیح فی عقد سیدتنا ام کلثوم رضی اللہ عنہا مع سیدنا الفاروق رضی اللہ عنہ" مطبع ستارہ ہند آگرہ سے ۱۳۱۳ھ میں ۸۴ صفحات پر چھپی۔ اور مولانا ابوالعباس غلام رسول نوشاہی خطیب نارووال کی "نکاح ام کلثوم رضی اللہ عنہا "مدینہ بک ڈپو نارووال نے پہلی بار ۱۳۹۴ھ/ ۱۹۷۴ء میں ۳۲ صفحات پر شائع کی جس پر مولانا محمد عبدالرشید جھنگوی کی تقریظ درج ہے۔

تیسرے خلیفہ راشد سیدنا عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ کے احوال پر مولانا سید مراتب علی شاہ کے دو مضامین "امیر المؤمنین سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ "(۱۳۷) اور "خلیفۃ الرسول سیدنا عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ "(۱۳۸) نیز ادارہ کی طرف سے تحریر "یوم سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ "(۱۳۹) شیخ الحدیث کے صفحات کی زینت ہیں۔

چوتھے خلیفہ راشد سیدنا ابوتراب علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ پر مولانا سید مراتب علی شاہ کی تحریر "سیدنا حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی ولادت پاک کے مختصر حالات "(۱۴۰) "حضرت سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ" بقلم مولانا سید محمد انور شاہ (۱۴۱) اور "حضرت سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ" بقلم مفتی محمد نواز چشتی (۱۴۲) تینوں مضمون نگار نے لکھا ہے کہ آپ کی ولادت کعبہ شریف میں ہوئی۔ اور مفتی محمد نواز چشتی کی ایک اور تحریر میں ہے کہ بعد غروب کے علی بن ابی طالب پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا سے سورج واپس آیا تا کہ علی نماز عصر ادا کرلیں (۱۴۳)۔

اور معلوم رہے سہ ماہی "انوار رضا" جوہر آباد کا ۲۰۱۱ء میں "مولود کعبہ نمبر" چار سو صفحات پر شائع ہوا۔ "شیخ الحدیث" کے صفحات پر خلفاء راشدین کے علاوہ مولانا سید افتخار الحسن شاہ کا مضمون "سید الشہداء امیر حمزہ رضی اللہ عنہ "(۱۴۴) اور "سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کے عقائد"

بقلم مولانا شفیق احمد قادری (۱۴۵) درج ہیں۔

حضرت امیر معاویہؓ

مولانا سید لقمان شاہ کی تحریر "حضرت علی و معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما" چھ سے زائد اقساط میں (۱۴۶) نیز مولانا قاری بابر جہانگیر کے قلم سے "حضرت سیدنا امیر معاویہؓ کے خصوصی فضائل" عنوان سے ہے (۱۴۷)

معلوم رہے خطہ ہندوستان میں حضرت امیر معاویہؓ پر طعن کی فضا دسویں صدی ہجری میں محسوس کی گئی۔ تب مغل بادشاہ نصیر الدین محمد ہمایوں (وفات ۹۶۳ھ/۱۵۵۶ء) نے علماء مکہ مکرمہ سے رابطہ کیا۔ چنانچہ ہمایوں کی درخواست پر علماء مکہ مکرمہ کے سرتاج شیخ الاسلام شہاب الدین ابو العباس احمد بن محمد انصاری شافعی عرف ابن حجر ہیتمی (وفات ۹۷۴ھ/ ۱۵۶۷ء) نے کتاب "**تطهير الجنان واللسان عن الخطور والتفوه بثلب معاوية بن ابی سفيان، مع المدح الجلي واثبات الحق لعلي**" تالیف کی، جو عرب وعجم سے بارہا شائع ہوئی۔ جب کہ ترکی کے مشہور مبلغ اسلام شیخ حسین حلمی ایشیق حنفی نقشبندی مجددی (وفات ۱۴۲۲ھ/ ۲۰۰۱ء) کے قائم کردہ اشاعتی ادارہ مکتبہ الحقیقہ استنبول نے ۱۴۳۴ھ/ ۲۰۱۳ء میں طبع کرا کے دنیا بھر میں مفت تقسیم کی۔ اور اب جدید اشاعت شیخ محمد مصعب کلثوم دمشقی کی تحقیق وتخریج کے ساتھ ۱۴۳۸ھ/ ۲۰۱۷ء میں دار اللباب استنبول کے ہاں سے ۲۰۷ صفحات پر سامنے آئی۔ **تطهير الجنان** کا اردو ترجمہ علامہ محمد مجاہد قادری نے کیا جو اکبر بک سیلرز لاہور نے ۱۴۳۵ھ/ ۲۰۱۴ء میں شائع کیا۔

علاوہ ازیں مولانا محمد حیات سندھی مہاجر مدنی (وفات ۱۱۶۳ھ/ ۱۷۵۰ء) کی "**رسالة في فضايل معاوية**" جس پر شیخ سمیر سمراء نے تحقیق انجام دی۔ اور یہ الجزائر کے ماہنامہ "**الاصلاح**" شمارہ مارچ اپریل ۲۰۱۲ء صفحہ ۳۱ تا ۴۴ پر مطبوع ہے۔ اور مولانا عبد العزیز بن احمد پرھاروی ملتانی (وفات ۱۲۳۹ھ/ ۱۸۲۴ء تقریباً) کی "**الناهية عن طعن امير المؤمنين معاوية رضي الله عنه**" جو علمی حلقوں میں کسی تعارف کی محتاج نہیں۔ یہ بھی مکتبہ الحقیقہ

استنبول نے ۱۴۳۵ھ/ ۲۰۱۴ء میں چھپوا کر مفت تقسیم کی۔ نیز قبل ازیں ملتان سے شائع ہوئی۔ اور ۱۴۲۲ھ/ ۲۰۰۱ء میں شیخ احمد بن عبدالعزیز تویجری کی تحقیق وتخریج کے ساتھ دار غراس کویت نے ۸۸ صفحات پر شائع کی۔ ایک اور جدید اشاعت اب دار الکتب العلمیۃ بیروت کے ہاں سے سامنے آئی ہے۔ اور ۲۰۰۸ء میں درس نظامی مرحلہ کی تکمیل کے لیے ضلع اٹک کے مولانا محمد امین قادری (پیدائش ۱۴۰۰ھ/ ۱۹۸۰ء) نے جامعہ رضویہ ضیاء العلوم راول پنڈی کے تحت ایک جز پر تحقیق وتخریج انجام دی۔

حضرت سیّدنا حسین ﷛ اور یزید

"شیخ الحدیث" میں درج خواجہ وحید احمد قادری کے مذکورہ بالا مضمون میں لکھا ہے کہ،

یزید بن معاویہ وہ بدنصیب شخص ہے جس کی پیشانی پر اہل بیت کرام کے بے گناہ قتل کا سیاہ داغ ہے۔ جس پر ہر زمانہ میں دنیائے اسلام ملامت کرتی رہی ہے..... اگر امام حسین ﷛ یزید کی بیعت فرما لیتے تو یزید آپ کی قدر ومنزلت کرتا بلکہ آپ کو بہت سے دنیوی فوائد بھی حاصل ہو جاتے..... امام عالی مقام نے اس موقع پر جب کہ خطرہ تھا تقیہ سے کام نہیں لیا۔ حالانکہ تقیہ کے لیے اس سے بہتر وقت اور کون سا ہو سکتا تھا۔ امام چاہتے تو بطور تقیہ وقتی طور پر بیعت کر کے چین کی زندگی بسر کرتے۔ مگر آپ کا وجود تو رہتی دنیا تک کے لیے روشنی کا مینار تھا۔ امام نے اپنے عمل سے ثابت کر دیا کہ جان دے دو مگر راہ حق میں بطور تقیہ باطل کے سامنے سر مت جھکاؤ۔

اور سیّدنا حسین ﷛ پر مولانا سید ریاض الحسن شاہ کے مذکورہ بالا مضمون میں ہے کہ،

حضرت معاویہ ﷛ کے عہد حکومت میں مخالفین اسلام کی طرف جو مہمات بھیجی گئی تھیں، ان میں سے ایک مہم میں حسین ﷛ نے بھی حصہ لیا۔ اور ۴۹ھ میں جو فوج بھیجی گئی تھی، اس کے کمانڈر انچیف سفیان بن عوف تھے۔ بعض مؤرخین نے بنی امیہ کی خوشامد کی خاطر یزید بن حضرت معاویہ ﷛ کا نام اس مہم کے کمانڈر کی حیثیت سے درج کیا ہے۔ ورنہ حقیقت یہ کہ تاریخ میں جو چند جھوٹ بولے گئے ہیں، ان میں سب سے بڑا جھوٹ یہ بھی بیان کیا ہے۔ اس قسطنطنیہ کی مہم

میں بھی حضرت امام عالی مقام نے اعلیٰ کام سرانجام دیئے۔

" کردار یزید افکار یزید کی روشنی میں " کے زیر عنوان مضمون میں مولانا سید ریاض الحسن شاہ (۱۴۸) نے یزید کے چند اشعار مع ترجمہ درج کیئے اور پھر بتایا کہ ان اشعار کی بناء پر امت کے اکابر نے یزید کی تکفیر کا فتویٰ دیا ہے۔ اور مضمون کے دوسرے مقام پر لکھا کہ، جمہور مسلمانان عالم یزید بن معاویہ پر لعنت بھیجنے کے حق میں ہیں۔ کیونکہ اس نے ریحان الجنۃ امام حسین رضی اللہ تعالیٰ، ریاض الجنۃ مسجد نبوی اور حجر الجنۃ کعبہ مقدسہ کو تاخت وتاراج کیا۔

یزید کے متعلق دیگر مکاتب فکر کے زعماء کی آراء وموقف پر آگاہی کے لیئے ادارہ شیخ الحدیث کی طرف سے ایک تحریر " یہ محبت حسین ہے یا کہ بغض حسین، دیوبندیوں اور وھابیوں کے تاثرات " عنوان سے ہے (۱۴۹)۔

مجلہ شیخ الحدیث میں یزید کے متعلق سواد اعظم اہل سنت و جماعت کے موقف پر مبنی تحریروں کی اشاعت کی افادیت وضرورت کا ایک پہلو یہ بھی قابل ذکر ہے کہ چکوال شہر میں ہی دیوبندی مکتب فکر سے تعلق رکھنے والے ایسے افراد بھی موجود ہیں جن کی رائے وموقف ہے کہ " شہادت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں یزید کا حکم یا ارادہ شامل نہیں تھا۔ یزید پر تمام الزامات تاریخی ہیں جن پر صدیوں سے جھوٹے پروپیگنڈے، من گھڑت حکایتوں اور افسانوں کے تہہ بہ تہہ گرد وغبار کے گہرے پردے پڑ چکے ہیں"۔

تصوف وصوفیہ

" تصوف اور تزکیہ نفس کے زریں اصول " عنوان سے مولانا سید احسان الحسین شاہ کا مضمون ہے (۱۵۰) اور غیر مقلدین کے رسالہ " منہاج " سے ماخوذ تحریر " ولی کا تصرف و کرامت " درج ہے (۱۵۱)۔ صوفیہ اسلام کے احوال وتعلیمات کے بیان پر علامہ سید افتخار الحسن شاہ کے قلم سے " سیدنا غوث اعظم ﷺ کے مختصر حالات " نیز جمیل قادری کی موزوں کردہ منقبت پیش نظر ہیں (۱۵۲) اور صاحب کتاب کشف المحجوب کے احوال پر علامہ گل محمد سکنہ تحصیل فتوحی کی تحریر " حضرت علی ہجویری المعروف داتا گنج بخش ﷺ (۱۵۳) اور مولانا سید

ریاض الحسن شاہ کے قلم سے "حضرت داتا گنج بخش اور مجدد الف ثانی کے متعلق اغیار کی تحریریں" (۱۵۴) نیز اداریہ "حضرت داتا گنج بخش علی ہجویری، حضرت مجدد الف ثانی اور حضرت امام احمد رضا خان علیہم الرحمہ (۱۵۵) اور مولانا سید ریاض الحسن شاہ کے قلم سے دو مضامین "حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ" (۱۵۶) "حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ اور تحریک احیائے دین" ہیں۔ (۱۵۷)

آخر الذکر مضمون میں ہے کہ، آج اس پُرفتن دور میں جب اسلامی قانون کے نفاذ کا وقت ہے، طرح طرح سے رکاوٹیں کھڑی کر دی جاتی ہیں۔ مسلمان باہمی طور پر تفرقہ بازی فرقہ در فرقہ تقسیم ہوتے جا رہے ہیں۔ اس نفسا نفسی کے عالم میں آج پھر اسی طرح کے انقلاب کی ضرورت ہے جو حضرت مجدد الف ثانی رحمہ اللہ تعالیٰ نے برپا کر کے پورے ہندوستان میں اسلامی روح پھونک دی تھی۔

ایک اور اداریہ کا اقتباس ہے کہ، آپ حضرت داتا گنج بخش علیہ الرحمہ کی کشف المحجوب، حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ کے مکتوبات شریف، اور امام احمد رضا خان بریلوی علیہ الرحمہ کی تصانیف کا مطالعہ فرمائیں تو یہ حقیقت روز روشن کی طرح عیاں ہو جائے گی۔ ان کی کتابوں کے مطالعہ سے آپ کے دل میں حضور پُر نور حضرت محمد مصطفےٰ ﷺ کی شان و شوکت اور کمالات جاگزیں ہوں گے۔ (۱۵۸)

قارئین کی دلچسپی و معلومات کی خاطر عرض ہے کہ کشف المحجوب سے اہل چکوال کا تعلق ماضی و حال میں استوار رہا۔ جو درس و تدریس سے بڑھ کر تالیف و ترجمہ تک پھیلا۔ چنانچہ جامعہ اسلامیہ غوثیہ چکوال کی عمارت سے محض گیارہ کلومیٹر فاصلہ پر واقع گاؤں "مرید" کی علم دوست اور درویش صفت شخصیت حضرت سیّد مقبول حسین شاہ کاظمی (پیدائش ۱۳۶۴ھ / ۱۹۴۵ء) بن سیّد گوہر علی شاہ مرحوم کے خاندانی ذخیرہ کتب میں کشف المحجوب کا خوش خط اور مکمل و صاف قلمی نسخہ محفوظ ہے جو ۵۳۴ صفحات پر مشتمل اور ۱۲۲۲ھ میں حافظ خدایار بن حافظ دوست محمد نے برائے پاس خاطر عاطر پیر مرشد کرم شاہ کتابت کیا۔ یہ ایک نو دریافت قلمی نسخہ

ہے۔ علاوہ ازیں تحصیل کلر کہار کے گاؤں کرولی پیراں کے پروفیسر ڈاکٹر حمید اللہ شاہ حاشمی (پیدائش ۱۳۵۸ھ/۱۹۳۹ء) نے کشف المحجوب کا اردو ترجمہ کیا جو اعلیٰ کاغذ و رنگین تصاویر سے مزین بک کارنر جہلم نے ۱۴۴۱ھ/۲۰۱۹ء میں ۹۲۴ صفحات پر شائع کیا۔

اور مکتوبات امام ربانی کی عالمی مقبولیت محتاج بیان نہیں۔ اس کے اردو، عربی اور ترکی وغیرہ زبانوں میں تراجم ہوئے۔ جامعات میں کام ہوا نیز شروح لکھی گئیں اور اس کے دروس کا اہتمام ہوا۔ علماء ترکی کے بقول مکتوبات امام ربانی، حدیث کی کتب صحاح ستہ کے بعد سب سے افضل کتاب ہے۔ اس کے ناقدین بھی ہر دور میں موجود رہے اور اعتراضات کے جواب میں بھی سیر حاصل لکھا گیا۔ جس کے لیئے بطور نمونہ پروفیسر محمد اقبال مجددی (پیدائش ۱۳۶۹ ھ/۱۹۵۰ء) کی کتاب "دفاع حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ" ملاحظہ ہو جو تنظیم الاسلام پبلی کیشنز گوجرانوالہ سے ۱۴۳۳ھ/ ۲۰۱۲ء میں ۴۴۰ صفحات پر شائع ہوئی۔ حضرت مجدد کے ناقدین میں تازہ ترین کارروائی چکوال سے نزدیک ترین شہر گوجرخان کے دانش ور اور "جہاں دیدہ درویش" پروفیسر احمد توفیق اختر (پیدائش ۱۳۶۰ھ/۱۹۴۱ء) کی ہے۔ جن کے دو وڈیو کلپ ان دنوں انٹرنیٹ پر گردش میں ہیں (۱۵۹) لیکن ان کی پیش کردہ رائے سے صوفی افکار کو تو ان شاء اللہ کوئی خطرہ نہیں البتہ ان کی گفتگو قادیانی گروہ کے افکار باطلہ کے لیئے باعث تقویت ضرور ہے۔ اور ایسے علاقائی ماحول میں مجلہ "شیخ الحدیث" کے صفحات پر حضرت مجدد کے احوال و خدمات پر مبنی تحریروں کی اشاعت قابل تحسین عمل ٹھہرا۔

اصلاح معاشرہ

اسلامی معاشرہ کی تربیت و اصلاح میں چار عناصر کا کردار بنیادی نوعیت کا قرار دیا جاسکتا ہے، جو یہ ہیں۔ والدین، دینی علوم کے اساتذہ و مشائخ، دنیاوی علوم کے اساتذہ، اور حکمران طبقہ۔ اور پھر ان چاروں میں سے دینی علوم کے اساتذہ و مشائخ کی ذمہ داری و کردار سب سے اہم ٹھہرا۔ مجلہ "شیخ الحدیث" ایک اہم و مؤقر دینی درس گاہ کے زیر اہتمام شائع ہوتا رہا، اس میں معاشرہ میں در آئی بدعات اور دیگر خرابیوں کی اصلاح و ازالہ جانب بھی توجہ مبذول رہی

اور اداریہ نیز مستقل مضامین اور حسب موقع دیگر موضوعات کی تحریروں میں کوشش کی گئی۔ اس ضمن میں مولانا سید مراتب علی شاہ کا مضمون "اقامت صلوٰۃ اور اصلاح معاشرہ" (۱۶۰) اہم وقابل ذکر ہے۔ جس میں معاشرتی بگاڑ کی دس اہم وجوہات واسباب جانب توجہ دلائی گئی، جو یہ ہیں۔ انسان کا اپنے مقصد تخلیق کو بھول جانا، قلبی سکون سے محرومی، تعلق باللہ سے دُوری، مشکلات ومصائب میں صبر کا دامن چھوڑ دینا، تکبر وغرور، فکر وعمل میں تضاد، عدل ومساوات کا فقدان، جذبہ ہمدردی کا فقدان، عدم تحفظ کا احساس، اور اصلاحی اجتماعات کا فقدان۔ دوسری اہم تحریر فیصل آباد کے پیر غلام سرور ساقی کی " گھریلو ماحول اسلامی بنائیں" میں تمہید کے بعد ہر مسلمان کو سولہ تجاویز پیش کی گئیں (۱۶۱) اور ادارہ کی طرف سے "بچو بدنظری سے" کے زیر عنوان بدنظری سے بچنے کی گیارہ تدابیر بتائی گئیں (۱۶۲) نیز مولانا سید مراتب علی شاہ کے قلم سے "اسلام اور تربیت اولاد" (۱۶۳) اور قسط وار "حسد" (۱۶۴) نیز مولانا مفتی محمد نواز چشتی کی تحریر "نماز اور صحت انسانی" (۱۶۵) اور "شراب کی حرمت اور نقصانات" (۱۶۶) کے علاوہ مولانا محمد شفیق رضوی کے قلم سے "تربیت اولاد" (۱۶۷) نیز "خدمت خلق" (۱۶۸) نیز "سلام کی اہمیت" بقلم علامہ سید افتخار الحسن شاہ (۱۶۹) اور محرم دین قادری حیدر آبادی کی "رشوت کی نحوست" (۱۷۰) راہنما تحریریں ہیں۔

مجلہ شیخ الحدیث میں درج دیگر موضوعات کے مضامین میں اصلاح معاشرہ اور بدعات کے ازالہ پر مبنی چند عبارات یہاں پیش ہیں:

علامہ ارشد القادری کے مضمون "اہل سنت کا جماعتی نظام کس طرح درست کیا جائے" میں لکھا ہے کہ (۱۷۱) "ہمارے مذہبی معاشرہ کی بنیاد ائمہ مساجد ہیں۔ یہ طبقہ عامۃ المسلمین سے جتنا قریب رہتا ہے اتنا قرب قوم کے کسی طبقے کو بھی حاصل نہیں ہے..... اگر ائمہ مساجد کا یہ جاندار طبقہ پوری ہم آہنگی کے ساتھ کسی مہم کی تکمیل پر متحد ہو جائے تو چند دنوں میں بغیر کسی اہتمام اور تکلف کے وہ عظیم مقاصد حاصل کیے جا سکتے ہیں جن کے حصول کے لیئے سالہا سال کی مدت درکار ہوتی ہے"۔

اسی بات کو آگے بڑھاتے ہوئے ایک اداریہ میں کہا گیا کہ، "دور حاضر میں بھی علمائے کرام اور مشائخ عظام اپنے انہی اسلاف کے نقش قدم پر چلتے ہوئے عملاً جدوجہد فرمائیں تو وہ دن دور نہیں کہ جب ملک کے ایوانوں میں آقائے نامدار مدنی تاجدار خاتم الانبیا مالک ہر دوسرا حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم نظام کی بہار نظر آئے"۔(۱۷۲)

مولانا سید محمد انور شاہ نے استاذ کے دس حقوق بیان کئے۔ جن میں سے ایک یہ ہے کہ بجائے استاذ کو بلانے کے بمصداق "پیاسا کنویں کے پاس" خود ان کے پاس حاضر ہو کہ اس میں علم کی لذت ہے۔(۱۷۳)

مولانا محمد نواز چشتی مدرس جامعہ اسلامیہ غوثیہ چکوال نے کامیابی کا راز صدق اور اخلاص قرار دیتے ہوئے یہ درس دیا۔ "سچائی کو ہر وقت اپنا معمول بنانا چاہیے اس لیئے کہ سچائی اخلاص پیدا کرتی ہے۔ یہاں تک کہ اس کے عامل کی یہ کیفیت ہو جاتی ہے کہ اس کے تمام حرکات وسکنات صرف اللہ تعالیٰ کے لیئے ہوتے ہیں۔ اگر خدانخواستہ صدق میں بال برابر بھی حظ نفسانی کو دخل دیا گیا تو تمام صدق وخلوص ضائع ہو جاتے ہیں"۔(۱۷۴)

مولانا سید مراتب علی شاہ نے مسلم معاشرہ کو بیدار کرنے کی کوشش میں یہ الفاظ لکھے۔ کاش! کہ ہم سب مسلمانوں کو اپنی ان تمام ذمہ داریوں کا احساس ہو جائے اور ہم اپنی دنیا کو سنوارنے کے ساتھ ساتھ اپنی آخرت کو بھی بہتر کریں۔ کیونکہ دنیا کی زندگی ہمیں صرف ایک بار ملی ہے، دوبارہ دنیا میں ہمیں واپس نہیں بھیجا جائے گا۔ اور دنیا آخرت کی کھیتی ہے، جو ہم نے اپنی کھیتی میں بویا ہے، مرنے کے بعد ہم وہی کاٹیں گے"۔(۱۷۵)

مولانا محمد سعید احمد مجددی نے جہیز کی رسم کی حوصلہ شکنی کرتے ہوئے یہ لکھا" عصر حاضر میں مروجہ جہیز ایک ایسی لعنت ہے جس نے ایک صحت مند معاشرے میں بے شمار برائیوں کو جنم دیا ہے۔ یہ ایک ناسور ہے جس کا زہر تمام تر معاشرے میں اس طرح سرایت کر چکا ہے کہ اپنے ناک کو بلند کرنے اور معاشرے میں جھوٹی انا کی خاطر مالدار لوگ اپنی بچیوں کو اس کی نمائش کر کے غریب عوام کا مذاق اڑایا جاتا ہے..... مروجہ جہیز کی یہ مکروہ سوچ، اسلامی

تصورات نکاح کے سراسر خلاف ہے۔ اسلام نے اس رویئے کی ہمیشہ حوصلہ شکنی کی ہے اور فرمایا گیا کہ سب سے برکت والا نکاح وہ ہے جس پر بہت کم خرچ ہو"۔(۱۷۶)

ایک اداریہ میں توبہ کی تحریک اور اعمال صالحہ کی جانب راغب کرنے کی ان الفاظ میں کوشش کی گئی۔ "دنیا کی عدالتیں کسی انسان کو بار بار قانون شکنی کرنے کے بعد عادی مجرم قرار دے دیتی ہیں اور اس کے ساتھ کوئی رعایت برتنا گوارا نہیں کرتیں۔ لیکن خدا تعالیٰ بار بار توبہ توڑنے والوں کو اپنی بارگاہ سے نہیں دھتکارتا۔ بلکہ ہر بار مجرموں کے لیے بخشش و رحمت کے دروازے کھلتے ہیں، عادی مجرم قرار دے کر رحمت کا دروازہ بند نہیں کر دیا جاتا"۔(۱۷۷)

ایک اور اداریہ میں محافل میلاد کی اصلاح اور خرافات سے پاک رکھنے کی نصیحت کی اور یہ لکھا۔ "اہالیان پاکستان کو چاہیے کہ ماہ ربیع الاول شریف کی برکات سے مالا مال ہونے کے لیئے محافل میلاد شریف کا گھر گھر انعقاد کریں۔ آپ کی آمد کی خوشی پر اپنے بازاروں، گلیوں اور دکانوں کو خوب سجائیں۔ غیر شرعی حرکات، گانے بجانے، ڈانس، عورتوں جیسے لباس پہننے والوں کو سختی سے روکیں۔ حکام کو بھی چاہیے کے ایسی حرکات کرنے والوں کا سختی سے نوٹس لیں۔ اور عورتوں کی محافل میں ساؤنڈ بند کریں"۔(۱۷۸)

یوم میلاد النبی ﷺ کے لیئے لفظ "عید" کے استعمال پر مولانا سید ریاض الحسن شاہ نے ایک مضمون میں دلائل پیش کئے اور بتایا کہ "بعض حضرات اپنی کم علمی یا پھر کور باطنی کی وجہ سے میلاد مصطفیٰ ﷺ کے لیئے لفظ عید کا استعمال انتہائی برا تصور کرتے ہیں۔ حالانکہ اہل تحقیق کے نزدیک یہ کوئی قابل گرفت امر نہیں"۔(۱۷۹)

بعض کتب و رسائل اور شجرات میں رسول اللہ ﷺ کا سلسلہ نسب حضرت سیدنا اسماعیل علیہ السلام بلکہ حضرت سیدنا آدم علیہ السلام تک لکھا گیا ہے۔ مولانا سید محمد انور شاہ نے ایک مضمون میں اصلاح کرتے ہوئے یہ لکھا۔ "حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سلسلہ نسب میں "معد" تک مورخین کا اتفاق ہے۔ اور اس سے آگے حضرت اسماعیل علیہ السلام تک کتنی پشتیں اور ہیں، اس کے بارے میں روایات مختلف ہیں۔ آپ کا متفقہ شجرہ نسب "معد" تک ہی

ہے..... اور اس میں کسی مؤرخ کا کوئی اختلاف نہیں ہے۔ خود حضور ﷺ نے بھی معد تک اپنا سلسلہ نسب خود بیان فرمایا ہے"۔(۱۸۰)

مجلہ شیخ الحدیث کے صفحات پر اصلاحی نوعیت کی کچھ مزید تحریریں یہ ہیں:۔ ماہ صفر المظفر کو لوگ منحوس جانتے ہیں۔ اس ماہ میں شادی بیاہ نہیں کرتے، سفر کرنے سے گریز کرتے ہیں۔ ابتدائی تاریخیں بہت زیادہ منحوس مانی جاتی ہیں۔ ان کو تیرہ تیزی کہتے ہیں، یہ سب جہالت کی باتیں ہیں۔ مزار کو ہاتھ نہ لگائے نہ بوسہ دے اور طواف بالاتفاق ناجائز ہے۔ سجدہ اللہ عزوجل کے سوا کسی کے لیئے جائز نہیں۔ اس کے غیر کو سجدہ عبادت تو یقیناً اجماعاً شرک مبین وکفر مبین (کھلا کفر) اور سجدہ تحیت (تعظیم کا سجدہ) حرام وگناہ کبیرہ بالیقین ہے۔ پیر سے پردہ واجب ہے جب کہ محرم نہ ہو۔ عورتوں کے مزارات اولیاء، مقابر عوام دونوں پر جانے کی ممانعت ہے۔(۱۸۱)

نماز تراویح۔ مرد عورت سب کے لیئے بالاجماع رمضان المبارک میں بعد نماز عشاء وتر سے پہلے نماز تراویح سنت مؤکدہ ہے۔ اس کا چھوڑنا ناجائز اور گناہ ہے۔ تراویح کی رکعات بیس ہیں..... چار اماموں میں سے کسی کا مذہب بیس سے کم نہیں۔ سحری میں تاخیر واجب ہے۔ مگر اتنی نہ ہو کہ صبح صادق طلوع ہو جائے اور کھاتے رہیں..... پھر جب اذان شروع ہو جائے تو کھانا پینا بالکل بند کریں اور اذان کا جواب دیں۔ آج کل عموماً لوگ اذان کے دوران کھاتے پیتے رہتے ہیں ایسا نہیں کرنا چاہیے۔ معتکف احباب اس چیز کا خیال رکھیں کہ اعتکاف پورا کرنے کے بعد پھر پورا سال نماز ادا کریں۔

صلوٰۃ التسبیح باجماعت کے لیئے اعلان کرنا، فلاں جگہ پر صلوٰۃ التسبیح ہوگی مکروہ ہے۔ ہاں اگر ویسے ذکر فکر کے لیئے بیٹھے ہوئے تھے، صلوٰۃ التسبیح پڑھنا چاہتے ہیں تو باجماعت ادا کریں تو کوئی حرج نہیں۔ عید الفطر جو کہ اللہ تعالیٰ کی رحمتوں اور مغفرتوں اور روزہ وعبادت رمضان کا انعام خاص حاصل کرنے کا دن ہے۔ اس روز اللہ تعالیٰ کی شریعت کی کھلی خلاف ورزی کرنا اور کفار کے طریقے کے مطابق بے راہروی اختیار کرنا، گندی فلمیں اور ڈرامے دیکھنا

اور لڑکیوں کا نیم عریاں لباس میں گلی کوچوں میں گھومنا بہت ہی بڑا گناہ ہے۔ (۱۸۲)

جو شخص ذوالحجہ کا چاند دیکھ لے اور قربانی کا ارادہ رکھتا ہو تو وہ بال منڈائے اور نہ ناخن ترشوائے۔ بھینس، گائے میں شمار ہے، اس کی بھی قربانی ہو سکتی ہے۔ (۱۸۳)

حجر اسود کا استلام اور بوسہ لینے کے آداب۔ بوسہ لینے کے لیئے کسی کو دھکا یا کوئی تکلیف نہیں دینی چاہیے۔ اس لیئے کہ بوسہ لینا سنت ہے جب کہ لوگوں کو ایذا دینا منع ہے لہذا سنت پر عمل کے لیئے ممنوع کا ارتکاب نہیں کرنا چاہیے۔ (۱۸۴)

قربانی۔ منکرین حدیث کے نام نہاد ٹولے کا یہ اعتراض کرنا کہ اس پر انتہا سے زیادہ پیسہ خرچ ہوتا ہے۔ لہذا قربانی کی بجائے فلاحی ادارے مثلاً یتیم خانے، شفا خانے، وغیرہ بنا دینے چاہیں۔ یہ اعتراض لغو ہے۔ ایسے تو حج جیسی اہم عبادت جو شعائر اسلام سے ہے۔ اس کو بھی یہ کہہ کر ختم کیا جا سکتا ہے کہ لاکھوں روپیہ ہر سال حج پر خرچ ہوتا ہے لہذا بجائے حج کے فلاحی امور اور رفاہ عامہ پر خرچ کر دیا جائے تو زیادہ بہتر ہوگا۔

قربانی صرف تین دنوں کے ساتھ مخصوص ہے۔ دس ذوالحجہ عید کے دن صبح صادق سے لے کر بارہ ذوالحجہ کے سورج غروب ہونے تک ہے۔ (۱۸۵)

قصاب کو گوشت بنانے کی مزدوری میں گوشت کھال یا رسی وغیرہ نہ دی جائے۔ بلکہ مزدوری الگ سے دی جائے۔ اور جانور کی رسی کھال وغیرہ سب خیرات کر دینی چاہیے۔ (۱۸۶)

جب تم قضائے حاجت کے لیئے جاؤ تو قبلہ کی طرف منہ کرو نہ پشت، بلکہ شمال یا جنوب کی طرف منہ کرلو۔ مسجد میں اذان کہنا مکروہ ہے۔ یہ حکم ہر اذان کے لیئے ہے، فقہ کی کسی کتاب میں کوئی اذان اس سے مستثنیٰ نہیں۔ اذان ثانی جمعہ بھی اس میں داخل ہے۔ اذان سے فارغ ہونے کے بعد درود شریف پڑھ کر وہ دعا پڑھے جو اذان کے بعد پڑھی جاتی ہے، اس کو دعائے وسیلہ کہتے ہیں۔ اکثر لوگ اس سے ناواقف ہیں۔ بغیر درود شریف پڑھے دعائے وسیلہ پڑھ لیتے ہیں۔ (۱۸۷)

معاشرہ میں قناعت پسندی اور صبر و شکر کے اوصاف کی تنزل و کمی جانب توجہ دلاتے ہوئے مولانا سیّد احسان الحسین شاہ نے یہ لکھا۔ "بزرگان دین کا یہ معمول رہا ہے کہ وہ کسی شخص سے اس کا حال احوال اس نیت سے پوچھا کرتے تھے کہ وہ ہر حال میں اللہ کا شکر اور حمد و ثنا کرے گا۔ جس پر اسے بھی ثواب ملے گا اور پوچھنے والے کو بھی اجر نصیب ہوگا۔ لیکن عصر حاضر میں تو بہتر یہ ہے کہ کسی سے حال نہ پوچھا جائے۔ کیونکہ اگر آپ نے کسی سے حالات پوچھے تو شکوہ اور شکایت ہی سننے کو ملے گا کہ لوگوں نے ذکر کرنا کم کر دیا ہے۔(۱۸۸)

رضویات

مولانا احمد رضا خان قادری بریلوی (وفات ۱۳۴۰ھ/۱۹۲۱ء) کے احوال و آثار سے استفادہ اور مطالعہ و تحقیق کو "رضویات" کا نام دیا گیا۔ اور اہل چکوال فاضل بریلی کی زندگی کے ایام سے ہی اس موضوع سے وابستہ ہیں، جس کی تفصیل کا یہ محل نہیں۔ محض مجلہ "شیخ الحدیث" کو اس پہلو سے دیکھا جائے تو چار اقسام کا مواد ملتا ہے۔ آپ کا حمدیہ اور نعتیہ کلام جس کا ذکر گزر چکا۔ نیز آپ کے جاری کردہ فتاوے (۱۸۹) اور احوال پر مضامین، جیسا کہ مولانا سیّد مراتب علی شاہ کے قلم سے "الشاہ امام احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ" (۱۹۰) اور مدرس جامعہ اسلامیہ غوثیہ قاری بابر جہانگیر کی تحریر "امام احمد رضا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ" نیز مولانا محمد شفیق رضوی کی "پھانسی سے رہائی" کے علاوہ علامہ ارشد القادری کی "امام احمد رضا خان بریلوی اور رد قادیانیت" (۱۹۱) اور مولانا مفتی سیّد ریاض الحسن نیز جودھپوری کی تحریر "حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ"۔ نیز مولانا احمد حسین قاسم الحیدری کی موزوں کردہ منقبت "بحضور حجۃ الاسلام"۔(۱۹۲)

اور مولانا سیّد لقمان شاہ نے ایک اداریہ میں قارئین کو مولانا احمد رضا خان بریلوی کی تصانیف سے استفادہ کی ترغیب دلائی، الفاظ یہ ہیں۔ "جو حضرات دورِ حاضر میں مذہبی کشمکش سے پریشان ہیں۔ ان کو چاہیے کہ وہ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی تصانیف کا مطالعہ فرمائیں۔ ان شاء اللہ ان کو سکون قلب نصیب ہوگا۔ فتاویٰ رضویہ آپ کا علمی شاہکار ہے۔ بازار سے عام

دست یاب ہے۔ اس کا مطالعہ آپ کی معلومات میں اضافہ کا سبب بنے گا۔ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کی تصانیف کے مطالعے سے جہاں معلومات میں اضافہ ہوگا، وہاں عشق رسول کی دولت سے بھی آپ مالا مال ہوں گے"۔ (۱۹۳)

معلوم رہے جامعہ اسلامیہ غوثیہ چکوال کے بانی مولانا سید محمد زبیر شاہ کا سلسلہ روایت واجازت محض دو واسطوں بعد مولانا احمد رضا خان بریلوی قادری سے متصل ہے۔ نیز فاضل بریلوی کے پڑپوتا مولانا اختر رضا خان بریلوی ازہری (وفات ۱۴۳۹ھ / ۲۰۱۸ء) ان کی زندگی میں جامعہ اسلامیہ چکوال تشریف لائے اور خطبہ جمعہ دیا۔

علم

"فضیلت علم" عنوان سے مولانا سید محمد انور شاہ کا مضمون چار سے زائد اقساط میں ہے (۱۹۴) جس میں علم کی ضرورت و اہمیت کو اجاگر کرتے ہوئے لکھا کہ، "دنیاوی خزانے کو قیمتی چیزوں کا ڈھیر کہا جاتا ہے، جس کا نعم البدل مل جاتا ہے۔ لیکن علم ایک ایسا نایاب خزانہ ہے، جس کا دنیا میں کوئی نعم البدل نہیں ہے۔ یہ ایسا خزانہ ہے جو نہ خریدا جا سکتا ہے اور نہ ہی اس کو کوئی چوری کر سکتا ہے، اور نہ ہی کوئی اس کو صاحب علم کے سینہ سے زبردستی چھین سکتا ہے۔ یہ تو اپنے صاحب حاصل کے سینہ میں محفوظ و مامون رہ کر مرنے کے بعد بھی اس کے سینہ میں اس کے ساتھ قبر میں جاتا ہے"۔

ادارہ شیخ الحدیث کی جانب سے شامل تحریر "حصول علم کے تقاضے" کے آغاز میں آگاہ کیا گیا کہ "علم کو آدمی اس وقت حاصل نہیں کر سکتا جب تک اس میں چھ خوبیاں نہ ہوں۔ علم کی بہت زیادہ طلب، مکمل سوچ، مسلسل کوشش، استاذ کی شفقت اور ہمیشہ سبق یاد کرنا اور الفاظ کی تلاش۔ ان چیزوں کے ملنے سے انسان مرد کامل بن سکتا ہے"۔ (۱۹۵)

اس موضوع پر ایک اور اہم مضمون "کامیاب طالب علم" عنوان سے بقلم مولانا سید افتخار الحسن شاہ چار سے زائد اقساط میں "شیخ الحدیث" کی زینت ہے (۱۹۶) جس میں ہے کہ، ایک کامیاب طالب علم بننے کے لیئے ضروری ہے کہ طالب علم میں تکبر، حسد، جھوٹ،

غیبت وچغلی، بدنگاہی جیسی بری عادات کو اپنے سے دور رکھنا ضروری ہے۔ طالب علم کو چاہیے کہ حسد سے بچے اور کسی طالب علم کی اچھی کارکردگی سے حسد نہ کرے اور اس کی صلاحیت ضائع ہونے کی تمنا نہ کرے۔

قاری بابر جہانگیر کی تحریر "دینی مدارس کا معاشرے میں اہم کردار" میں دینی تعلیم کے اغراض ومقاصد بیان کرتے ہوئے، معرفت ورضا الٰہی، علوم اسلامیہ کا احیاء، عبادات وعقائد کی تعلیم، اصلاح معاشرہ، کائنات کی خوشحالی کے ضمنی مقاصد پر آگاہ کیا۔ نیز طلباء کو چند ہدایات پیش کیں۔(۱۹۷)

اور مولانا سید ریاض الحسن شاہ کے بقول، علم والے اور بے علم برابر نہیں لیکن یہ بات ذہن نشین رہے کہ حقیقی عالم وہی ہے جو اپنے علم پر عمل بھی کرتا ہے۔(۱۹۸)

اور مولانا سید مراتب علی شاہ نے اسی بات کو آگے بڑھاتے ہوئے کہا کہ، جب علماء کے دلوں میں حرص ولالچ کی نحوست گھر کر جائے گی تو ان کے دلوں سے علم دین اور اس کی برکتوں کے انوار وبرکات نکل جائیں گے۔ اور وہ جاہلوں کی طرح دنیا طلبی میں لگ جائیں گے۔ پھر وہ برائے نام عالم رہ جائیں گے اور درحقیقت ان میں اور جاہلوں کے عمل وکردار میں ذرہ برابر فرق باقی نہ رہ جائے گا۔(۱۹۹)

عورت

مسلمان عورت کے حقوق اور ذمہ داریوں کے بیان پر جامعہ اسلامیہ غوثیہ چکوال کے حافظ کامران ساجد کی قسط وار تحریر "اسلام میں عورت کی حیثیت" عنوان سے ہے۔ جس میں بتایا کہ، بعض مذاہب میں صرف مرد مالک ہوتا ہے اور بعض مذاہب میں مَردوں میں بھی صرف بڑا لڑکا ہی مالک ہوتا ہے۔ دوسرے مردوں کو بھی حاصل نہیں ہوتا۔ لیکن یہ اسلام ہے جو نہ صرف یہ کہ عورت کو برابر کا حق دیتا ہے بلکہ مرد کی ذمہ داریاں عورت کے حوالے سے بڑھا دیتا ہے۔

مزید لکھا، میری معزز بہنو! آپ مسلمان ہیں اور مسلمان ہونے کی حیثیت سے میدان

عمل مختلف تو ہو سکتا ہے مگر آپ کی ذمہ داریاں مردوں سے کم نہیں ہیں۔ بلکہ مردوں کی ذمہ داریاں معاشرہ کی تشکیل و تربیت میں بعد میں شروع ہوتی ہیں اور آپ کی مسئولیات اور ذمہ داریوں کا آغاز بہت پہلے سے ہو جاتا ہے اس لئے آپ کو اپنی ذمہ داریوں کا علم ہونا ضروری ہے۔(۲۰۰)

تحریک آزادیٔ ہند

مفتی محمد نواز چشتی کی تحریر " جنگ آزادی کا نڈر سپاہی ، علامہ فضل حق خیر آبادی " (۲۰۱) کے علاوہ ایک اور اہم مقالہ " مسئلہ خلافت اور آزادی ہند " عنوان سے ہے جس پر لکھنے والے کا نام درج نہیں ، غالباً کسی اہم و مقبول کتاب سے منقول ہے۔ جس میں مفتی عنایت احمد کاکوروی، مولانا فضل حق خیر آبادی، کانگریس کا قیام، سر سید احمد خان اور کانگریس، کانگریس اور مسلم لیگ، دو قومی نظریہ، گائے کی قربانی، قوم پرست و کانگریس نواز علماء، علامہ ابو الکلام آزاد کے سیاسی افکار، اعلیٰ حضرت اور ترک موالات، ذمی اور حربی کافر کے موضوعات پر حقائق پیش کئے گئے ہیں۔(۲۰۲)

کشمیر

مقبوضہ کشمیر اور وہاں کے باشندوں کی حالت زار کا موضوع " شیخ الحدیث " کے اوراق صفحات پر زیر قلم آتا رہا۔ چنانچہ ایک اداریہ میں مسلم امہ کو اس حساس اور اہم مسئلہ جانب ان الفاظ میں توجہ دلائی۔ " آج ہم زبوں حالی کا شکار ہیں۔ آج کشمیر کے لالہ زار بیابانوں میں تبدیل ہو رہی ہے۔ غیر مسلم چڑھائی کر رہے ہیں۔ ہماری بہنوں کے مقدس سروں سے چادر عفت اتاری جا رہی ہے۔ بیٹیوں کو ان کے گوہر عزت سے محروم کیا جا رہا ہے۔ المختصر گلشن اسلام میں خزائیں رقص کر رہی ہیں۔ مگر ہم کف افسوس ملنے کے سوا اور کچھ نہیں کر سکتے۔

ہاں ہاں! پھر کشمیر کے سلگتے ہوئے چنار اپنے جوبن میں آسکتے ہیں۔ بابری مسجد پھر سے عرصہ زیست پر رونما ہو سکتی ہے، قبلہ اول آزاد ہو سکتا ہے۔ اور آسمان پر کمندیں پھینکی جا سکتی ہیں۔ سینہ فلک پر چمکنے والے ستاروں کو توڑا جا سکتا ہے اور یہ فضائیں پھر سے نعرہ تکبیر و

رسالت سے معمور ہو سکتی ہیں۔ جب یقین کا نور پیدا ہوتا ہے تو وہم وگماں کی تاریکیاں دم توڑ جاتی ہیں اور انسان مشت خاک ہو کر بھی ہمسایہ جبریل بن جاتا ہے"۔(۲۰۳)

ایک اور اداریہ میں ہے کہ، " پاکستان کی شہ رگ کشمیر جنت نظیر میں انسان نما ہندو درندے، مسلمانوں کے ساتھ خون کی ہولی کھیل رہے ہیں۔ وہاں نہتے شہری ظلم کی چکی میں کیوں پس رہے ہیں۔ کیا انہوں نے پاکستان کی آزادی میں ہمارا ساتھ نہیں دیا؟ اب وہ ظلم پر ظلم کیوں برداشت کر رہے ہیں۔ لاکھوں مرد و عورت اپنی جان کا نذرانہ پیش کر چکے ہیں۔ انہیں کب اور کس وقت اور کون انصاف دلائے گا۔ وہ کس مقصد کے لیئے اپنی جان و مال، اولاد اور عزت و آبرو ان خونخوار انسانیت کے دعوے داروں کے سامنے داؤ پر لگا رہے ہیں۔ ماؤں بہنوں، بیٹیوں کو بے آبرو کیا جا رہا ہے۔ وادی کی کشمیر میں بہنے والی خون کی ندیوں کے باوجود یہ نعرہ مستانہ وادی کشمیر سے ابھی گونج رہا ہے" کشمیر بنے گا پاکستان " آخر اس خرابے میں پسنے والے مسلمان کا کیا مقصد ہو سکتا ہے"۔(۲۰۴)

استحکام پاکستان

محمد یونس نوشاہی کے مضمون " قائد اعظم محمد علی جناح کی زندگی کا روحانی پہلو "(۲۰۵) کے آغاز میں ہے کہ،" قائد اعظم محمد علی جناح، علامہ محمد اقبال کے مرد مومن کی تعبیر تھی۔ انہوں نے ابتلاء میں ڈوبی ہوئی ایک بے یار و مددگار قوم کی اس وقت قیادت سنبھالی جب اس کے تباہ و برباد ہونے میں کوئی کسر باقی نہ رہ گئی تھی۔ قدرت قائد اعظم جیسے مرد مجاہد اس وقت پیدا کرتی ہے جب اس قوم کے صاحب الرائے افراد باہمی چپقلش، ناعاقبت اندیشی اور جہالت کی انتہا کو پہنچ چکے ہوتے ہیں۔ یہ مسلمان قوم پر اللہ تعالیٰ کا احسان ہے کہ وہ اس کی نافرمانیوں کے باوجود ہدایت کا بندوبست کرتا ہے اور دین کی سمجھ بوجھ رکھنے والوں کی تعلیم و تربیت کا اہتمام کر کے ان کو امت مسلمہ کی قیادت و رہنمائی کے لیئے بھیج دیتا ہے۔ بالکل اسی طرح ہندوستان کے نامور لوگوں ابوالکلام آزاد اور حسین احمد مدنی کو نظر انداز کر کے اللہ تعالیٰ نے قیام پاکستان کے لیئے قائد اعظم کو منتخب کیا"۔

پاکستان کو استحکام کے راستہ پر گامزن کرنے کی کوشش میں "شیخ الحدیث" کا ایک اداریہ "ذرا مجھ سے بھی پیار کرلو" عنوان سے لکھا گیا (۲۰۶) جس میں پاکستان خود اہل وطن سے مخاطب ہوا، جس کی چند سطور یہاں پیش ہیں۔" مکرمی محترمی میرے پاکستانیو! آج سے تریسٹھ برس پہلے میری تخلیق بہت چاہت سے کی گئی تھی۔ میری پیدائش میں لاکھوں لوگوں نے دعائیں کیں، پھر ہزاروں مسلمان مرد اور عورتوں نے خون جگر دے کر میری پیدائش میں مجھے زندہ و تابندہ برآمد کرلیا۔ مگر میری پیدائش کے ساتھ ہی دنیائے کفر کی حسد بھری نگاہیں مجھ کو ختم کرنے کے لیئے میرے گرد گردش کرنے لگیں۔ الغرض میری نوعمری میں ہی میرے چاہنے والے عزیزوں کو ابدی نیند سلا دیا گیا۔ مجھے لُوٹنے والے میری پرورش اپنے ہی انداز کرنے لگے۔ میری ہی دولت سے عیاشی کرتے اور مجھے ہی سر شام نوچتے، رفتہ رفتہ اس بے رحمی کے گرم بازار میں غیر ملکی آقا بھی شامل ہو گئے۔ ایسے ناساز حالات میں مجھے اپنی صلاحیتوں کو اجاگر کرنے نیز اپنے لوگوں کے قریب آنے کا موقع میسر نہ آسکا..... منتظر ہوں ایک سچی محبت کا جو مجھے اپنے ملک کے سفیروں اور حکمرانوں اور افواج اور عوام سے حاصل کرنی ہے۔ ان کی توجہ کا طلب گار۔ پاکستان"۔

ایک اور اداریہ " آزادی نعمت عظمیٰ ہے لیکن" عنوان سے ہے (۲۰۷)۔ اس کا ایک اقتباس یہ ہے۔ "حصول پاکستان میں مسلمان کا کس قدر خون بہا، کتنے گھر برباد ہوئے۔ کتنے نوجوانوں کو اپنے خون کا نذرانہ پیش کرنے کی سعادت نصیب ہوئی۔ کتنی ماؤں کی ہری گودی پر خزاں طاری ہوئی، کتنے بھائی جدا ہوئے، کتنی بہنیں اپنے بھائیوں کے سامنے عزت و آبرو سے تہی دامن ہو کر آزادی پاکستان کے لیئے قربان ہو گئیں۔ کتنے لوگوں پر شب خون مارا گیا۔ اور کتنے مردانِ حُر زخم پر زخم کھا کر سرخرو ہوئے۔ یہ ظلم واستبداد کی داستان غم اپنے اندر عزت و ناموس اور غیرت کو سموئے ہوئے آخر کیوں نمودار ہوئی؟ اس سادہ سوال کا جواب یہی ہے کہ آزادی کے حصول کے لیئے پاکستان کا مطلب و مقصد تھا کہ یہاں مسلمان اپنی اسی آزادی سے قوانین خدا اور رسول پر آسانی سے عمل پیرا ہو سکیں۔ اسی لیئے قائداعظم نے فرمایا تھا کہ،

حصول پاکستان کا مقصد یہ ہے کہ ہم ایک ایسی ریاست اور ایک ایسا خطہ حاصل کرنا چاہتے ہیں جس میں ہم قوانین اسلام کو عملی طور پر نافذ کر سکیں۔ لیکن آج کل ہم نے اس آزادی کا مطلب کچھ اور ہی سمجھ لیا ہے۔ ہم نے اپنے اجداد کے خون کی اپنی مسلمان ماؤں، بہنوں کی عزت اور اپنے نوجوان شہداء کی ذرا قدر نہیں کی"۔

" کفران نعمت " عنوان سے ایک اور اداریہ میں ہے۔ کالا باغ ڈیم نہ بنا کر ہم نے اللہ کی نعمت کی ناشکری اور کفران نعمت کا ارتکاب کیا ہے اور اب ہم کفران نعمت کی سزا بھگت رہے ہیں۔

مزید آگے چل کر لکھا کہ، فوج موجودہ حکومت ہی سے انتخابی قوانین بدلوا کر نئے انتخابات کروائے، جس میں افراد کی بجائے سیاسی پارٹیوں کو ووٹ دیئے جائیں اور ہر پارٹی کو حاصل ہونے والے ووٹوں کے تناسب سے اسمبلی میں سیٹیں دی جائیں۔ مزید اور سب سے اہم یہ کہ سیاسی پارٹیوں کو اپنے پارٹی ممبران اسمبلی کو پارٹی تبدیل کرنے کا اختیار دیا جائے۔ اس سے ووٹ ضائع نہیں ہوں گے اور اچھی حکومت وجود میں آئے گی جو نام کے پاکستان کو حقیقی پاکستان بنائے گی۔ تمام آثار سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ پاکستان کو مسلمانوں کی عظمت رفتہ بحال کرنے کے لیے وجود میں لایا ہے اور حقیقی پاکستان یہ مقصد پورا کر کے رہے گا۔ ان شاء اللہ العزیز۔ (۲۰۸)

دہشت گردی اور اسلام

رانا اعجاز احمد کی تحریر " انتہا پسندی " میں لکھا ہے کہ، "۱۱ ستمبر ۲۰۰۱ء میں امریکہ کے شہر نیویارک میں ورلڈ ٹریڈ سنٹر پر جب ابھی تک نامعلوم افراد نے حملہ کیا اور پھر پینٹا گون جیسے محفوظ ترین مقام پر بھی نامعلوم لوگ حملہ کرنے سے باز نہ آئے تو امریکی حکومت نے پوری دنیا میں مسلمانوں کو انتہا پسندی اور دہشت گرد جیسے الفاظ سے نوازنا شروع کر دیا۔ یہی نہیں امریکیوں نے یہ تک کہہ دیا کہ، تمام مسلمان دہشت گرد نہیں لیکن تمام دہشت گرد مسلمان ہوتے

ہیں۔ حالانکہ پہلی جنگ عظیم کسی مسلمان نے شروع نہیں کی اور نہ ہی دوسری جنگ عظیم میں مارے جانے والے ہزاروں لوگوں کو کسی مسلمان نے قتل کیا۔ لیکن یہ سب کو معلوم ہے کہ ہیرو شیما اور ناگاساکی پر بم گرانے والے مسلمان نہیں تھے بلکہ وہ عیسائی یا یہودی تھے لیکن آج تک کسی نے عیسائیوں یا یہودیوں کو جو پہلی اور دوسری جنگ عظیم میں براہ راست شامل تھے اور قتل وغارت کر رہے تھے، کہا کہ وہ انتہا پسند یا دہشت گرد ہیں۔ فلسطین میں اگر کوئی اپنی آزادی کی جنگ لڑتا یا کشمیر میں آزادی کی بات کرتا تو وہ انتہا پسند ہے۔ عراق میں کیمیائی ہتھیاروں کی تلاش میں معصوم عراقیوں کو امریکیوں نے قتل کر دیا لیکن وہ انتہا پسند نہیں کہلائے۔ بلکہ جمہوریت پسندی کا تمغہ ان کے سینے پر لگایا گیا۔ حالانکہ بعد میں امریکہ کے صدر جارج بش نے اپنی تقریر میں کہا کہ عراق میں کوئی کیمیائی ہتھیار نہیں تھے۔ جس کی تلاش میں ہزاروں عراقیوں کو لقمہ اجل بننا پڑا۔ افغانستان اور پاکستان میں دہشت گردی کے خلاف جنگ کی آڑ میں ہزاروں نہتے اور معصوم افراد کو قتل کر دیا گیا۔ کسی میڈیا، چاہے وہ مغربی ہو یا پاکستانی انہیں انتہا پسند یا دہشت گرد نہیں کہا۔ بہر حال دنیا کا کوئی مذہب انتہا پسند نہیں ہوتا۔ انتہا پسندی انسان کی اپنی طبیعت میں تو ہو سکتی ہے لیکن کسی مذہب میں نہیں"۔(۲۰۹)

"شیخ الحدیث" کے صفحات پر اسی بات کو آگے بڑھاتے ہوئے مولانا سید مراتب علی شاہ نے مضمون بعنوان "تعلیمات نبوی ﷺ کی روشنی میں دور حاضر کی مذہبی انتہا پسندی کا رجحان اور خاتمہ" میں لکھا کہ، مذہبی انتہا پسندی کا معنی یہ ہوگا کہ مذہبی عقائد و اعمال اور مسائل جن کے متعدد پہلو ہوں یا جن کے بارے میں کئی اقوال و آراء ہوں تو ان میں سے اپنی پسند کے ایک ہی نقطہ نظر کو اپنا لینا اور دوسرے نقطہ نظر کو غلط سمجھنا یا مذہبی اعمال و احکام اور امر و نواہی کو ان کے اصل درجہ و شرعی حیثیت سے گھٹا دینا یا بڑھا دینا، دوسرے لفظوں میں ان کے اندر افراط و تفریط سے کام لینا، یا مکلفین کی قوت و استعداد اور حالات کا لحاظ کئے بغیر سب پر یکساں حکم لگانا وغیرہ۔ یہی سوچ اور طرز عمل مذہبی انتہا پسندی کا بڑا سبب ہے"۔

"مذہبی انتہا پسندی" اصطلاح کی مندرجہ بالا تعریف و توضیح ذکر کرنے کے بعد مولانا سید

مراتب علی شاہ نے اس مضمون میں مذہبی انتہا پسندی کی چار اقسام قرار دیتے ہوئے ان پر تفصیل سے لکھا۔ اقسام یہ ہیں! اپنا مذہب زبردستی منوانا، دوسرے مذاہب کو برداشت نہ کرنا، دین میں غلو، عبادات و تکالیف شرعیہ میں تشدد و تعمق۔(۲۱۰)

دہشت گردی اور انتہا پسندی کے تناظر میں ادارہ "شیخ الحدیث" کی طرف سے ایک اور مضمون "طالبانائزیشن اور قومی سلامتی کے تقاضے" بھی قابل ذکر ہے۔(۲۱۱) جس میں اپنا مؤقف بیان کرتے ہوئے لکھا کہ "افغان جنگ میں امریکہ نے سب سے زیادہ پاکستان سے فائدہ اٹھا کر سب سے زیادہ نقصان بھی ہمیں پہنچایا"۔

مولانا سیّد لقمان شاہ نے ایک اداریہ "دہشت گردی اور عالم اسلام" عنوان سے قلم بند کیا اور اس میں دہشت گردی و انتہا پسندی کے متعلق اہل سنت کا مؤقف ایک فتویٰ کی شکل میں درج کیا، جس کے الفاظ یہ ہیں!" دہشت گردی کسی دشمن اسلام ملک کی طرف سے ہو یا کسی نام نہاد مسلم گروہ کی طرف سے، وہ فساد فی الارض ہے۔ لہذا علماء اہل سنت ایک بار پھر اسلامی فتویٰ کا اعلان کرتے ہیں۔

۱۔ بے گناہ لوگوں کو قتل کرنا جہاد نہیں بلکہ فساد فی الارض ہے۔ اور اگر کوئی آدمی کسی مسلمان کو بلا جواز شرعی قتل کرے اور اس قتل کو جائز و حلال قرار دے تو یہ گناہ درجہ کفر تک پہنچ جاتا ہے۔ سورۃ نساء آیت ۹۳ میں ارشاد رب کریم ہے۔" جو کسی مسلمان کو جان بوجھ کر قتل کرے تو اس کی سزا جہنم ہے۔ جس میں وہ مدتوں رہے گا اور اللہ نے اس پر غضب کیا اور لعنت بھیجی اور اس کے لیئے بڑا عذاب تیار رکھا ہے۔ اور اگر اس قتل کو جائز سمجھے تو سخت حرام اور گناہ کبیرہ ہے۔

۲۔ اگر کوئی شخص شرعاً واجب القتل ہو تو اسے قتل کی سزا دینا عدالت کا اختیار ہے۔ کسی عالم یا گروہ کو شرعاً اختیار نہیں کہ وہ قتل پر اکسائے یا قاتلوں کو جنت کا ٹکٹ دے۔ مشکوۃ شریف میں حدیث پاک ہے۔" جو کوئی مسلمان کے قتل میں آدھے لفظ سے بھی مدد کرے تو اللہ تعالیٰ اس کو اوندھا کر کے جہنم میں گرائے گا۔

۳۔ افواج پاکستان دہشت گردوں کے خلاف جو آپریشن کر رہی ہے، شرعاً درست ہے۔ کیونکہ فسادیوں کی بیخ کنی کرنا اسلامی ریاست کی ذمہ داری ہے۔ اور جو فوجی اس آپریشن میں جانیں دے رہے ہیں وہ شہید ہیں اور جو لوگ علماء کرام ومشائخ عظام، عالم دین اور بے گناہ لوگوں کے قاتلوں کو شہید کہتے ہیں وہ یقیناً غداران اسلام وغداران پاکستان ہیں۔

علماء اہل سنت ہمیشہ دہشت گردی کو اینٹی اسلام قرار دیتے ہیں۔حکومت کی ذمہ داری ہے کہ وہ دہشت گردوں کے نیٹ ورک کو ہر جگہ سے اور خصوصی طور پر حکومتی اداروں سے ختم کرے۔امریکی مداخلت بند کرائے۔

جب تک امریکہ، پاکستان، افغانستان، عراق و دیگر اسلامی ممالک میں ظلم وتشدد اور مداخلت ختم نہیں کرتا، دنیا میں امن قائم نہیں ہوسکتا۔ بھارت بھی دہشت گردی میں ملوث ہے اور پاکستان کی سلامتی سے کھیل رہا ہے۔ ہماری قیادت کو بھارتی جارحیت کے خلاف مسلمانوں جیسے سخت اقدامات اٹھانے چاہیں"۔(۲۱۲)

اسلامی دنیا پر دہشت گردی کے الزام کی نفی و برأت، اور سواد اعظم کے اعتدال پر مبنی مؤقف کو اجاگر کرنے، نیز مسلمانان ہند کی گراں قدر قربانیوں کے نتیجہ میں قائم ہونے والے ملک پاکستان میں استقرار واستحکام کے اہداف سے منعقدہ ایک ملکی سطح کی متوقع کانفرنس کے اہتمام کا اشتہار بھی قابل ذکر ہے جو "شیخ الحدیث" میں رنگین صفحہ پر نمایاں انداز میں شامل اشاعت کیا گیا، عبارت یہ ہے:۔

"استحکام پاکستان اور حقوق اہل سنت کے تحفظ کے لیئے اہل سنت وجماعت کا ٹھاٹھیں مارتا سمندر۔سنی امن کانفرنس۔ بتاریخ ۱۲ اپریل ۲۰۱۴ء بروز ہفتہ بعد نماز مغرب، بمقام لیاقت باغ راولپنڈی۔ملک بھر سے مقتدر علماء ومشائخ اور ہر شعبہ ہائے زندگی سے تعلق رکھنے والے حضرات شرکت فرمائیں گے۔ پاسبان اہل سنت پاکستان"۔(۲۱۳)

اظہار رائے کی آزادی

فکر و اعتقاد اور لکھنے بولنے کی آزادی ہر انسان کا بنیادی حق ہے۔ اسی نعرہ کو لے کر امریکہ و یورپ میں اسلام اور صاحب اسلام کے خلاف جو ادھم مچا اور ہرزہ سرائی کی گئی تصویر کا دوسرا رخ دکھاتے ہوئے "شیخ الحدیث" کے ایک اداریہ میں یہ لکھا گیا:۔

" آزادی اظہار رائے ہے تو پھر امریکی شہریوں کو یہودیوں کے بارے میں یہ آزادی کیوں نہیں۔ امریکہ و یورپ میں ہولوکوسٹ کے بارے میں اظہار رائے زبانی یا تحریری کیوں نہیں ۔ یہودیوں کے خلاف آزادی اظہار رائے میں ان کو کیوں سانپ سونگھ جاتا ہے۔ آسٹریلیا کے ایک پروفیسر نے تحقیق کے بعد لکھا کہ ہٹلر نے ہولوکاسٹ میں کئی لاکھ نہیں چند سو یہودیوں کو ہلاک کیا تھا، تو اس آسٹریلین پروفیسر کو تین سال قید بامشقت کی سزا دے کر اپنی آزادی اظہار کے اوچھے حربے کا بھانڈا پھوڑ دیا"۔ (۲۱۴)

حکام کو نصیحت

علماء کرام اور اہل اللہ کی ذمہ داریوں میں سے ہے کہ عام وخاص، حاکم ومحکوم کو اسلامی تعلیمات پر عمل اور تقویٰ و پرہیزگاری نیز دنیاوی بھلائی اور آخرت کی خیر خواہی کی نصیحت و وعظ کرتے رہیں۔ حکمران طبقہ کو درستگی اعمال کی نصیحت کے پہلو سے مجلّہ "شیخ الحدیث" پر نظر ڈالی گئی تو حسب ذیل اقسام کی تحریریں ملیں:۔

عوام کے منتخب کردہ نمائندوں اور مقتدر طبقہ کو اپنے وعدوں پر عمل جانب توجہ دلاتے ہوئے مولانا سید لقمان شاہ نے "درس حدیث" کے ضمن میں لکھا کہ، "خبردار! عوام کے عہد شکن حاکم سے بڑھ کر کوئی عہد شکن نہیں ہے۔ یہ حدیث شریف حکومت کے ان وزیروں، مشیروں، عہدیداروں، ایم پی اے اور ایم این اے حضرات کے لیئے تازیانہ عبرت ہے۔ جو عوام کے ساتھ بڑے لمبے چوڑے وعدے کرتے ہیں اور بعد میں بدعہدی کرتے ہیں۔ اس کو سب سے بڑی خیانت سے تعبیر کیا گیا ہے۔ ہر عہد شکنی کرنے والے کو یہ وعید سنائی گئی ہے کہ قیامت کے دن اس کی رسوائی کا جھنڈا اگاڑ دیا جائے گا۔ موجودہ دور میں اصحاب اقتدار کی

خیانت اور بد عہدی بالکل عام ہے۔ یہ عوام سے ان کی خیر خواہی کا وعدہ کرتے ہیں اور وفاداری کا حلف اٹھاتے ہیں، لیکن موقع پاتے ہی انہیں اپنے وعدوں کی خلاف ورزی کرنے اور عوام کے ساتھ غداری کرنے میں ذرہ برابر افسوس نہیں ہوتا۔ مگر ایک دن آتا ہے جب ان کی غداری کا بھانڈا پھوٹے گا اور ان کے دعویٰ وفاداری کی حقیقت بالکل عیاں ہوگی۔ وہ دن ایسے لوگوں کے لیئے سخت رسوائی کا ہوگا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے وعدے پورے کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین"۔ (۲۱۵)

محکمہ پولیس کی اصلاح کی کوشش میں اداریہ بعنوان "قانون اور انصاف کی بالادستی" میں ایک عبارت یہ ہے"۔ پولیس کو جس کا کام ہی عوام کے جان و مال اور عزت آبرو کا تحفظ ہے، جرائم پیشہ افراد کے لیئے خوف اور ڈر کی علامت ہونے کی بجائے الٹا شریف شہریوں کے لیئے دہشت کی علامت بن چکی ہے۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ حکومت ملک میں قانون اور انصاف کی بالادستی قائم کرے"۔

اس شمارے میں مولانا سید مراتب علی شاہ کا مضمون "انصاف کے تقاضے" شامل ہے، جس میں عدالتی نظام کی خامی کا یوں ذکر کیا"۔ انصاف کا اولین مقصد یہ ہے کہ کوئی شخص کسی کا حق غصب نہ کرنے پائے نیز کسی چیز کی تقسیم میں اعلیٰ وادنیٰ کی تمیز نہ کی جائے۔ موجودہ زمانے میں اسی تفریق کو مٹانے کے لیئے کئی تحریکیں چلائی گئیں ہیں۔ اور جہاں کسی تحریک کو غلبہ حاصل ہو گیا ہے وہاں کے عوام کے درمیان تو یکسانیت کا معاملہ ہے۔ لیکن جہاں اقتدار اعلیٰ اور اراکین حکومت کا سوال آ گیا وہیں حد فاصل قائم ہوگئی۔ ایک مثال بھی ایسی نہیں جہاں اس دیوار کو توڑا گیا ہو۔ خود مختار حکمرانوں کا تو ذکر ہی کیا، جو خزانہ کے تنہا مالک ہوتے ہیں اور جن کا ہاتھ روکنے والا کوئی نہیں ہوتا۔ اس کے خلاف ایک حرف بھی کوئی منہ سے نہیں نکال سکتا"۔

مذکورہ مضمون میں مولانا مراتب علی شاہ نے اسلامی تاریخ کے مختلف ادوار سے عدل و انصاف پر مبنی متعدد جرأت مندانہ اور قابل تحسین فیصلے بطور مثال پیش کئے اور خاتمہ پر یہ لکھا۔" عدل و انصاف کی راہ میں سفارش روک بن کر سامنے آتی رہتی ہے اور یہ واقعہ ہے کہ کسی صاحب اثر یا حاکم وقت کی سفارش آجاتی تو عدل کے فرض سے عہدہ برآ ہونا دشوار ہو جاتا

ہے۔ مسلمان بادشاہوں کے عدل نے ججوں اور قاضیوں کو اتنا بہادر بنا دیا تھا کہ وہ مقدمے کا صحیح فیصلہ کرنے میں کسی کی بھی پروانہ کرتے تھے"۔(۲۱۶)

تین دہائیاں قبل کی حکومت نے امریکی خواہش پر ملک میں دائیں بازو سے تعلق رکھنے والے انتہاپسند حلقہ کے افکار پرمبنی مواد کی بھرپور اشاعت کی نہ صرف تحریک وترغیب دی بلکہ ہر طرح سے معاونت وسرپرستی بھی کی۔اب ایک بار پھر امریکی ضرورت کو پورا کرتے ہوئے بائیں بازو سے متعلق اور مذہب بیزار افکار کو ہر سطح پر بڑھاوا دیا جارہا ہے۔اس تازہ صورت حال کا جائزہ لیتے ہوئے" شیخ الحدیث" کے ایک اداریہ میں بعنوان "اپیل بنام جسٹس صاحبان" یہ لکھا گیا۔" نصاب تعلیم کو سیکولر کرنے کا بتدریج سلسلہ ارباب اقتدار کی سرپرستی میں جاری و ساری ہے۔اب طلبہ کے ہاتھوں سے عربی اور معاشرتی علوم جیسی کتب چھین لی گئی ہیں۔اس کا زندہ جاوید ثبوت ۲۰۱۴ء میں ہونے والے کلاس پنجم اور ہشتم،جو کہ پنجاب ایگزیمنشن کمشن..... کے انڈر امتحان ہورہے ہیں،میں عربی اور معاشرتی علوم کا امتحان نہیں لیا جارہا۔عربی اور معاشرتی علوم کی کتب کا امتحان نہ لینے کا کیا مقصد ہے؟ ان اسلامی اور نظریاتی افکار کی حامل کتب کو دیوار کے ساتھ لگا کر قوم کو حکومت بتائے،کیا حاصل کرنا چاہتی ہے؟"۔(۲۱۷)

دورحاضر میں پاکستان کو درپیش اہم مسائل ومشکلات میں توانائی کا بحران درجہ اول کے مسائل میں سے ہے۔جس میں حکام کی غفلت ونااہلی اور خیانت کی نشان دہی اور اس پر تنبیہ کرتے ہوئے شیخ الحدیث کے اداریہ میں یہ لکھا گیا۔" حکمران طبقہ اپنے خزانوں کو بھرنے کے لیئے عوام کے پیٹوں کو مت چیرے۔اب بجلی کمپنی کے قرضوں پر ۱۴۷ ارب کا سود بھی عوام سے وصول کرنے کا فیصلہ کرلیا گیا۔حکمران پہلے کمیشن وصول کرنے کے لیئے بیرون دنیا سے قرض لیتے ہیں۔پھر وہ قرضہ واپس لوٹانے کے لیئے عوام پر بوجھ ڈالتے ہیں۔اگر عوام کو بجلی ملتی رہے تو بھی وہ حکومت کو کچھ دینے کے لیئے تیار ہوجائیں۔لیکن حکومت عوام کو بجلی تو دے نہیں رہی اور بلوں میں اضافہ کررہی ہے۔بجلی کی بدترین لوڈشیڈنگ کے خلاف آئے روز عوام احتجاج کرتے رہتے ہیں لیکن حکمرانوں کے کانوں پر جوں تک نہیں رینگتی۔شہروں میں بارہ جب کہ دیہاتوں میں اٹھارہ گھنٹے لوڈشیڈنگ ہورہی ہے۔بجلی کا شاٹ فال تین ہزار میگاواٹ

ہو چکا ہے۔ حکومت عوام کو زندہ در گور کرنے سے باز رہے اور انہیں احتجاج پر مجبور مت کرے۔ اگر عوام باہر نکل آئے تو انہیں روکنا مشکل ہو جائے گا۔ لہٰذا حکومت عوام کو ضروریات زندگی کی بنیادی سہولتیں فراہم کرے"۔ (۲۱۸)

یہ بات محتاج بیان نہیں کہ مکہ مکرمہ، مدینہ منورہ، طائف اور جدہ شہروں پر محیط علاقہ و مرکز اسلام حجاز مقدس ان دنوں مملکت سعودی عرب میں شامل ہے۔ اور ذرائع ابلاغ میں خبر گردش کرنے لگی کہ سعودی حکومت مکہ مکرمہ میں حضور سرور کائنات ﷺ کے جائے ولادت کے مقام پر قائم لائبریری کو مسمار کر کے وہاں بڑی عمارتیں اور شاہی محل کے لیے راستہ نکالا جا رہا ہے۔ اس پر تشویش کے اظہار میں " شیخ الحدیث " کا اداریہ " حرمین شریفین میں متبرک آثار کی مسماری روکی جائے " عنوان سے ہے جس میں حکام سے کہا گیا کہ اس سے روکنے کے لیے قومی اسمبلی میں قرارداد پاس کر کے انہیں آگاہ کریں۔ (۲۱۹)

مولانا محمد باغ علی رضوی نے " شیخ الحدیث " کے صفحات پر " درس قرآن " میں حکمرانوں کو ان الفاظ میں نصیحت کی۔ " دعا ہے اللہ تعالیٰ بصدقہ آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام ہمارے حکمرانوں کو یہود و ہنود اور نصاریٰ اور بد مذہبوں کی عیاری اور یاری سے بچائے اور انہیں آپس میں اتحاد و محبت عطا فرمائے۔ آمین "۔ (۲۲۰)

نظام مصطفےٰ ﷺ کے مطالبہ کو دہراتے ہوئے " شیخ الحدیث " کا ایک اداریہ " خدا نے آج تک اس قوم کی حالت نہیں بدلی " عنوان سے لکھا گیا، جس میں سے چند سطور یہ ہیں۔ ہم کیسی قوم ہیں، نعرہ تو ہے غلامی رسول میں موت بھی قبول ہے۔ تو پھر رسول پاک ﷺ کا نظام کیوں قبول نہیں۔ ہم کیسی قوم ہیں جو رسول محتشم نبی مکرم نور مجسم شفیع معظم ﷺ کی غلامی کا صرف دعویٰ کر کے اسلام کی برکات تو سمیٹنا چاہتے ہیں۔ لیکن نظام اسلام کی برکات سمیٹنے کو تیار نہیں۔ حاں یاد رکھئے خالی زبانی جمع خرچ اور کھوکھلے نعروں سے کچھ نہیں ملے گا۔ اگر دولت ایمان اور امن و آشتی چاہتے ہو تو غلامی رسول کے نعرہ کے ساتھ رسول اللہ ﷺ کے لائے ہوئے نظام کو بھی نافذ کرنا ہوگا"۔ (۲۲۱)

ایک اور اداریہ " حکومت کے نام پیغام " عنوان سے ہے۔ جس میں مہنگائی، تعلیم، اور

ملک کے تازہ بجٹ کے تناظر میں وزیر اعظم کو تنبیہ کی گئی ہے۔ (۲۲۲)

طب وصحت

قارئین شیخ الحدیث کو صحت کے مسائل پر آگاہی کے لیئے ایک سلسلہ مندرجہ بالا عنوان سے شروع کیا گیا۔ جس کے تحت حکیم غلام مصطفےٰ آسی مختلف غذائی اجناس کے طبی فوائد بیان کرتے رہے۔ اس ضمن میں " کلونجی کے فوائد " (۲۲۳) "ہلدی کی افادیت " (۲۲۴) اور " پپیتا " (۲۲۵) پر تحریریں پیش نظر ہیں۔ نیز محمد عمران کی " چھینک میں الحمداللہ کہنا اور جدید سائنس " عنوان سے ہے۔ (۲۲۶)

وفیات

مشاہیر کی وفات پر تعزیتی شذرہ و خبر ہماری صحافت کا حصہ چلا آ رہا ہے۔ لیکن " شیخ الحدیث " میں اس کا اہتمام نظر نہیں آتا۔ اور پیش نظر شماروں میں سے محض ایک میں مولانا مفتی محمد عبدالرشید رضوی جھنگوی کی وفات ۱۳ شعبان ۱۴۳۲ھ مطابق ۱۶ جولائی ۲۰۱۱ء کی خبر دی گئی ہے۔ (۲۲۷)

اور جیسا کہ اس تحریر کے آغاز میں عرض کیا گیا تھا کہ " شیخ الحدیث " کے کُل تقریباً ۶۶ شمارے شائع ہوئے۔ جن میں سے ۳۳ متفرق شماروں کی روشنی میں زیر نظر مقالہ قلم بند کیا گیا۔

حوالہ جات وحواشی

۱۔ تاریخ جہلم، صفحہ ۲۵۵۔

۲۔ ضلع چکوال کی تاریخ کے مختلف پہلو پر متعدد کتب شائع ہو چکی ہیں۔ ڈاکٹر لیاقت علی خان نیازی چکوال کے ڈپٹی کمشنر تعینات ہوئے تو علمی سرگرمیوں کی بھرپور سرپرستی کی چنانچہ ضلع بھر کی نمایاں علمی شخصیات سے ضلع سے متعلق مختلف موضوعات پر مضامین لکھوا کر انہیں کتابی شکل میں مرتب کیا جو "تاریخ چکوال" نام سے پہلی بار ۱۹۹۲ء میں انجمن توقیر ادب چکوال نے ۷۱۸ صفحات پر شائع کی۔ اور حذف و اضافات کے بعد یہ دوسری بار ۲۰۱۹ء میں سنگ میل پبلی کیشنز لاہور نے ۴۹۵ صفحات پر پیش کی۔

۳۔ ضلع چکوال کی صحافت کی تاریخ پر آگاہی کے لیے دو مختصر مضامین ملاحظہ ہوں۔ خواجہ بابر سلیم کا مضمون "چکوال میں صحافت کا ارتقاء"، "تاریخ چکوال" کی پہلی اشاعت کے صفحہ ۳۶۳ تا ۳۶۶ پر اور دوسری اشاعت کے صفحہ ۲۵۰ تا ۲۵۲ پر۔ جب کہ دوسرا مضمون ملک آفتاب احمد خیر پوری کے قلم سے دوسری اشاعت کے صفحہ ۴۴۱ تا ۴۴۲ پر "چکوال میں صحافت" عنوان سے ہے۔ ادھر بہاء الدین زکریا لائبریری چکوال میں تیس سے زائد مقامی اخبارات کے نمونے محفوظ ہیں۔

۴۔ سرفراز خان نے چکوال شہر سے تین اخبارات ورسائل جاری کیے۔ ہفت روزہ "پریم ساگر" جو ضلع بننے کے بعد چکوال سے شائع کیا گیا پہلا اخبار ہے۔ نیز ہفت روزہ "پریم ساگر میگزین" اور ماہنامہ "نقیب اہل سنت"۔ علاوہ ازیں ان کی چھ مطبوعہ تصانیف کے نام یہ ہیں۔ فضائل درود وسلام، شاہ جیلان، المیہ تکفیر، قصہ نجد، الخارجیہ، نقاب پوش درویش۔

۵۔ مولانا سید ذاکر شاہ سیالوی کے حالات: اہل چکوال اور مرزائیت، صفحہ ۱۹ تا ۲۰/ سحاب کرم، صفحہ ۱۳۹/ فوز المقال، جلد ۸ صفحہ ۲۰۶ تا ۲۳۰/ وارثان علم وحکمت، صفحہ ۹۳۹ تا ۹۴۰/ الحقیقہ، شمارہ ۲۰۱۹ء تحفظ ختم نبوت نمبر، جلد ۲ صفحہ ۸۸۲/ مائرز، شمارہ ۲۰ مئی ۲۰۱۸ء صفحہ ۱،۳/ نور الحبیب، شمارہ جولائی ۲۰۱۸ء صفحہ ۷۷ تا ۷۸۔

۶۔ نقشبندی مجددی خانقاہ رتہ کے مشائخ کے احوال پر اسی گھرانہ کی شخصیت مولانا قاری محمد عبید اللہ (پیدائش ۱۳۵۱ھ/ ۱۹۳۲ء) خطیب عید گاہ مسجد چکوال کی کتاب "بزم اسلاف" پہلی بار ۱۴۲۲ھ/ ۲۰۰۱ء میں کشمیر بک ڈپو چکوال نے ۳۲۴ صفحات پر شائع کی ہے۔

۷۔ مفتی شجاع الدین رتوی کی متعدد کتب شائع ہو چکی ہیں، نام یہ ہیں۔ روشنی ہی روشنی، انمول موتی، روشن مینار، اسلامی باتیں، بھونچال بر لشکر دجال، سراج منیر، اماں جی، سرکار رتوی تیری اداؤں کو سلام، شعری مجموعہ جام نور۔ اول الذکر چار کتب ان کی ریڈیو تقاریر کا انتخاب ہیں۔ اساتذہ میں مولانا سید محمد زبیر شاہ کا نام شامل ہے۔

۸۔ مولانا عنایت اللہ شاہ کے حالات: تاریخ چکوال، دوسری اشاعت، صفحہ ۴۵۵، ۴۵۷/ تاریخ کہون، پہلی اشاعت، صفحہ ۱۸۸، ۲۹۵، دوسری اشاعت، صفحہ ۳۳۰ تا ۳۳۱، ۵۴۷ تا ۵۴۸/ اور ۱۴۴۰ھ/ ۲۰۱۹ء میں آپ کی تالیف "کنز الصلوات" مجموعہ درود وسلام ۳۲۰ صفحات پر شائع ہوئی/ آپ بھی مولانا سیّد زبیر شاہ کے شاگرد ہیں۔

۹۔ راجا رشید محمود کی نعتیہ شاعری کے مطالعہ پر جی سی یونیورسٹی لاہور میں ایک شعبہ کے نگران اعلیٰ ڈاکٹر محمد سلطان شاہ کی کتاب "شاعر نعت" الجلیل پبلشرز لاہور نے ۱۴۲۴ھ/ ۲۰۰۳ء میں ۵۳۶ صفحات پر شائع کی۔

۱۰۔ مولانا عظمت علی شاہ ھمدانی کے حالات: مقالات اربعین، صفحہ ۲۱۶ تا ۲۳۴۔

۱۱۔ مولانا احمد فاروق شاہ سے ملاقات واستفادہ، ۲۰۱۹ء/ اور ان کی جمع ومرتب کردہ

چالیس احادیث "اربعین فاروق" مع اردو ترجمہ حال ہی میں ۴۸ رنگین و دیدہ زیب صفحات پر شائع ہوئی۔

۱۲۔ مولانا سردار احمد لائل پوری کے حالات پر ان کے شاگرد مولانا محمد جلال الدین قادری (وفات ۱۴۲۹ھ/ ۲۰۰۸ء) کی تصنیف "تذکرہ محدث اعظم پاکستان" نئی ترتیب و اضافات کے ساتھ دوسری بار ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور نے ۱۴۲۶ھ/ ۲۰۰۵ء میں دو جلد کے ۱۰۸۴ صفحات پر شائع کی۔

۱۳۔ مولانا سید زبیر شاہ کے حالات: آپ کے شاگرد مولانا قاری محمد حنیف رضوی (پیدائش ۱۳۸۶ھ/ ۱۹۶۶ء) نے احوال پر مضمون قلم بند کیا جو ۹ صفحات پر کتابچہ کی شکل میں طبع کرا کے آپ کے جہلم پر تقسیم کیا گیا۔ بعد ازاں یہ "شیخ الحدیث" کے پہلے شمارہ محرم ۱۴۳۱ھ/ دسمبر ۲۰۰۹ء کے صفحہ ۱۲ تا ۱۷ پر چھپا/ اور مولانا سید حامد علی شاہ کا قلم بند کردہ جیبی سائیز میں کتابچہ ۳۹ صفحات پر راولپنڈی سے چھپا/ نیز۔ اہل چکوال اور مرزائیت، صفحہ ۲۳ تا ۲۴/ تذکرہ اولیائے پوٹھوہار، جلد ا صفحہ ۳۴۷ تا ۳۴۸/ تذکرہ اولیائے چکوال، صفحہ ۱۹۷ تا ۱۹۸/ تذکرہ علماء اہل سنت ضلع اٹک، صفحہ ۳۸۶ تا ۳۹۲/ تعارف علماء اہل سنت، صفحہ ۱۱۶ تا ۱۱۸/ جشن میلاد النبی ﷺ کی شرعی حیثیت، صفحہ ۱۳ تا ۳۰/ سحاب کرم، صفحہ ۱۷۲/ الحقیقہ، شمارہ ۲۰۱۹ء تحفظ ختم نبوت نمبر، جلد ۲ صفحہ ۸۸۵ تا ۸۸۶/ رضائے مصطفےٰ، شمارہ ۲۲ ستمبر ۱۹۶۸ء صفحہ ۳، ۶، ۸ خبر بعنوان "مولانا محمد زبیر شاہ صاحب پر چکوال میں قاتلانہ حملہ" نیز اداریہ "لمحہ فکریہ"/ شیخ الحدیث، شمارہ محرم ۱۴۳۳ھ صفحہ ۲۹ تا ۳۰ بقلم ڈاکٹر محمد شیراز قادری/ ماہ طیبہ، شمارہ جون ۱۹۹۸ء صفحہ ۳۹ تا ۴۸، بقلم مولانا محمد ضیاء اللہ قادری۔

۱۴۔ مولانا سید ریاض الحسن شاہ سے راقم کی ملاقات و استفادہ، ۳ دسمبر ۲۰۱۹ء/ نیز مولانا سید لقمان شاہ سے ملاقات و استفادہ، ۱۰ دسمبر ۲۰۱۹ء۔

۱۵۔ شیخ الحدیث، شمارہ رمضان ۱۴۳۴ھ صفحہ ۵۔

۱۶۔ شیخ الحدیث، شمارہ جمادی الثانی ۱۴۳۵ھ صفحہ ۱۸ تا ۲۵۔

۱۷۔ شیخ الحدیث، شمارہ ذی الحجہ ۱۴۳۳ھ صفحہ ۱۵ تا ۱۶۔

۱۸۔ شیخ الحدیث، شمارہ محرم ۱۴۳۱ھ صفحہ ۱۲ تا ۱۵، ۱۸ تا ۲۰۔

۱۹۔ مولانا سید محمد زبیر شاہ کے دورہ قرآن مجید کا انتخاب: شیخ الحدیث، شمارہ صفر ۱۴۳۱ھ صفحہ ۶ تا ۷، شمارہ ربیع الاول، صفحہ ۷ تا ۸، شمارہ ربیع الثانی، صفحہ ۵ تا ۷، شمارہ جمادی الاول، صفحہ ۴ تا ۵، شمارہ رمضان، صفحہ ۴ تا ۶، شمارہ شوال، صفحہ ۶ تا ۱۰، شمارہ ذیقعد، صفحہ ۱۰ تا ۱۶، شمارہ ذی الحجہ، صفحہ ۵ تا ۶، شمارہ جمادی الآخر ۱۴۳۲ھ، صفحہ ۵ تا ۸۔

۲۰۔ مولانا سید محمد انور شاہ کا درس قرآن: شیخ الحدیث، شمارہ ربیع الاول ۱۴۳۴ھ صفحہ ۶ تا ۱۰، شمارہ ذی الحجہ، صفحہ ۴۔

۲۱۔ مولانا سید ریاض الحسن شاہ کا درس قرآن: شیخ الحدیث، شمارہ محرم ۱۴۳۱ھ صفحہ ۴، شمارہ صفر، صفحہ ۸، شمارہ ربیع الثانی، صفحہ ۸، شمارہ ذیقعد ۱۴۳۴ھ صفحہ ۳ تا ۸، شمارہ رجب ۱۴۳۵ھ صفحہ ۵ تا ۸۔

۲۲۔ مفتی محمد نواز چشتی کا درس قرآن: شیخ الحدیث، شمارہ ربیع الاول ۱۴۳۱ھ صفحہ ۹ تا ۱۰، شمارہ جمادی الاول، صفحہ ۶ تا ۷۔

۲۳۔ مولانا باغ علی رضوی کا درس قرآن: شیخ الحدیث، شمارہ صفر ۱۴۳۳ھ صفحہ ۷ تا ۸، شمارہ جمادی الآخر، صفحہ ۳، شمارہ شوال ۱۴۳۴ھ صفحہ ۴، شمارہ صفر ۱۴۳۵ھ صفحہ ۴، شمارہ ربیع الاول، صفحہ ۴، شمارہ جمادی الاول، صفحہ ۴، شمارہ جمادی الآخر، صفحہ ۴ تا ۵۔

۲۴۔ شیخ الحدیث، چوتھی قسط شمارہ جمادی الآخر ۱۴۳۳ھ صفحہ ۲۴ تا ۳۲، پانچویں قسط شمارہ رجب، صفحہ ۲۶ تا ۳۲، چھٹی قسط شمارہ شعبان، صفحہ ۲۳ تا ۳۱۔

۲۵۔ شیخ الحدیث، شمارہ جمادی الآخر ۱۴۳۵ھ صفحہ ۲۳ تا ۲۴۔

۲۶۔ مفتی سید لقمان شاہ کا درس حدیث: شیخ الحدیث، شمارہ محرم ۱۴۳۱ھ صفحہ ۵۔

۲۷۔ مولانا سید ریاض الحسن شاہ کا درس حدیث: شیخ الحدیث، شمارہ ربیع الاول ۱۴۳۱ھ صفحہ

۱۱ تا ۱۲، شمارہ شوال ۱۴۳۴ھ صفحہ ۵ تا ۷، شمارہ صفر ۱۴۳۵ھ صفحہ ۵، شمارہ ربیع الاول صفحہ ۵ تا ۱۵، شمارہ جمادی الآخر صفحہ ۶ تا ۷۔

۲۸۔ مولانا سید مراتب علی شاہ کا درس حدیث: شیخ الحدیث صفر ۱۴۳۱ھ صفحہ ۹، شمارہ ربیع الآخر صفحہ ۹، شمارہ جمادی الاول ۱۴۳۵ھ صفحہ ۵ تا ۶۔

۲۹۔ مولانا عبدالحنان سیالوی کا درس حدیث: شیخ الحدیث، شمارہ جمادی الآخر ۱۴۳۳ھ صفحہ ۴ تا ۵۔

۳۰۔ شیخ الحدیث، شمارہ ربیع: الاول ۱۴۳۱ھ صفحہ ۲۱ تا ۲۲۔

۳۱۔ شیخ الحدیث، شمارہ ذیقعد ۱۴۳۳ھ صفحہ ۲۲ تا ۲۷، دوسری قسط۔

۳۲۔ شیخ الحدیث، شمارہ رجب ۱۴۳۳ھ صفحہ ۱۷ تا ۱۹۔

۳۳۔ شیخ الحدیث، شمارہ ذیقعد ۱۴۳۲ھ صفحہ ۲۱ تا ۲۶۔

۳۴۔ شیخ الحدیث، شمارہ جمادی الآخر ۱۴۳۲ھ صفحہ ۹ تا ۱۲، پہلی قسط۔

۳۵۔ شیخ الحدیث، شمارہ شعبان ۱۴۳۳ھ صفحہ ۱۷ تا ۲۲۔

۳۶۔ شیخ الحدیث، شمارہ رمضان ۱۴۳۱ھ صفحہ ۷ تا ۲۱۔

۳۷۔ شیخ الحدیث، شمارہ رمضان ۱۴۳۴ھ صفحہ ۸ تا ۲۰، شمارہ رمضان ۱۴۳۵ھ صفحہ ۵ تا ۱۲۔

۳۸۔ شیخ الحدیث، شمارہ رمضان ۱۴۳۱ھ صفحہ ۲۶ تا ۲۸۔

۳۹۔ شیخ الحدیث، شمارہ رمضان ۱۴۳۵ھ صفحہ ۱۶ تا ۱۹۔

۴۰۔ شیخ الحدیث، شمارہ ذی الحجہ ۱۴۳۱ھ صفحہ ۱۲ تا ۱۷، شمارہ ذیقعد ۱۴۳۲ھ صفحہ ۴ تا ۱۵، شمارہ ذی الحجہ ۱۴۳۲ھ صفحہ ۴ تا ۱۳۔

۴۱۔ شیخ الحدیث، شمارہ ذیقعد ۱۴۳۳ھ صفحہ ۴ تا ۱۱۔

۴۲۔ شیخ الحدیث، شمارہ ذی الحجہ ۱۴۳۵ھ صفحہ ۵ تا ۱۵۔

۴۳۔ شیخ الحدیث، شمارہ رجب ۱۴۳۳ھ صفحہ ۱۴ تا ۱۶۔

۴۴۔ شیخ الحدیث، شمارہ رمضان ۱۴۳۴ھ صفحہ ۲۱ تا ۲۴۔

۴۵۔ شیخ الحدیث، شمارہ رمضان ۱۴۳۵ھ صفحہ ۲۰ تا ۲۶۔

۴۶۔ شیخ الحدیث، شمارہ محرم ۱۴۳۱ھ صفحہ ۶ تا ۷۔

۴۷۔ شیخ الحدیث، شمارہ محرم ۱۴۳۶ھ صفحہ ۳ تا ۵۔ معلوم رہے اس شمارے پر سال اشاعت غلطی سے ۱۴۳۵ھ لکھ دیا گیا ہے۔

۴۸۔ شیخ الحدیث، شمارہ صفر ۱۴۳۱ھ، صفحہ ۱۰۔

۴۹۔ شیخ الحدیث، شمارہ صفر ۱۴۳۵ھ صفحہ ۶ تا ۱۰۔

۵۰۔ شیخ الحدیث، ربیع الاول ۱۴۳۱ھ صفحہ ۱۳ تا ۱۷۔

۵۱۔ شیخ الحدیث، ربیع الآخر ۱۴۳۱ھ صفحہ ۱۷۔

۵۲۔ شیخ الحدیث، شمارہ جمادی الاول ۱۴۳۱ھ صفحہ ۸ تا ۹۔

۵۳۔ شیخ الحدیث، شمارہ رمضان ۱۴۳۱ھ صفحہ ۷ تا ۲۱۔

۵۴۔ شیخ الحدیث، شمارہ شوال ۱۴۳۱ھ صفحہ ۱۱ تا ۱۳، شمارہ شوال ۱۴۳۴ھ صفحہ ۸ تا ۱۰۔

۵۵۔ شیخ الحدیث، شمارہ ذیقعد ۱۴۳۱ھ صفحہ ۱۷ تا ۲۱۔

۵۶۔ شیخ الحدیث، شمارہ ذیقعد ۱۴۳۳ھ صفحہ ۹ تا ۱۱۔

۵۷۔ شیخ الحدیث، شمارہ ذی الحجہ ۱۴۳۱ھ صفحہ ۷ تا ۱۰۔

۵۸۔ شیخ الحدیث، شمارہ ذی الحجہ ۱۴۳۳ھ صفحہ ۴ تا ۱۴۔

۵۹۔ شیخ الحدیث، شمارہ ذی الحجہ ۱۴۳۵ھ صفحہ ۲۰ تا ۲۲۔

۶۰۔ شیخ الحدیث، شمارہ شعبان ۱۴۳۳ھ صفحہ ۵ تا ۱۰۔

۶۱۔ شیخ الحدیث، شمارہ شعبان ۱۴۳۳ھ صفحہ ۱۱ تا ۱۶۔

۶۲۔ شیخ الحدیث، شمارہ رمضان ۱۴۳۱ھ صفحہ ۴ تا ۶۔

۶۳۔ مسنون تعداد تراویح، علامہ محمود الحسن غضنفر، سال اشاعت درج نہیں، البتہ ۲۰۱۳ء سے کچھ پہلے چھپی، کاریگر پرنٹنگ پریس چکوال، صفحہ ۷۔

۶۴۔ مسنون تعداد تراویح، صفحہ اول۔

۶۵۔ اہل حدیث، شمارہ ۱۷ جون ۲۰۱۶ء صفحہ ۱۰ تا ۱۳۔

۶۶۔ مسنون تعداد تراویح، صفحہ ۱۳/ اہل حدیث، صفحہ ۱۲۔

۶۷۔ روزنامہ "الندوۃ" مکہ مکرمہ، شمارہ ۲۱ رمضان ۱۴۱۸ھ/ ۱۹ جنوری ۱۹۹۸ء صفحہ ۱۰۔

۶۸۔ ماہنامہ "المصطفیٰ" نور پور ضلع چکوال، شمارہ رمضان ۱۴۳۴ھ صفحہ ۲۹ تا ۳۱۔

۶۹۔ شیخ الحدیث، شمارہ ربیع الاول ۱۴۳۱ھ صفحہ ۹ تا ۱۰۔

۷۰۔ شیخ الحدیث، شمارہ ربیع الاول ۱۴۳۵ھ صفحہ ۲۰ تا ۲۳۔

۷۱۔ شیخ الحدیث، شمارہ ربیع الاول ۱۴۳۴ھ صفحہ ۶ تا ۱۰۔

۷۲۔ شیخ الحدیث، شمارہ ربیع الاول ۱۴۳۵ھ صفحہ ۲ تا ۳۔

۷۳۔ شیخ الحدیث، شمارہ ربیع الاول ۱۴۳۶ھ صفحہ ۴ تا ۵۔

۷۴۔ شیخ الحدیث، شمارہ ربیع الاول ۱۴۳۱ھ صفحہ ۴ تا ۶۔

۷۵۔ شیخ الحدیث، شمارہ ربیع الاول ۱۴۳۴ھ صفحہ ۱۱ تا ۱۲۔

۷۶۔ شیخ الحدیث، شمارہ ربیع الاول ۱۴۳۵ھ صفحہ ۱۶ تا ۱۹۔

۷۷۔ شیخ الحدیث، شمارہ ربیع الاول ۱۴۳۴ھ صفحہ ۲۵ تا ۲۸۔

۷۸۔ شیخ الحدیث، شمارہ ربیع الاول ۱۴۳۵ھ صفحہ ۵ تا ۱۵۔

۷۹۔ شیخ الحدیث، شمارہ ربیع الاول ۱۴۳۶ھ صفحہ ۱۰ تا ۲۳۔

۸۰۔ شیخ الحدیث، شمارہ ربیع الاول ۱۴۳۶ھ صفحہ ۶ تا ۹۔

۸۱۔ شیخ الحدیث، شمارہ ربیع الاول ۱۴۳۱ھ صفحہ ۱۳۔

۸۲۔ شیخ الحدیث، شمارہ ربیع الاول ۱۴۳۴ھ صفحہ ۲۲ تا ۲۴۔

۸۳۔ شیخ الحدیث، شمارہ ربیع الاول ۱۴۳۶ھ صفحہ ۲۴ تا ۲۶، ۳۱ تا ۳۲۔

۸۴۔ شیخ الحدیث، شمارہ رجب ۱۴۳۳ھ صفحہ ۳ تا ۱۳۔

۸۵۔ شیخ الحدیث، شمارہ ذیقعد ۱۴۳۱ھ صفحہ ۱۰ تا ۱۶، شمارہ ذی الحجہ، صفحہ ۵ تا ۶۔

۸۶۔ شیخ الحدیث، شمارہ ربیع الاول ۱۴۳۱ھ صفحہ ۱۸ تا ۲۰۔

۸۷۔ شیخ الحدیث، شمارہ صفر ۱۴۳۳ھ صفحہ ۹ تا ۱۳۔

۸۸۔ شیخ الحدیث، شمارہ ذی الحجہ ۱۴۳۴ھ صفحہ ۱۵ تا ۱۸۔

۸۹۔ شیخ الحدیث، شمارہ ربیع الاول ۱۴۳۴ھ صفحہ ۱۹ تا ۲۱۔

۸۹ (الف)۔ شیخ الحدیث، شمارہ جمادی الاول ۱۴۳۱ھ صفحہ ۱۹ تا ۲۱۔

۸۹ (ب)۔ شیخ الحدیث، شمارہ ذیقعد ۱۴۳۴ھ صفحہ ۳ تا ۸۔

۹۰۔ شیخ الحدیث، شمارہ شوال ۱۴۳۱ھ صفحہ ۲۴ تا ۲۷، تیسری قسط۔

۹۱۔ شیخ الحدیث، شمارہ ذیقعد ۱۴۳۱ھ صفحہ ۳ تا ۹۔

۹۲۔ شیخ الحدیث، شمارہ ربیع الاول ۱۴۳۴ھ صفحہ ۳۱ تا ۳۲۔

۹۳۔ شیخ الحدیث، شمارہ ذی الحجہ ۱۴۳۴ھ صفحہ ۱۹ تا ۲۱۔

۹۴۔ شیخ الحدیث، شمارہ ربیع الاول ۱۴۳۶ھ صفحہ ۲۷ تا ۳۰۔

۹۵۔ شیخ الحدیث، شمارہ صفر ۱۴۳۱ھ صفحہ ۲، شمارہ صفر ۱۴۳۵ھ صفحہ ۲، بزبان فارسی۔

۹۶۔ شیخ الحدیث، شمارہ ربیع الاول ۱۴۳۱ھ صفحہ ۲، شمارہ رمضان ۱۴۳۵ھ صفحہ ۳، شمارہ ربیع الاول، ۱۴۳۶ھ صفحہ ۳۔

۹۷۔ شیخ الحدیث، شمارہ شوال ۱۴۳۱ھ صفحہ ۲، شمارہ جمادی الاول ۱۴۳۵ھ صفحہ ۲، شمارہ جمادی الآخر، صفحہ ۲۔

۹۸۔ شیخ الحدیث، شمارہ ربیع الآخر، ۱۴۳۱ھ صفحہ ۲، شمارہ شوال ۱۴۳۴ھ صفحہ ۲، شمارہ ذی الحجہ ۱۴۳۵ھ صفحہ ۳۔

۹۹۔ شیخ الحدیث، شمارہ رمضان ۱۴۳۱ھ صفحہ ۲۔

۱۰۰۔ شیخ الحدیث، شمارہ ذی الحجہ ۱۴۳۱ھ صفحہ ۲۔

۱۰۱۔ شیخ الحدیث، شمارہ ذی الحجہ ۱۴۳۳ھ صفحہ ۲۔

۱۰۲۔ شیخ الحدیث، شمارہ شوال ۱۴۳۱ھ صفحہ ۲۔

۱۰۳۔ شیخ الحدیث، شمارہ ذیقعد ۱۴۳۳ھ صفحہ ۲۔

۱۰۴۔ شیخ الحدیث، شمارہ ذی الحجہ ۱۴۳۴ھ صفحہ ۲، شمارہ رجب ۱۴۳۵ھ صفحہ ۲۔

۱۰۵۔ شیخ الحدیث، شمارہ رمضان ۱۴۳۴ھ صفحہ ۲۔

۱۰۶۔ شیخ الحدیث، شمارہ شوال ۱۴۳۱ھ صفحہ ۶ تا ۱۰۔

۱۰۷۔ شیخ الحدیث، شمارہ جمادی الآخر ۱۴۳۲ھ صفحہ ۵ تا ۸۔

۱۰۸۔ شیخ الحدیث، شمارہ شوال ۱۴۳۱ھ صفحہ ۳۱ تا ۳۲۔

۱۰۹۔ مولانا محمد نواز صدیقی نقشبندی کے حالات: دلائل البرکات، صفحہ ۱۰ تا ۱۴۔

۱۱۰۔ شیخ الحدیث، شمارہ ذی الحجہ ۱۴۳۱ھ صفحہ ۱۸ تا ۲۵، شمارہ ذیقعد ۱۴۳۲ھ صفحہ ۱۶ تا ۲۰۔

۱۱۱۔ شیخ الحدیث، شمارہ شوال ۱۴۳۴ھ صفحہ ۱۵ تا ۱۶۔

۱۱۲۔ شیخ الحدیث، شمارہ ذیقعد ۱۴۳۴ھ صفحہ ۱۸ تا ۲۰۔

۱۱۳۔ شیخ الحدیث، شمارہ شوال ۱۴۳۴ھ صفحہ ۱۷ تا ۱۸۔

۱۱۴۔ شیخ الحدیث، شمارہ جمادی الاول ۱۴۳۱ھ صفحہ ۱۰ تا ۱۴، شمارہ جمادی الاول ۱۴۳۵ھ صفحہ ۷ تا ۱۱۔

۱۱۵۔ شیخ الحدیث، شمارہ ذیقعد ۱۴۳۳ھ صفحہ ۱۹ تا ۲۱۔

۱۱۶۔ شیخ الحدیث، شمارہ رمضان ۱۴۳۴ھ صفحہ ۲۹ تا ۳۲۔

۱۱۷۔ شیخ الحدیث، شمارہ رمضان ۱۴۳۵ھ صفحہ ۲۷ تا ۳۰۔

۱۱۸۔ شیخ الحدیث، شمارہ رمضان ۱۴۳۴ھ صفحہ ۱۸ تا ۲۸۔

۱۱۹۔ شیخ الحدیث، شمارہ رمضان ۱۴۳۴ھ صفحہ ۲۹ تا ۳۰۔

۱۲۰۔ شیخ الحدیث، شمارہ ذیقعد ۱۴۳۴ھ صفحہ ۱۲ تا ۱۵۔

۱۲۱۔ شیخ الحدیث، شمارہ رمضان ۱۴۳۵ھ صفحہ ۳۱ تا ۳۲۔

۱۲۲۔ شیخ الحدیث، شمارہ ذیقعد ۱۴۳۳ھ صفحہ ۲۸ تا ۳۲۔

۱۲۳۔ شیخ الحدیث، شمارہ محرم ۱۴۳۱ھ صفحہ ۹ تا ۱۱۔

۱۲۴۔ شیخ الحدیث، شمارہ محرم ۱۴۳۳ھ صفحہ ۳ تا ۱۸، شمارہ محرم ۱۴۳۶ھ صفحہ ۶ تا ۲۲۔

۱۲۵۔ شیخ الحدیث، شمارہ محرم ۱۴۳۳ھ صفحہ ۲۷ تا ۲۸۔

۱۲۶۔ شیخ الحدیث، شمارہ جمادی الآخر ۱۴۳۲ھ صفحہ ۲۶ تا ۳۰۔

۱۲۷۔ شیخ الحدیث، شمارہ جمادی الآخر ۱۴۳۳ھ صفحہ ۶ تا ۱۰۔

۱۲۸۔ شیخ الحدیث، شمارہ جمادی الآخر ۱۴۳۳ھ صفحہ ۱۱ تا ۱۴۔

۱۲۹۔ شیخ الحدیث، شمارہ جمادی الآخر ۱۴۳۵ھ صفحہ ۱۰ تا ۱۷۔

۱۳۰۔ شیخ الحدیث، شمارہ جمادی الآخر ۱۴۳۳ھ صفحہ ۱۳ تا ۱۷۔

۱۳۱۔ شیخ الحدیث، شمارہ جمادی الآخر ۱۴۳۵ھ صفحہ ۸ تا ۹۔

۱۳۲۔ شیخ الحدیث، شمارہ جمادی الآخر ۱۴۳۵ھ صفحہ ۲۶۔

۱۳۳۔ شیخ الحدیث، شمارہ محرم ۱۴۳۱ھ صفحہ ۸۔

۱۳۴۔ شیخ الحدیث، شمارہ محرم ۱۴۳۳ھ صفحہ ۱۹ تا ۲۶۔

۱۳۵۔ شیخ الحدیث، شمارہ محرم ۱۴۳۶ھ صفحہ ۲۸ تا ۳۲۔

۱۳۶۔ شیخ الحدیث، شمارہ رمضان ۱۴۳۲ھ صفحہ ۳۰۔

۱۳۷۔ شیخ الحدیث، شمارہ ذی الحجہ ۱۴۳۳ھ صفحہ ۱۷ تا ۲۰۔

۱۳۸۔ شیخ الحدیث، شمارہ ذی الحجہ ۱۴۳۵ھ صفحہ ۲۳ تا ۲۸۔

۱۳۹۔ شیخ الحدیث، شمارہ ذی الحجہ ۱۴۳۲ھ صفحہ ۲۲۔

۱۴۰۔ شیخ الحدیث، شمارہ جمادی الاول ۱۴۳۱ھ صفحہ ۸ تا ۹۔

۱۴۱۔ شیخ الحدیث، شمارہ رمضان ۱۴۳۲ھ صفحہ ۱۸ تا ۲۸۔

۱۴۲۔ شیخ الحدیث، شمارہ رمضان ۱۴۳۲ھ صفحہ ۲۵ تا ۲۸۔

۱۴۳۔ شیخ الحدیث، شمارہ ربیع الاول ۱۴۳۲ھ صفحہ ۱۴۔

۱۴۴۔ شیخ الحدیث، شمارہ شوال ۱۴۳۲ھ صفحہ ۱۱ تا ۱۴۔

۱۴۵۔ شیخ الحدیث، شمارہ ذیقعد ۱۴۳۳ھ صفحہ ۱۲ تا ۱۵۔

۱۴۶۔ شیخ الحدیث، شمارہ ربیع الثانی ۱۴۳۱ھ صفحہ ۲۵ تا ۲۶، شمارہ جمادی الاول صفحہ ۲۲ تا ۲۳،

شمارہ رمضان، صفحہ ۲۹، شمارہ شوال صفحہ ۲۰ تا ۲۳، شمارہ ذیقعد صفحہ ۲۹ تا ۳۰، شمارہ ذی الحجہ صفحہ ۲۸ تا ۲۹۔

۱۴۷۔ شیخ الحدیث، شمارہ جمادی الآخر ۱۴۳۲ھ صفحہ ۱۳ تا ۱۷۔

۱۴۸۔ شیخ الحدیث، شمارہ جمادی الآخر ۱۴۳۲ھ صفحہ ۱۸ تا ۲۵۔

۱۴۹۔ شیخ الحدیث، شمارہ محرم ۱۴۳۶ھ صفحہ ۲۳ تا ۲۷۔

۱۵۰۔ شیخ الحدیث، شمارہ ربیع الاول ۱۴۳۵ھ صفحہ ۲۲ تا ۳۲۔

۱۵۱۔ شیخ الحدیث، شمارہ صفر ۱۴۳۵ھ صفحہ ۲۶۔

۱۵۲۔ شیخ الحدیث، شمارہ ربیع الآخر ۱۴۳۱ھ صفحہ ۱۰ تا ۱۶۔

۱۵۳۔ شیخ الحدیث، شمارہ صفر ۱۴۳۱ھ صفحہ ۱۱ تا ۱۵۔

۱۵۴۔ شیخ الحدیث، شمارہ صفر ۱۴۳۵ھ صفحہ ۱۱ تا ۱۴۔

۱۵۵۔ شیخ الحدیث، شمارہ صفر ۱۴۳۳ھ صفحہ ۲ تا ۹۔

۱۵۶۔ شیخ الحدیث، شمارہ صفر ۱۴۳۱ھ صفحہ ۱۶ تا ۱۸۔

۱۵۷۔ شیخ الحدیث، شمارہ صفر ۱۴۳۳ھ صفحہ ۱۴ تا ۲۱۔

۱۵۸۔ شیخ الحدیث، شمارہ ربیع الاول ۱۴۳۲ھ صفحہ ۳۔

۱۵۹۔ وڈیو کلپ بعنوان "قادیانی عقائد کی حقیقت" تاریخ اشاعت ۱۲ اپریل ۲۰۱۶ء۔ نیز "حضرت مجدد الف ثانی" ۲۳ ستمبر ۲۰۱۹ء۔

۱۶۰۔ شیخ الحدیث، شمارہ ذیقعد ۱۴۳۲ھ صفحہ ۲۷ تا ۳۰۔

۱۶۱۔ شیخ الحدیث، شمارہ شوال ۱۴۳۲ھ صفحہ ۳۰ تا ۳۲، شمارہ ذی الحجہ ۱۴۳۵ھ صفحہ ۲۹ تا ۳۱۔

۱۶۲۔ شیخ الحدیث، شمارہ ذی الحجہ ۱۴۳۳ھ صفحہ ۳۱ تا ۳۳۔

۱۶۳۔ شیخ الحدیث، شمارہ ذی الحجہ ۱۴۳۳ھ صفحہ ۲۱ تا ۳۰۔

۱۶۴۔ شیخ الحدیث، شمارہ جمادی الاول ۱۴۳۱ھ صفحہ ۱۵ تا ۱۸، دوسری قسط۔

۱۶۵۔ شیخ الحدیث، شمارہ جمادی الآخر ۱۴۳۲ھ صفحہ ۹ تا ۱۲۔

۱۶۶۔ شیخ الحدیث، شمارہ ذیقعد ۱۴۳۳ھ صفحہ ۲۷ تا ۳۱۔

۱۶۷۔ شیخ الحدیث، شمارہ ذی الحجہ ۱۴۳۴ھ صفحہ ۳۰ تا ۳۱۔

۱۶۸۔ شیخ الحدیث، شمارہ جمادی الآخر ۱۴۳۵ھ صفحہ ۲۷ تا ۲۸۔

۱۶۹۔ شیخ الحدیث، شمارہ محرم ۱۴۳۱ھ صفحہ ۳۱ تا ۳۲۔

۱۷۰۔ شیخ الحدیث، شمارہ جمادی الآخر ۱۴۳۵ھ صفحہ ۲۹۔

۱۷۱۔ شیخ الحدیث، شمارہ ذیقعد ۱۴۳۴ھ صفحہ ۱۶۔

۱۷۲۔ شیخ الحدیث، شمارہ صفر ۱۴۳۵ھ صفحہ ۳۔

۱۷۳۔ شیخ الحدیث، شمارہ رجب ۱۴۳۳ھ صفحہ ۲۲۔

۱۷۴۔ شیخ الحدیث، شمارہ جمادی الاول ۱۴۳۱ھ صفحہ ۶۔

۱۷۵۔ شیخ الحدیث، شمارہ شعبان ۱۴۳۳ھ صفحہ ۹ تا ۱۰۔

۱۷۶۔ شیخ الحدیث، شمارہ ذیقعد ۱۴۳۳ھ صفحہ ۲۸۔

۱۷۷۔ شیخ الحدیث، شمارہ رمضان ۱۴۳۴ھ صفحہ ۴۔

۱۷۸۔ شیخ الحدیث، شمارہ ربیع الاول ۱۴۳۴ھ صفحہ ۵۔

۱۷۹۔ شیخ الحدیث، شمارہ ربیع الاول ۱۴۳۵ھ صفحہ ۱۱۔

۱۸۰۔ شیخ الحدیث، شمارہ ربیع الاول ۱۴۳۴ھ صفحہ ۶، ۱۰۔

۱۸۱۔ شیخ الحدیث، شمارہ صفر ۱۴۳۱ھ صفحہ ۶، ۲۷، ۲۸، ۲۹۔

۱۸۲۔ شیخ الحدیث، شمارہ رمضان ۱۴۳۱ھ صفحہ ۱۲، ۱۳، ۱۷، ۲۰، ۲۸۔

۱۸۳۔ شیخ الحدیث، شمارہ ذی الحجہ ۱۴۳۱ھ صفحہ ۷، ۱۵۔

۱۸۴۔ شیخ الحدیث، شمارہ ذیقعد ۱۴۳۴ھ صفحہ ۱۹۔

۱۸۵۔ شیخ الحدیث، شمارہ ذی الحجہ ۱۴۳۴ھ صفحہ ۶، ۸۔

۱۸۶۔ شیخ الحدیث، شمارہ ذیقعد ۱۴۳۳ھ صفحہ ۱۰۔

۱۸۷۔ شیخ الحدیث، شمارہ ذیقعد ۱۴۳۴ھ صفحہ ۱۷، ۲۳، ۲۶۔

۱۸۸۔ شیخ الحدیث، شمارہ ربیع الاول ۱۴۳۵ھ صفحہ ۲۷۔

۱۸۹۔ شیخ الحدیث، شمارہ صفر ۱۴۳۱ھ صفحہ ۲۷ تا ۲۹۔

۱۹۰۔ شیخ الحدیث، شمارہ صفر ۱۴۳۳ھ صفحہ ۲۲ تا ۳۲، شمارہ صفر ۱۴۳۵ھ صفحہ ۱۵ تا ۲۵۔

۱۹۱۔ شیخ الحدیث، شمارہ صفر ۱۴۳۱ھ صفحہ ۱۹ تا ۲۱، ۲۲، ۲۳ تا ۲۶۔

۱۹۲۔ شیخ الحدیث، شمارہ جمادی الاول ۱۴۳۵ھ صفحہ ۱۲ تا ۱۴۔

۱۹۳۔ شیخ الحدیث، شمارہ صفر ۱۴۳۱ھ صفحہ ۴۔

۱۹۴۔ شیخ الحدیث، شمارہ جمادی الآخر ۱۴۳۳ھ صفحہ ۱۸ تا ۲۳ تیسری قسط، شمارہ رجب صفحہ ۲۰ تا ۲۵۔

۱۹۵۔ شیخ الحدیث، شمارہ شوال ۱۴۳۲ھ صفحہ ۱۹ تا ۲۱۔

۱۹۶۔ شیخ الحدیث، شمارہ رمضان ۱۴۳۱ھ صفحہ ۲۳ تا ۲۵، شمارہ شوال صفحہ ۲۸ تا ۳۰، شمارہ ذیقعد صفحہ ۲۳ تا ۲۴، شمارہ ذی الحجہ صفحہ ۲۸ تا ۳۰۔

۱۹۷۔ شیخ الحدیث، شمارہ ربیع الاول ۱۴۳۱ھ صفحہ ۲۳ تا ۲۶۔

۱۹۸۔ شیخ الحدیث، شمارہ صفر ۱۴۳۱ھ صفحہ ۸۔

۱۹۹۔ شیخ الحدیث، شمارہ صفر ۱۴۳۱ھ صفحہ ۹، شمارہ صفر ۱۴۳۵ھ صفحہ ۵۔

۲۰۰۔ شیخ الحدیث، شمارہ ذیقعد ۱۴۳۱ھ صفحہ ۲۵ تا ۲۸، پہلی قسط۔

۲۰۱۔ شیخ الحدیث، شمارہ شوال ۱۴۳۲ھ صفحہ ۲۵ تا ۲۶۔

۲۰۲۔ شیخ الحدیث، شمارہ جمادی الاول ۱۴۳۵ھ صفحہ ۱۵ تا ۳۰۔

۲۰۳۔ شیخ الحدیث، شمارہ شعبان ۱۴۳۳ھ صفحہ ۳ تا ۴۔

۲۰۴۔ شیخ الحدیث، شمارہ شوال ۱۴۳۱ھ صفحہ ۵۔

۲۰۵۔ شیخ الحدیث، شمارہ ذیقعد ۱۴۳۳ھ صفحہ ۲۱ تا ۲۶۔

۲۰۶۔ شیخ الحدیث، شمارہ جمادی الاول ۱۴۳۱ھ صفحہ ۳۔

۲۰۷۔ شیخ الحدیث، شمارہ شوال ۱۴۳۱ھ صفحہ ۳ تا ۵۔

۲۰۸۔ شیخ الحدیث، شمارہ رجب ۱۴۳۳ھ صفحہ ۲۔

۲۰۹۔ شیخ الحدیث، شمارہ رمضان ۱۴۳۴ھ صفحہ ۳۱ تا ۳۲۔

۲۱۰۔ شیخ الحدیث، شمارہ رجب ۱۴۳۵ھ صفحہ ۱۷ تا ۲۶۔

۲۱۱۔ شیخ الحدیث، شمارہ رجب ۱۴۳۵ھ صفحہ ۲۷ تا ۳۱۔

۲۱۲۔ شیخ الحدیث، شمارہ صفر ۱۴۳۱ھ صفحہ ۳ تا ۴۔

۲۱۳۔ شیخ الحدیث، شمارہ جمادی الآخر ۱۴۳۵ھ آخری بیرونی صفحہ۔

۲۱۴۔ شیخ الحدیث، شمارہ ذی الحجہ ۱۴۳۳ھ صفحہ ۳۔

۲۱۵۔ شیخ الحدیث، شمارہ محرم ۱۴۳۱ھ صفحہ ۵۔

۲۱۶۔ شیخ الحدیث، شمارہ ذی الحجہ ۱۴۳۴ھ صفحہ ۳، ۲۳ تا ۲۹۔

۲۱۷۔ شیخ الحدیث، شمارہ جمادی الاول ۱۴۳۵ھ صفحہ ۳۔

۲۱۸۔ شیخ الحدیث، شمارہ رمضان ۱۴۳۵ھ صفحہ ۴۔

۲۱۹۔ شیخ الحدیث، شمارہ جمادی الآخر ۱۴۳۵ھ صفحہ ۳۔

۲۲۰۔ شیخ الحدیث، شمارہ شوال ۱۴۳۴ھ صفحہ ۴۔

۲۲۱۔ شیخ الحدیث، شمارہ ذیقعد ۱۴۳۴ھ صفحہ ۲ تا ۳۔

۲۲۲۔ شیخ الحدیث، شمارہ ذیقعد ۱۴۳۴ھ صفحہ ۲۔

۲۲۳۔ شیخ الحدیث، شمارہ صفر ۱۴۳۱ھ صفحہ ۳۰۔

۲۲۴۔ شیخ الحدیث، شمارہ ذیقعد ۱۴۳۴ھ صفحہ ۳۲۔

۲۲۵۔ شیخ الحدیث، شمارہ جمادی الآخر ۱۴۳۵ھ صفحہ ۳۰ تا ۳۱۔

۲۲۶۔ شیخ الحدیث، شمارہ ربیع الآخر ۱۴۳۱ھ صفحہ ۲۷۔

۲۲۷۔ شیخ الحدیث، شمارہ رمضان ۱۴۳۲ھ صفحہ ۲۔

☆

ماخذ ومراجع

کتب

۱۔ احسن الخیرات فی معرفۃ الزکوۃ، مولانا سید ریاض الحسن شاہ، سال اشاعت درج نہیں، جامعہ اسلامیہ غوثیہ چکوال۔

۲۔ اہل چکوال اور مرزائیت، عابد حسین شاہ پیرزادہ، پہلی اشاعت ۱۴۳۷ھ/۲۰۱۶ء مسلم کتابوی لاہور۔

۳۔ بزمِ اسلاف، مولانا قاری محمد عبید اللہ رتوی، پہلی اشاعت ۱۴۲۲ھ/۲۰۰۱ء کشمیر بک ڈپو چکوال۔

۴۔ تاریخ جہلم، مرزا محمد اعظم بیگ، پہلی اشاعت ۱۲۹۷ھ/۱۸۸۰ء۔

۵۔ تاریخ چکوال، مرتبہ ڈاکٹر لیاقت علی خان نیازی، پہلی اشاعت ۱۴۱۲ھ/۱۹۹۲ء انجمن توقیر ادب چکوال ۔ نیز دوسری حذف واضافہ شدہ اشاعت ۱۴۴۰ھ/۲۰۱۹ء سنگ میل پبلی کیشنز لاہور۔

۶۔ تاریخ کہون، محمد عابد حسین منہاس، پہلی اشاعت ۱۴۲۳ھ/۲۰۰۲ء چکوال ریسرچ سوسائٹی چکوال ۔ نیز اضافہ شدہ دوسری اشاعت ۱۴۳۴ھ/۲۰۱۳ء کشمیر پبلی کیشنز چکوال۔

۷۔ تذکرہ اولیائے پوٹھوہار، صاحبزادہ مقصود احمد صابری، پہلی جلد، تیسری اشاعت، سال اشاعت درج نہیں، ہاشمی پبلی کیشنز، راول پنڈی۔

۸۔ تذکرہ اولیائے چکوال، محمد عابد منہاس، دوسری اشاعت ۱۴۴۱ھ/۲۰۱۹ء کشمیر پبلی کیشنز چکوال۔

۹۔ تذکرہ علماء اہل سنت ضلع اٹک، مولانا حافظ محمد اسلم رضوی، پہلی اشاعت ۱۴۴۰ھ / ۲۰۱۹ء اسلامک میڈیا سنٹر لاہور۔

۱۰۔ تعارف علماء اہل سنت، مولانا محمد صدیق ہزاروی، پہلی اشاعت ۱۳۹۹ھ / ۱۹۷۹ء مکتبہ قادریہ لاہور۔

۱۱۔ توسل واستمداد، بطور معجزہ وکرامت، مولانا سید ریاض الحسن شاہ، سال اشاعت درج نہیں، مکتبہ غوثیہ چکوال۔

۱۲۔ جشن میلاد النبی ﷺ کی شرعی حیثیت، قرآن وحدیث کی روشنی میں، مولانا سید ریاض الحسن شاہ، پہلی اشاعت ۱۴۳۰ھ /۲۰۰۹ء نیز اضافہ شدہ اشاعت ۱۴۳۶ھ / ۲۰۱۴ء، جامعہ اسلامیہ غوثیہ چکوال۔

۱۳۔ جواز ندائے یارسول اللہ صلی اللہ علیک وآلک وسلم، مولانا سید حامد علی شاہ، سال اشاعت درج نہیں، غالباً ۱۹۷۳ء میں چھپی، شاہین پریس سرگودھا۔

۱۴۔ حاجت روائی باذن اللہ، مولانا سید ریاض الحسن شاہ، سال اشاعت درج نہیں، مکتبہ غوثیہ چکوال۔

۱۵۔ دلائل البرکات فی جواز ندائے یارسول اللہ صلی اللہ علیک وآلک وسلم، مولانا قاری محمد نواز صدیقی، اضافہ شدہ پانچویں اشاعت، سال اشاعت درج نہیں، ۱۹۹۲ء یا اس سے قبل چھپی، مکتبہ رضائے مصطفےٰ گوجرانوالہ۔

۱۶۔ سحاب کرم، مجموعہ مناقب مشاہیر، محمد عرفان رضوی، اشاعت ۱۴۱۱ھ / ۱۹۹۱ء بزم نعت پبلی کیشنز راولپنڈی۔

۱۷۔ سوانح عمری شیخ القرآن السید محمد زبیر شاہ، مولانا سید حامد علی شاہ، سال اشاعت درج نہیں، سال تالیف ۱۴۲۰ھ / ۲۰۰۰ء آستانہ عالیہ شیخ القرآن والحدیث لنگر ضلع اٹک۔

۱۸۔ شاعرِ نعت، ڈاکٹر محمد سلطان شاہ، پہلی اشاعت ۱۴۲۴ھ / ۲۰۰۴ء، الجلیل پبلشرز لاہور۔

۱۹۔ شیخ الحدیث والتفسیر حضرت مولانا الحاج ابو الظفر پیر سید محمد زبیر شاہ، مختصر حالات زندگی، مولانا محمد حنیف رضوی، پہلی اشاعت ۱۴۱۸ھ / ۱۹۹۸ء بزم غوثیہ پاکستان ضلع چکوال۔

۲۰۔ فضائل و مسائل روزہ اعتکاف، مولانا سید ریاض الحسن شاہ، اشاعت ۱۴۳۷ھ / ۲۰۱۶ء جامعہ اسلامیہ غوثیہ چکوال۔

۲۱۔ فضائل و مسائل قربانی، مولانا سید ریاض الحسن شاہ، اشاعت ۱۴۲۹ھ / ۲۰۰۸ء جامعہ اسلامیہ غوثیہ چکوال۔

۲۲۔ فوز المقال فی خلفائے پیر سیال، حاجی محمد مرید احمد چشتی، آٹھویں جلد، پہلی اشاعت ۱۴۳۱ھ / ۲۰۱۰ء انجمن قمر الاسلام سلیمانیہ کراچی۔

۲۳۔ مسنون تعداد تراویح، علامہ محمود الحسن غضنفر، سال اشاعت درج نہیں، کاریگر پرنٹنگ پریس چکوال۔

۲۴۔ مسئلہ تعظیم مصطفیٰ ﷺ قرآن و حدیث کی روشنی میں، مولانا سید لقمان شاہ، اشاعت ۱۴۱۹ھ / ۱۹۹۸ء بزم غوثیہ جامعہ اسلامیہ چکوال۔

۲۵۔ مسئلہ علم غیب پر ایک نظر، مولانا سید ریاض الحسن شاہ، اشاعت ۱۴۲۶ھ / ۲۰۰۶ء، جامعہ اسلامیہ غوثیہ چکوال۔

۲۶۔ مقالات اربعین، ڈاکٹر محمد اویس معصومی، اشاعت ۱۴۳۳ھ / ۲۰۱۲ء تلاش حق فاؤنڈیشن کراچی۔

۲۷۔ وارثان علم و حکمت، صاحبزادہ مقصود احمد صابری، پہلی اشاعت ۱۴۳۳ھ / ۲۰۱۲ء مکتبہ صابریہ راولپنڈی۔

اخبارات و رسائل

۲۸۔ روزنامہ "اردو نیوز" جدہ۔

۲۹۔ ہفت روزہ "اہل حدیث" لاہور۔

۳۰۔ سہ ماہی "بزم خواتین" تترال کہون ضلع چکوال۔

۳۱۔ ہفت روزہ "پریم ساگر" چکوال۔

۳۲۔ ماہنامہ "الحقیقہ" شکرگڑھ۔

۳۳۔ ماہنامہ "دعوت تنظیم الاسلام" گوجرانوالا۔

۳۴۔ پندرہ روزہ "رضائے مصطفٰے" گوجرانوالا۔

۳۵۔ مجلہ "شیخ الحدیث" چکوال۔

۳۶۔ سالنامہ "فیضان المشائخ" ریۃ ضلع چکوال۔

۳۷۔ ماہنامہ "ماہ طیبہ" سیالکوٹ۔

۳۸۔ ہفت روزہ "مارز" چکوال۔

۳۹۔ ماہنامہ "المصطفٰے" نورپور ضلع چکوال۔

۴۰۔ ماہنامہ "النجم" منڈی بہاء الدین۔

۴۱۔ ماہنامہ "نعت" لاہور۔

۴۲۔ ماہنامہ "نقیب اہل سنت" چکوال۔

۴۳۔ روزنامہ "الندوۃ" مکہ مکرمہ، عربی۔

OOOO

مضامین کے ممکنہ عنوانات

ہمارے آئندہ منصوبوں میں مولانا سید محمد زبیر شاہ رحمۃ اللہ علیہ کی قائم کردہ جامعہ اسلامیہ غوثیہ چکوال کی نصف صدی پر محیط خدمات کے تعارف و بیان پر ایک یادگاری مجلّہ کی تیاری واشاعت ہے۔ جس کے لیے اہل علم اور آپ کے محبین ومخلصین کو مندرجہ ذیل عنوانات پر لکھنے کی دعوت ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس منصوبہ پر عملی جامہ پہنانے کی توفیق و ہمت عطا فرمائے۔ (ادارہ)

مولانا سید محمد زبیر شاہ رحمۃ اللہ تعالیٰ، سوانحی خاکہ۔

۱۹۷۰ء میں چکوال میں دینی ادارے۔

جامعہ اسلامیہ غوثیہ کا قیام۔

معاونین تاسیس کا ذکر خیر۔

کم سن بچوں کی تعلیم وتربیت میں جامعہ کا کردار۔

شعبہ حفظ وتجوید کی خدمات۔

علوم قرآن کے فروغ میں جامعہ کا کردار۔

علوم حدیث کے فروغ میں حصہ۔

فقہی علوم کی ترویج میں خدمات۔

عقیدہ توحید کی ترویج وحفاظت میں سعی۔

عقیدہ ختم نبوت کی حفاظت میں کردار۔

فضائل اہل بیت اور جامعہ۔

فضائل صحابہ اور جامعہ۔
تصوف اسلامی کے احیاء و تطہیر میں خدمات۔
دورہ تفسیر قرآن کریم کے خدوخال۔
دورہ تفسیر کی ملک گیر مقبولیت۔
دورہ تفسیر کے منتظمین وخدام۔
جامعہ کے ماحول میں احترام انسانیت کی تربیت ودرس۔
مساجد کی آبادی میں جامعہ کی خدمات۔
دیگر مدارس کی معاونت وسرپرستی۔
تحریک ختم نبوت ۱۹۸۴ء۔
تحریک نظام مصطفےٰ۔
جہاد کا اسلامی تصور اجاگر کرنے میں جامعہ کا کردار۔
دہشت گردی وخودکش حملوں میں جامعہ کا موقف وخدمات۔
استحکام پاکستان کی کوششوں میں جامعہ کی خدمات۔
عورت کا مقام وحقوق اور جامعہ کی خدمات۔
تمباکونوشی کے خاتمہ میں جامعہ کا کردار۔
ملکی وعالمی ذرائع ابلاغ میں اسلام کے منافی اعمال پر جامعہ کا ردعمل۔
بدعات کے ازالہ میں جامعہ کی سعی۔
ضرورت واہمیت تقلید کے اجاگر کرنے میں خدمات۔
اتحاد بین المسلمین میں کوشش۔
جہاد فلسطین وکشمیر میں حصہ۔
انجمن طلبا اسلام اور جامعہ۔
اہل سنت میں اتحاد کی کوشش۔

جامعہ کا شعبہ نشر و اشاعت۔

حضرت شاہ صاحب کے چند عرس کی روداد۔

جامعہ کی چند یادگار کانفرنسیں۔

الحادی افکار کا تعاقب اور جامعہ۔

مودودی افکار کا تعاقب اور جامعہ۔

وقت کی قدر و قیمت یاد دلانے میں جامعہ کی کوشش۔

والدین اور بزرگوں کا احترام و حقوق اور جامعہ کی سعی۔

جامعہ کا نصاب۔

جامعہ کے قواعد و ضوابط۔

جامعہ کے اساتذہ کے ناموں کی مکمل فہرست اور بعض کا تعارف۔

جامعہ سے درس نظامی مکمل کرنے والے علماء کی مکمل فہرست۔

فارغ التحصیل علماء میں سے چند کا تعارف۔

جامعہ میں جن مہمان علماء و مشائخ نے خطاب فرمایا، ان کا ذکر خیر۔

جامعہ آنے والے چند مشاہیر کے تاثرات۔

جامعہ کا عظیم الشان کتب خانہ، ایک تعارف۔

جامعہ سے متعلق وثائق، اسناد، اشتہار وغیرہ کا عکس۔

اشاریہ ماہنامہ ''شیخ الحدیث''۔

رسالہ شیخ الحدیث کے مضامین پر ایک نظر۔

محرم الحرام کی مجالس و محافل اور جامعہ۔

حضرت شاہ صاحب کی سند حدیث و تصوف۔

جامعہ کے آئندہ منصوبے۔

حضرت شاہ صاحب کے اساتذہ کا تعارف۔

حضرت شاہ صاحب کے جد اعلیٰ حضرت سید جلال الدین بخاری سہروردی سرخ پوش رحمۃ اللہ علیہ۔

حضرت شاہ صاحب کے جد اعلیٰ حضرت مخدوم جہانیاں جہاں گشت رحمۃ اللہ علیہ۔

حضرت شاہ صاحب کی اولاد۔

OOOO

جامعہ اسلامیہ غوثیہ چکوال کے زیر اہتمام
بسلسلہ
جشن عید میلاد النبی
جلسے
جلوس
پروگرام
جامعہ اسلامیہ غوثیہ چکوال

جشن عید میلاد النبی
کے سلسلے میں جلسے
جلوس
اپیل
نوٹ

چکوال
شیخ الحدیث
مزار شریف
ناشر
جامعہ اسلامیہ غوثیہ
تلہ گنگ روڈ چکوال
0543-550206

چکوال شہر میں
عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
کے سلسلہ میں جلسہ و جلوس
جلوس کا پروگرام
جلسہ کا پروگرام
اراکین مرکزی میلاد کمیٹی علاقہ چکوال ضلع جہلم

شیخ القرآن مولانا سید محمد زبیر شاہ رحمۃ اللہ علیہ صوبہ پنجاب کے ضلع اٹک کے گاؤں لنگر میں ۱۳۵۴ھ/ ۱۹۳۵ء میں پیدا ہوئے اور راولپنڈی کے ایک اسپتال میں ۱۴۱۹ھ/ ۱۹۹۸ء میں وفات پائی اور لنگر میں مزار واقع ہے۔ آپ نے نواحی گاؤں کریما، پھر مدرسہ اسلامیہ اشاعت العلوم چکوال نیز جامعہ رضویہ مظہر الاسلام لائل پور (اب فیصل آباد) میں تعلیم حاصل کی، اور صوفیہ کے سلسلہ قادریہ میں محدث مولانا محمد سردار احمد چشتی قادری رحمۃ اللہ علیہ سے خلافت پائی۔ پھر ملک کے اہم حنفی عالم، مفسر و محدث، مدرس و خطیب نیز مناظر و مرشد ہوئے۔ اور پاک پتن، اوکاڑہ، ہری پور، چکوال نیز لنگر میں درس و تدریس میں زندگی بسر کی اور سیکڑوں علماء اسلام تیار کیے۔ تعلیم و تعلم کے یہ اعمال ان کے فرزندان و شاگرد آج بھی بخوبی جاری رکھے ہوئے ہیں۔ یہ کتاب آپ کے احوال پر بیس سے زائد علماء کرام و مصنفین و شعراء کے تاثرات و مضامین پر مبنی ہے۔

جامعہ اسلامیہ غوثیہ، تلہ گنگ روڈ، چکوال

Rs: 700